دلگداز ۱۸۹۱ء

مصنفہ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مصنف

ملک العزیز ورجنا۔ منصور موہنا۔ حسن انجلینا۔ دلکش

دلچسپ۔ شہید وفا۔ مترجم درگیش نندنی وغیرہ

۱۸۹۶ء

دلگداز پریس لکھنؤ مین چھپا

قیمت فی جلد ۶/ (رجسٹری شدہ) بار دوم

سنہ ۱۹۰۱ء

یہ عہد جو ہندوستان کے لیے بالکل ایک نئے دور کی پیدا کرنے والی - اور ہندوستان کو نئے رنگ مین رنگنے والی تھی اسکو اب پورے دس برس باقی رہ گئے ہین تو انسان کو زمانہ ایک مستطیل چیز معلوم ہوتا ہی مگر اصل مین دیکھیے تو کچھ نہین ہر گذرتے بالکل دیر نہین لگتی - ایک بچہ جو ابھی دودہ پیتا یا گھٹنون چلتا ہو اُسے کوئی بات کا ہوش ہے - لیکن اُس کے بزرگ جنکی تعلیم و تربیت مین وہ زندگی کے ابتدائی ایام گذران رہا ہے جب وہ اسکی عمر کے آخری حصہ کو اپنی خیالی آنکھون کے سامنے لاتے ہین تو انھین ایسے عجیب و غریب اور اتنے بڑے عظیم الشان تغیرات نظر آتے ہین جنکے لیے بہت بڑی مدت مدید درکار ہے وہ خیال کرتے ہین کہ اسوقت ہم مین سے کوئی نہوگا - ہم ہی نہین اس عہد کے اکثر نوجوانون اور تمام سن رسیدہ لوگون کی ہڈیو نکا بھی پتہ نہوگا - ملک کی پولیٹکل حالت مین بھی بہت سے تغیرات ہوگئے ہونگے - اُس دور کے انسانی اخلاق کو اس عہد کے اخلاق سے کوئی نسبت نہ ہوگی - محاورات اور زبان مین بھی فرق پیدا ہوگیا ہے - ہماری باتین لوگ قصہ اور کہانی کی طرح یاد کرتے ہونگے - اور ہمارا ذکر بھی بار بار کرتے کرتے زندہ دلون کی صحبتون مین بے مزہ خیال کیا جانے لگا ہوگا اس بچہ کا بڑھاپا ہوگا جسطرح ہم آج تجربہ کاری کی باتین کرتے ہین اُسی طرح اُسوقت یہ بڑھا پختہ مغزی کے غرور سے رائے دیتا ہوگا جسطرح آج یہ بے زبان بچون کی حیثیت سے ہمارے سامنے ہے اُسی طرح اُن دنون اسکے سامنے بہت سے ایسے ہونگے جنکو یہ پیار کی نظر سے دیکھ رہا ہوگا " یہ صرف ایک عمر کا حال تھا جسکی انتہا اُس کے ابتدائی سرے سے کھڑے ہوکے دیکھی گئی لیکن ایک صدی جو انسان کی عام عمرون سے بہت زیادہ ہوتی ہے اگر اُسکی ابتدا سے انتہا دیکھی جائے تو اتنا بُعد اور اتنی تاریکی نظر آئے گی کہ کوئی چیز نہ کھائی

دیتی ہو گی اُس موقع پر اس بچہ کی طرح ایسی چیزین بھی کوئی ہو گی جسکی نسبت یہ ظن غالب قائم کیا جاوے کہ اُسوقت موجود ہو گی ۔

ابتدا سے انتہا کو دیکھنا بہ نسبت اسکے کہ انتہا سے ابتدا دیکھی جاوے زیادہ دشوار ہے۔ اسلیے کہ ابتدا کی باتین گذری ہوئی ہوتی ہین جنکے دیکھنے والون یا سُننے بیان کرنے والون کی باتین تو تاریخون ہی کے ذریعہ سے اُنکا علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر ابتدا سے انتہا کی طرف نظر دوڑانا ایسا امر ہے جسکی عمارت صرف قیاس کی زمین پر قائم کی جاتی ہے یا یون کہا جاے کہ نقش برآب ہوتی ہے۔ تم دیکھو کہ یہی صدی جو اب تمسے رخصت ہونے والی ہے اسکی ابتدا کا زمانہ ذہین کیسی تاریکی مین نظر آتا ہے۔ گو یہ تہذیب کا دور ہے اور ہر ادنے ادنے بات بھی مورخین کے قلم سے بچ کے نہین رہ جاتی مگر پھر بھی جب تم اُدھر اپنے خیال کی آنکھون کو پھیرتے ہو تو ایسا پیچیدہ منظر نظر آتا ہے کہ تمہارا خیال اکثر جا بجا تھک تھک کے رہ جاتا ہے گویا تم ایک لق و دق صحرا مین کھڑے ہو اور اُس دور کے منظر کو دیکھ رہے ہو جسکے چہرے پر بخارات کے دھندلے کا نقاب پڑا ہوا ہے۔ جہان سب چیزین آپسمین ملی ہوئی نظر آرہی ہین اور جہان عظیم الشان درخت بھی اسقدر پیوست ہو کے مشتبہ ہو گئے ہین کہ تم ایک کو دوسرے سے تمیز نہین کر سکتے ۔ پھر جب گذشتہ کا یہ حال ہے تو آیندہ کی طرف سے تو بالکل ناامیدی ہے خیال بھی نہ کرنا چاہیے کہ اُدھر کی کوئی چیز صحیح طور پر معلوم ہو جاسکے گی

اتنی بڑی وسیع مدت ۔ ایسا مسلسل اور طولانی بُعد ۔ باوجود ان دُوریون کے دیکھو زمانہ کس سرعت سے طے ہو جاتا ہے۔ دنیا اپنی اطمینانی حالت سے دکھا رہی ہے کہ گویا یہ بالکل جاتی ہی نہین جیسی ہمیشہ تھی ویسی ہی آج بھی ہے۔ لیکن افسوس ہزار افسوس !! صد ہزار افسوس !!! کہ زمانے نے اُسے غفلت کی نیند مین سلائے رکھا۔ یا خود فراموشی کے کھیل مین لگا دیا اور خود ایک پوری صدی کو اُسکے ہاتھ سے نکالے لیے جاتا ہے۔ بلکہ یون کہنا چاہیے کہ نکال لے گیا۔ نوسے برسون کو جاتے کیا دیر لگی جو ان دس برسون کو لگے گی۔

اگر ہم اس صدی کو رخصت کرنے کے لیے غور و تامل کے ساتھ آیندہ کے واسطے کچھ نتایج نکالنا چاہین تو ہمین چاہیے کہ ہر سال کے رخصت ہوتے وقت گذشتہ اوقات زندگی کے اکارت جانے پر افسوس کرنے کے عادی بنین ۔ سنہ جو اس صدی کی نوین دہائی کا پورا کرنے والا تھا تمام ہو گیا۔ نو دہائیون کو بیکار تلف کر کے دسوین دہائی پر ہاتھ بڑھایا۔ صدی کا

صرف دسوان حصہ باقی ہے جو ایک غفلت کے جھونکے کی طرح بہت جلد ہاتھ سے نکل جائیگا۔ انسان کی طبیعت کا خاصہ ہے کہ عمر کے آخری ایام مین گذشتہ زمانے پر افسوس کرتا ہے اور موجودہ ایام کی زیادہ قدر کرتا ہے۔ اگر اس اصول پر چلو تب بھی تمہارا فرض ہے کہ جسطرح بنے ان دس باقی برسون کو اسی قدردانی سے بسر کرو جس قدردانی سے ایک لب گور بڈھا اپنی زندگی کی پچھلی گھڑیون کی چاہے کچھ نہ کر سکے مگر زیادہ قدر و عزت کر کے صرف کرتا ہے۔

اب یہ وقت گذشتہ غفلتون پر پچھتانے کا نہین ہے۔ اب زمانہ اس امر کا ہے کہ جہانتک ہو سکے ہم ان قیمتی گھڑیون کو جو گذر رہی ہین اسی طرح بسر کرین اور اسی طرح احتیاط سے صرف کرین جسطرح کوئی بخیل اپنے روپیہ کو صرف کرتا ہے۔

پھر جو کچھ ہوا ہے اُسکا پروگرام سال کے اختتام پر لوگ پیش ہی کر دینگے۔ ہم کوئی منجم اور غیب کی خبرین بتانے والے نہین ہین کہ اس موقع پر آیندہ کی نسبت پیشین گوئیان کرین صرف ہمارا کام اسقدر متنبہ کر دینے کا تھا کہ ہمارے احباب اس نئے سال کو نہایت قیمتی خیال کر کے ضروری اور مفروض کامون مین صرف کرنے کے سوا بیکار غارت نہ کرین۔ ایسا نہو جسطرح سنہ ۹۰ کے اختتام پر انہین عمر کے گذرنے پر حسرت و اندوہ مین مبتلا ہونا پڑا سنہ ۹۱ کے اختتام پر بھی یہی حالت ہو۔

اب ہم خاص اپنے کامون کی طرف متوجہ ہوتے ہین۔ دلگداز کی نسبت مختصراً اسی قدر ہے کہ جیسا سنہ ۹۰ مین رہا ویسا ہی سنہ ۹۱ مین رہے گا۔ اپنے اصول مین چاہے ترقی کرے مگر وہ ترقی محدود ہوگی اور پالسی اصول وہی رہینگے جو پہلے سے چلے آتے ہین۔

باقی رہا ناول منصور و موہنا، سنہ ۹۰ کے ساتھ تمام ہو گیا۔ اور افسوس کی بات ہے کہ ناظرین کے دلون پر ایک سخت چوٹ لگا کے تمام ہوا۔ جسکی حسرت انہین بہت دنون تک یاد رہے گی۔ صرف قدیم مذاق کے پسند کرنے والون مین بعض احباب ہم پر بہت خفا ہی ہوے لیکن جن شریف مسلمانون کے دلمین شرافت و انصاف کا جوش ہے اور جن معزز ہندون کی رگون مین انکی محبت کا خالص اور پاک و صاف خون ہے وہ یہی کہتے ہونگے کہ خوب ہوا جو یہ واقعہ یونہین تمام ہو گیا۔ اگرچہ ہماری قدیم مثنویان اکثر کامیابی و خوشی کے نتیجہ پر تمام کی گئی ہین لیکن سچی داستانون کا نتیجہ اکثر یہی ہوا ہے جو مرحوم منصور اور

حسرت نصیب عذرا و موہنا کا ہوا - علاوہ بریں مختلف ممالک کی اخلاقی حالت کا اندازہ کرنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس قسم کے عشق کے نتائج ہندوستان میں ہی ہونا چاہیے تھے جو ناول سنہ ۹۰ء میں ہوا - ایسے موقعوں پر کامیاب ہونا زیادہ تر یورپ کا حصہ ہے اور پھر کسیقدر عرب و عجم و مصر وغیرہ کا - ہندوستان کی آب و ہوا اسکے لیے بالکل ناموافق ہے -

سنہ ۹۱ء کے ناول کے بارے میں اکثر احباب نے ہمیں اپنی رایون سے مطلع کیا بعض حضرات کی راے ہے کہ پھر سرزمین شام و عرب میں سین قائم کیا جاوے - بعض یورپ میں جانے کے شائق ہیں - مگر ہمیں تو اپنا ملک ہی زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے - قدیم الایام کے ایک شخص نے اپنی سوانح عمری کے حالات خود اپنے ہاتھ سے لکھے ہیں جنکا ایک قلمی مسودہ ہمارے پاس ہے - یہ صاحب تیمور کے آنے کے وقت سرزمین ہند میں تھے - انھون نے اس وقت کے تغیرات کا حال نہایت دلچسپی سے لکھا ہے - انکی سوانح عمری میں کچھ ایسی دلچسپ باتیں ہیں کہ ہمیں تو ناول سے زیادہ لطف اسمیں آتا ہے خصوص جبکہ وہ دلچسپ پیرایہ کے موجودہ مذاق میں لکھی جاے - انگریزی میں اکثر ایسے ناول موجود ہیں جو اسی پیرایہ میں لکھے گئے ہیں اور مہذب و جوہر شناس سوسائٹیون میں نہایت مقبول ہوے - سر چارلس ڈکنس کا مشہور ناول ،، ڈیوڈ کاپر فیلڈ ،، اسی رنگ میں لکھا گیا ہے جسکی نسبت وہ افتخار زمانہ ناولسٹ لکھتا ہے کہ جسطرح ایک باپ کو اپنے بہت سے بیٹون میں سے صرف ایک بیٹا نہایت ہی لاڈلا اور پیارا ہوتا ہے اسیطرح مجھے اپنے تمام ناولون میں یہ ناول زیادہ پیارا ہے ،،

اسی بنا پر اس دفعہ یہی قصد کر لیا گیا کہ وہی سوانح عمری دلچسپی کے ساتھ ناول کی صورت میں سال بھر شائع ہوتی رہے - قدر افزایان دلگداز جنکے عام مذاق اور عام طبائع کے اندازہ کرنے کا مجھے بہت کچھ موقع مل چکا ہے یقیناً اسکو بہت پسند کرینگے اور میرا خیال ہے کہ یہ سوانح عمری انھیں گذشتہ ناولون سے زیادہ دلچسپ معلوم ہوگی -

شاعری کی برکتیں

اسکے متعلق انگلستان کے مشہور ماہر بیان گولڈ سمتھ نے کچھ خیالات ظاہر کیے ہیں جو

نہایت ہی پاکیزہ ہونے کے علاوہ ایک عبرت انگیز سبق دیتے ہین لہذا ہم اُن کو پبلک کے سامنے پیش کرتے ہین —

"میری راے مین ہر ملک کے شعرا کی طبیعت کچھ ایک ہی سی ہے یعنی موجودہ مرتون مین ہو جس حال مین ہین اُسی مین خوش - انجام کی فکرون سے بے پروا باتون پر خیال کیجیے تو اول درجے کے سمجھدار اور عقلمند - حرکات و سکنات کو دیکھیے تو سب سے بڑے بے وقوف مستقل مزاج اتنے بڑے کہ زلزلہ آجاے اور دنیا اپنے مقام سے ٹلجاے مگر اُنھین کچھ پروا مین - اور نازک دماغ ایسے کہ ایک ذراسی چینی کی پیالی ٹوٹ جاے تو بھی آپ چونک پڑین اور اسکی آواز پر آپ کا دل بھر آئے - بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ جسکے کہ ارشاد ہوتا ہے ؎

"دی شب بصحن گلشن از ناز خفتہ بودم پرواز رنگ گلہا بیدار کردمارا"

یا فرماتے ہین -

"آہستہ برگ گل افشان بر مزار ما بس نازک است شیشۂ دل در کنار ما"

ان خصائل ہماری تحریر یا ہر جس پہلو سے غور کیجیے یہی معلوم ہوگا کہ جو باتین انسان کو دولتمند بناتے رہی ہین اُنسے انکو تضاد کی نسبت ہے -

شعراے مغرب زمین جسطرح اپنے حسن لیاقت اور اپنی نازکخیالیون کی وجہ سے قابل التفات ہین اُسی طرح اس قابل بھی ہین کہ اُنکی تنگدستی - مفلوک الحالی - اور اُنکے افلاس پر غور کیا جاے - باوجود اس عام افلاس شعرا کے اُن کثیر التعداد ہسپتالون مین سے جو غربا کی سکونت کے لیے بنائے گئے ہین صرف ایک ہسپتال ایسا نظر آتا ہے جو از کار رفتہ مصنفون کی خدمت کے لیے قائم کیا گیا تھا - اس ہسپتال کو آٹھوین پوپ اربن نے بنایا تھا - اور عرف عام مین "لاعلاجون کا مرجع و ماوی" کہلاتا تھا - جسکا یہ مطلب تھا کہ جو مریض اسمین داخل ہونے کی درخواست کرتے ہین وہ ایسے لاعلاج ہین کہ اُنکے مرض یعنی افلاس (یا دوسرے الفاظ مین کہا جاے کہ شاعری) کی اصلاح کسی طرح ممکن ہی نہین ہے حقیقت یہ ہے کہ اگر مین شعراے ارض مغرب کی زندگی کے حالات لکھون تو لوگ خیال کرینگے کہ مین انسانی ذلتون اور مصیبتون کے متعلق کوئی کتاب تصنیف کرنے کے لیے سامان جمع کر رہا ہون -

اب ادہر سے چلیے - قدما مین یونان کا سب سے بڑا جادو نگار شاعر ہومر ایک فقیر ہے جو

آنکھوں سے اندھا یا ہندوستان کا سورداس تھا اور اپنی نظمین سڑکون پر گاتا پھرتا تھا۔ مورخ کہتے ہین کہ اسکا منہ جسقدر بے مثل اشعار سے بھرا رہا اسیقدر روٹی سے بھرنا کبھی نہ نصیب ہوا۔ ملاؔس شاعر جسکی کامڈی کی مسرت خیز نظمین مشہور و مقبول روزگار ہین اسکی نسبت بتایا گیا ہے کہ روٹی سے خوش تھا مگر لوگون کو یہ سن کے تعجب ہوگا کہ ان چیزون کو اطمینان تھا گویا۔ آپ دل بہلانے کے لیے جو شعر کہا کرتے تھے مگر روٹی حاصل کرنے کے لیے ایک چکی پیسنے والے کی محنت بٹایا کرتے تھے۔ ٹرنس شاعر کسی میر کا غلام تھا۔ اور غریب ٹوتیس جسکی شاعری کا زمانہ ہمیشہ معترف رہیگا وہ بیچارہ جیلخانہ مین مرا۔

شعراے ایطالیہ سے "پالو بورگیسی" جو باعتبار شعر و سخن مشہور معرکہ آرا شاعر "ٹیسو" کے ہم پلہ تسلیم کیا گیا ہے اسکی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ متفرق چودہ ہنر جانتا تھا لیکن باوجود اس جامعیت کے افلاس ہی مین مر گیا۔ کیون؟ اسلیے کہ مرتے دم تک چودہ کامون مین ایک مین بھی نوکری نہ ملی۔ خود ٹیسو جو کل شعرا سے زیادہ ہر دلعزیز تھا اسکو اپنا مہینہ بھر کا حساب بیباق کرنے کے لیے کسی نہ کسی دوست سے ایک کراون (پانچ شلنگ) قرض لینے کی ضرورت ہوتی۔ اسکے افلاس کی زیادہ حالت دریافت کرنا ہو تو خود اس کے کلام کی طرف توجہ کرو۔ اسنے ایک بلی پالی تھی جسکی طرف خطاب کر کے ایک ہولی سی مثنوی لکھی ہے۔ اسمین آپ اپنی اس بلی کی طرف خطاب کر کے فرماتے ہین کہ "مجھے لکھنے کے لیے تو اپنی آنکھ کی روشنی دے" اس روشنی مانگنے کی ضرورت یہ تھی کہ انتہاے افلاس سے آپ کو دھیلے کی کوڑیان بھی نہین جڑتی تھین کہ تیل منگوا کے رات کو چراغ جلائین اور اسکے سامنے بیٹھکر کچھ لکھین۔ ان شعرا سے بھی قطع نظر کیجیے۔ آہ! بیچارے "ڈینٹی دو نگیو" کی حالت سب سے زیادہ قابل تاسف اور نمونہ عبرت تھی اور اس کے حالات سنکے خاص طور پر ہمارا دل بھر آتا ہے۔ اسکی شاعری تو ایسی تھی کہ جب تک ایطالیہ کی زبان باقی ہوگی اسوقت تک اسکی کامڈی کی نظمین آفتاب کی طرح روشن رہینگی۔ اسکی فیاضی بھی ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ اپنی دولت کا بہت زیادہ حصہ خیرات کے کامون مین لگا دیا لیکن بڑھاپے مین تقدیر ایسی دشمن ہوئی کہ ورا ایسے افلاس مین مبتلا ہوا کہ آہ! اس اسپتال مین بھی رہنے کی اجازت نہ ملی جسے خود اسنے اپنے سرمایہ سے قائم کیا تھا۔ اب اس سے بڑھ کے کیا ذلت ہو سکتی ہے۔

اسپین کو لیجیے۔ مورخون کی تحریر کے مطابق معلوم ہوتا ہے کہ وہان کا بہت بڑا مشہور شاعر

سر رچرڈ سٹیلس بھوکون مرگیا اور اسکو تو زمانہ پورے یقین کے ساتھ جانتا ہے کہ نامور شاعر اسپین کا موئنس نے ایک اسپتال ہی مین پڑے پڑے اپنا دم توڑ دیا اور اسی افلاس کدے ہی مین اپنی زندگی کے دن پورے کیے۔

اگر ہم فرانس کی طرف توجہ کرین تو وہان بھی پبلک کی احسان فراموشی کے بہت بڑے بڑے نظائر ہمین ملین گے۔ توابیلاس جسکا شمار وہان کے بہت بڑے اور اعلیٰ درجے کے ادیبون اور انشا پردازون مین ہے باوجودیکہ اپنے زمانے کا بہت بڑا راست باز شخص تھا لیکن لوگ اُسے علاء الدین کہتے تھے۔ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ بیچارہ قرضخواہون کے ڈر سے دن کو گھر سے باہر نہین نکل سکتا تھا صرف رات کو اُسکی صورت نظر آیا کرتی تھی۔ اُسنے جو وصیت نامہ لکھا ہے بہت مشہور ہے۔ اپنی جائداد قرضخواہون مین تقسیم کرنے کی بابت وہ لکھتا ہے "لیکن جب بھی شاید کچھ قرضخواہ رہ جائین اور میری ملکیت بیچنے پر بھی روپیہ نہ پورا ہو تو مین وصیت کرتا ہون کہ میری لاش ڈاکٹرون کے ہاتھ کافی قیمت پر بیچ ڈالی جائے تاکہ سوسائٹی کا جو کچھ مجھپر قرض ہے وہ ادا ہو سکے۔ اور اگر مین زندگی ہی مین کسی کے کام نہ آسکا تو مرنے کے بعد کام آؤن"

سنڈری اپنے عہد کے بہت بڑے طبیعت دارون مین تھا۔ مگر باوجود اس تیزی ذہن کے اُسے اپنی لیاقت کی بدولت پیٹ بھر روٹی نہین نصیب ہوتی تھی۔ زمانے کی سرد مہریون نے اُسپر روز بروز ایسے بُرے اثر پڑنے لگے کہ آخرکار رفتہ رفتہ اُسے انسان سے نفرت ہو گئی مخلوق مین رحم و ہمدردی کا مادہ نہ پا کے اُسمین اتنی جرأت پیدا ہو گئی کہ احسان فراموشی سے اپنے مصائب کو خدا کی طرف منسوب کرنے لگا جسوقت اُسکا دم واپسین تھا۔ جان نکل رہی تھی اسی بے وفا دنیا کو وہ رخصت کر رہا تھا اور پادری دعا سے توبہ پڑھانے کیلیے سرہانے آ بیٹھا۔ اُس وقت کا تذکرہ سننے سے نہایت عبرت ہوتی ہے۔ پادری صاحب نے کہا "خدا کے انصاف پر بھروسا کرو۔ اور اُس واحد لایزال کی درگاہ مین مغفرت و نجات کی دعا کرو" یہ سُنکے وہ ناامید دل شکستہ شاعر بولا (معاذ اللہ) "خدا نے اس دنیا مین میرے ساتھ کونسا

٭ لکھنؤ کے بے فکرون مین مشہور ہے کہ ایک مرتبہ لوگون نے اُلو سے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟" اُلو صاحب فرمانے لگے کہ نام تو علاء الدین ہے مگر لوگ اُلو اُلو کہتے ہین۔ اسی وجہ سے اکثر مہذب سوسائٹیون مین اگر کسی کو اُلو بنانا ہوتا ہے تو اُسکو کہتے ہین "تم تو علاء الدین ہو"

انصاف کیا جو وہاں اُس سے کسی قسم کے انصاف کی امید رکھوں" پادری صاحب نے
یہ خیال کیا کہ اگرچہ یہ خدا کے انصاف سے منکر ہو گیا مگر جو ذات باری تعالےٰ کا
تو معترف ہی لہذا اُنھوں نے پھر دعا سے توبہ پڑھانے کی کوشش کی اور کہا "میں
کمال التجا کے ساتھ کہتا ہوں بلکہ تمھیں اس چیز کی قسم دلاتا ہوں جو تم کو سب سے زیادہ
عزیز ہو کہ خدا کی طرف پھر اپنے دل کو پاک و صاف کر لو۔ اور جو بُرے خیالات اُسکی الوہیت
کے متعلق ہوں اُنکو اپنے دل سے نکال ڈالو۔ وہ تمھارا خالق۔ اور پروردگار عالم ہے" یہ
سنکے وہ مردود عالم جھلا کے کہنے لگا "نہیں یہ نہیں ممکن ہی۔ تم خوب جانتے ہو کہ اُس
خدا نے مجھے اس عالم میں کس کس بیدردی کے عالم میں پڑا رہنے دیا" (اتنا کہکے اُس پیال
کی طرف جسپر پڑا ہوا تھا اشارہ کیا اور کہا) "اور تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ مجھے اس مرنے کے
وقت بھی اس خدا نے کس حالت میں ڈال رکھا ہی" (معاذ اللہ من ہفواتہ)

دیگر ممالک کو چھوڑ کے اب انگلستان کے شعرا کو دیکھیے۔ انگلش شعرا کی مصیبتوں کا خیال کیا جائے
تو دیگر ممالک کے شعرا کی مصیبتیں بالکل ہیچ معلوم ہونگی۔ سپنسر۔ اوٹوے [illegible]
ڈرائڈن کے نام ہر روز لیے جاتے ہیں اور گویا اُنکے تذکرے سے ضمناً ہر روز انگلش قوم کی
ملامت کی جاتی ہے۔ انمیں سے بعض نے تو ایک مشکوک افلاس کی حالت میں زندگی بسر
کی اور باقی فی الحقیقت بھوکوں مر گئے۔

فی زمانا انگلستان میں جو چند شاعر ہیں اُنکی نسبت البتہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ ادنیٰ کفاف
کے نہیں محتاج ہیں۔ پبلک کے سوا اب کوئی اُنکا مربی نہیں ہے۔ پبلک مجموعۃً من حیث
المجموع ایک فیاض اور نیک آقا ہے لیکن اسمیں شک نہیں کہ یہ آقا اپنی نظر عنایت سے
امیدواروں کی لیاقت کا اندازہ کرنے میں اکثر غلطی کر جاتی ہے۔ اسکے ساتھ یہ بھی ہی کہ
اس قسم کی غلط فہمیاں دیر تک باقی نہیں رہتی ہیں اسلیے کہ کوئی تصنیف چاہے زبردستی
تھوڑے دنوں کے لیے مشہور کر دی جائے مگر چونکہ اُسمیں لیاقت کا جوہر نہیں ہی لہذا
بہت ہی جلد ناموری اور شہرت کے شہ نشین سے غائب ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے
کہ زمانہ قیمتی چیزوں کی اچھائی برائی ظاہر کرنے کی ایک سچی کسوٹی ہے وہ بہت جلد عیب
کو کھول دیتا ہی۔ مصنف کو مغرور نہ ہونا چاہیے جب تک اُسکی تصانیف کم سے کم دس برس
تک مقبولیت کے ساتھ پڑھی جائیں اُسوقت تک یہ سمجھ لینا چاہیے کہ وہ کامیاب ہو گیا

اس زمانے مین ہر عالم جسکی تصانیف قابل قدر ہون اُنکی قدر و قیمت سے پورے طور پر واقف ہے سوسائٹی کا ہر مہذب ممبر اس کے تصانیف مول لینے کو تیار ہو جاتا ہے اور اس ذریعہ سے اُسے اسکی خیال آفرینیون کا انعام دینے مین شریک ہوتا ہے۔ عالیشان مکانون کی سب سے اونچی منزل مین رہنے پر مضحکہ کرنا اگلے زمانہ کا ایک دلچسپ مذاق تھا لیکن یہ مذاق اب نہین ہے اسلیے کہ یہ سچا مذاق نہ تھا۔ کسی سچی اور اعلے لیاقت کے مصنف کو اگر روپیہ کمانے اور دولت حاصل کرنے کا چسکا ہے تو وہ بہت آسانی سے امیر ہو سکتا ہے۔ لیکن وہ لوگ جنمین لیاقت ہی نہین ہے وہ اس لائق ہین کہ گمنام رہین۔

اوہدا اسمتھ نے اس مضمون مین شعرا کی سچی حالت دکھا دی ہے۔ مگر یہ تو صرف شعراے مغرب مین کا حال تہا ہمارے مشرقی شعرا کو دیکھیے تو اُنکے حالات بھی اسی قسم کے نظر آئینگے اسوقت ہم اسکے لیے تیار نہین ہین کہ گولڈ اسمتھ کی طرح مشرقی شعرا کے تفصیلی حالات بتائین لیکن چند نمونے جو ہمین زبانی یاد ہین انسے یہ معلوم ہو جائیگا کہ ان ممالک کی پبلک بھی ویسی ہی احسان فراموش ہے جیسی احسان فراموشی کہ مغرب کے لوگون سے ظاہر ہوئی۔ ایران کے شعراے سلف مین فردوسی کو جو ناکامی نصیب ہوئی اور جس حسرت سے اُس خداے سخن نے اپنی جان دی سب کو معلوم ہے۔ انوری کا یہ قطعہ اُسکی پریشان حالیون کا آئینہ ہے ؎

> "ہر بلائے کز آسمان آید   گرچہ بر نام دیگران باشد
> بر زمین نارسیدہ می پرسد   خانہ انوری کجا باشد"

اور آخر عہد مین میرزا طالب کلیمی جو متاخرین مین اچہے اور بہت اچہے تہے جب انسے ضبط نہو سکا مجبور ہو کے آخر اُنہون نے وہ راز ظاہر کر دیا جسکو شعرا دل ہی مین چہپاتے رہتے تہے خود اپنی طرف خطاب کرکے فرماتے ہین ؎

> "شاعر شدنت بہر فلاکت کم بود   کای خانہ خراب باز رمال شدی؟"

بیچارے غالب بہی زمانہ کی شکایت ہی کرتے مرے۔ شعراے اردو نے اگرچہ زمانہ اپنے موافق اور قدردان پبلک پائی لیکن اُنکو بہی شاعری کی منحوس برکتون سے نجات نہ ملی۔ میر۔ انشا۔ آتش وغیرہ نامور شاعرون کے ساتھ زمانے نے جس قسم کے سلوک کیے ظاہر ہے۔

(۱) چونکہ گرب اسٹریٹ محتاج و بےنوا شعرا کا محلہ تہا، لہذا انگلستان مین مشہور ہے کہ جو سب سے اوپر کے درجہ پر ہے وہ سب سے بڑا مفلس ہے۔

رامائن کے بعض سین

سیتا جی کی وہ حسرت ناک اور دل دکھانے والی حالت ہمارے دوست دیکھ چکے وہ قیامت خیز منظر نظر آگیا جہاں پاکدامن اور وفا شعار سیتا جی راون کی دیونیوں میں گھری پڑی تھیں اب ہم ایک موقع پر پہونچتے ہیں۔ اپنے خیال کی آنکھوں کو کھولو۔ اور دیکھو کہ ہنومان جی ہوا کے دیوتا کے بہادر بیٹے اور رامچندر جی کے جان نثار دوست سیتا جی کی تلاش میں رامچندر جی کی فوج سے نکلے ہیں اور رات کو لنکا میں داخل ہوئے ہیں۔ وہاں انہوں نے پشپک (جادو کا رتھ) دیکھا ہے جسمیں دیوون کے بادشاہ کا محل ہے اسوقت کی وہ حالت جو ہنومان جی کو وہان نظر آئی اسکے دکھانے کے لیے ہمارے قلم کی قوت نہیں کفایت کرتی لہذا ہم اسی تصویر کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں جو جادو نگار والمیکی جی کے قلم سے کھنچی ہے۔ وہ لکھتا ہے:—

نقارے۔ جہانجہ۔ اور طبل کی آپسمین ملی ہوئی میٹھی میٹھی خوشگوار آوازین سنہر دور کے بادل کی گرج کا دہوکا ہوتا ہوا انکے (ہنومان جی کے) کان مین آئین۔ کچھ دیر تک وہ کھڑے رہے پھر ذرا اور آگے بڑھے۔ یہان تک کہ انکی حیرت سے چونک چونک پڑنے والی آنکھون کے سامنے راون کی چمکتی اور دمکتی ہوئی لمبی چوڑی گاڑی نمایان ہوئی جو ایک سمت سے دوسری سمت تک تین میل تک چلی گئی تھی وہ گاڑی جو اپنے مالک کی مرضی پر چلتی تھی۔ اور سمندر دن اور پہاڑ دن پر اڑی اڑی پھرتی تھی۔ اسکی اونچی اونچی شاندار محرابین سونے کے ستونون پر قائم تھین اور انمین نیچے سے اوپر تک رنگ برنگ جواہرات جڑے ہوئے تھے اور پہلو بدل بدل کے مختلف رنگون سے جگمگا اٹھتے تھے۔ ٹھنڈی ہوا کے خوشگوار جھونکے آتے تھے۔ جس سے جنت کی بہار کا مزہ آتا تھا۔ یہ ہوا جھومتی ہوئی آتی تھی اور ان پھلے پھولے درختون سے گذرتی ہوئی پہونچتی تھی جو بے انتہا خوش ذائقہ پھلون سے لدے ہوئے تھے۔ رامچندر جی کی فوج کے اس حیرت زدہ سردار نے اس کے احاطہ مین ایک عالیشان محل دیکھا جو بہت وسیع اور نہایت ہی بلند تھا۔ جسمین سونے اور نیلم کے دروازے تھے اور چارون طرف ہر قسم کی نظر فریب چیزین سجی ہوئی تھین۔ وہی محل راکشسون کے بادشاہ کا تھا۔ نہ اسکے

دروازے پر کوئی دربان تھا۔ اور نہ کوئی روک ٹوک تھی۔ نہ کوئی دروازہ بند تھا اور نہ کسی پھاٹک پر بلی چڑہی تھی۔ صرف ایک ہوا کا خوشگوار جھونکا اُس اجنبی مہمان کی استقبال کو بڑھا بعینہ اسطرح جیسے کوئی مہربان اپنے صحرا نورد و غربت زدہ عزیز سے ملنے کو پہنچے۔ اور اُس تھکے ماندے مسافر کو تسلی و دلاسا دے کے اندر لیجائے۔ وہ حیرت زدہ ہو ہاں ایک وسیع کمرے میں جا کے کھڑا ہوا جسکی چھت منقش تھی اور دیواریں مختلف رنگوں کی جھمکی ہوئی تھیں۔ یہ کمرہ اُن کو بہت پیارا تھا جسطرح کوئی پیاری دلہن کو پیار کرتا ہو وہ اس کمرے کو پیار کرتا تھا۔ وہاں کے عجائبات بیان کرنے کو ایک بہت بڑی داستان چاہیے۔ بلور کی زمین۔ جڑاؤ اور مرصع کار زینہ سونے۔ روپے۔ زمرد۔ اور تمام قسم کے جواہرات سے جہاں جہاں لٹکنے کی بہار۔ موسم بہار کے شگفتہ اور متبسم پہولوں کی بھینی بھینی خوشبو کی لپٹیں۔ مغرور اور خود پرست ہنس کے پر چاندی کی طرح چمک رہے تھے جنکی چھاپ اگر کے دہوئیں میں خوشبودار ہاروں کے بیچ سے نظر آتی تھی۔ یہ سمان یہ لطف دیکھکر وہ سوار جو ہنوز تک ننگا ہوں سے اِدہر اُدہر مڑ مڑ کے دیکھکر خودبخود بول اُٹھا ”یہ تو اندر کی بہشت ہے۔ دیوتاؤں کا گھر! ہمیشہ باقی رہنے والی خوشی کا محل!“ اُس محل میں نرم نرم قالین بچھے تھے جو دیکھنے میں نظر فریب اور چلنے میں گدگدے معلوم ہوتے تھے۔ وہاں تیز اور دلربا نازنین عورتیں ایک دوسرے سے لپٹی پڑی تھیں۔ نیند کی ماتی کھیل اور ہنسی میں تھک کر عشرت کے جام اب اُس خوشی سے نہیں چل رہے تھے۔ ہنسی اور قہقہوں کی آوازیں موقوف ہوگئی تھیں۔ وہ نازک پاؤں جنکے جھانجنوں کی جھنکار کانوں میں بس جاتی تھی اب نہیں حرکت کرتے تھے۔ نہ وہ کمر بندوں میں بندھے ہوئے گھنگروؤں کی چھن چھن سنائی دیتی تھی بس وہی خموشی اور سناٹا تھا جب ہر طائر بسیرا لے لیتا ہے۔ ہنس خاموش ہو جاتا ہے اور جنگل کی شہد کی مکھیاں آرام کرتی ہیں۔ تالاب کی معشوقہ کو کابیلی پر اُسوقت تک کے لیے خواب ناز غالب آجاتا ہے جب کہ صبح کا سورج اُسے بوسے لے لے کے جگائے۔ اور اُن ویران لہروں کی طرح جو موسم خزاں کے آسمان کے نیچے سنسان پڑا ہو جسپر بیشمار تارے ایک سکوت کے ساتھ جگمگا رہے ہوں۔ بس اُسی طرح اُس ظالم کا سجا ہوا کمرہ زندہ تاروں کی پری رخوں سے جگمگا رہا تھا۔ کیسے زندہ تارے؟ جنکے نور سے تاریکی بہاگی جاتی تھی۔ یہ سمان دیکھ کے وہ راجپوت رجی کا وفادار سردار چلا اُٹھا ”یہی وہ تارے ہیں جو گرمیوں میں رات کو زمین پر اُترتے

ہیں اور پھر زیادہ خوشنما ہو کے نمایاں ہوگئے ہیں تاکہ اور زیادہ آب و تاب پیدا ہو۔ میں
تھوڑی دیر تک وہ متعجب آنکھوں سے ہر نازنین پر سر سے قدم تک نظر ڈالتا اور
ان کی ادائیں دیکھتا رہا۔ آہ! ایک ظالم نازنین چت پڑی تھی اور سر پٹی کی طرف جھکا ہوا تھا۔ پیرہن
کی نیند میں ہاتھ شانے تک کھل گئے تھے۔ اور ساری کی بندشیں اور پیچ ڈھیلے ہو گئے تھے۔ مارے غیرت کے اُسکی
پیشانی کو رونق دی سی تھی ایک دوسری مہ جبین کی کمر میں لپٹ کے رہ گئے تھے۔ ایک طرف
پیارے پیارے پاؤں اپنے نورستہ شعاعیں ڈالتے ہوئے نظر پڑے۔ پازیبیں جو اُن پر
چمک رہی تھیں اُنکا پتا نہیں۔ خدا جانے بے اختیاری میں اُتر کے کہاں گئیں۔ وہاں ایک اُس کی
خواب نازمیں پھر اور اُس کی بہاری اور رونق ایک کھڑکی سی غفلت کی کروٹوں میں ملی جاتی ہے
ایک اور دلربا جہاں ایک از خود رفتگی کے عالم میں پڑی ہے جسنے سوتے وقت اپنے نازک
نازک ہاتھوں سے کپڑوں کی سب بند اور سب گرہیں ڈھیلی کر دی ہیں بے اختیاری کی ادا سے
اُدھر ایک اور پڑی ہو جسنے تمام زیور اور جواہرات نیند کے جھونکوں میں اُتار کے پھینک دئے ہیں
اور وہ اسطرح ادھر اُدھر بکھرے پڑے ہیں جسطرح کسی جنگلی اور وحشی ہاتھی نے کسی خوشنما اور
نازک پھول دار بیل کو اپنے پاؤں کے نیچے کچل کچل کے زمین پر جا بجا پھیلا دیا ہو اور اُس کے
پھول ادھر اُدھر بکھرے پڑے ہوں۔ اُدھر ایک خمار آلود باغ حسن کی خوشنما ڈالی (حور وش)
ہوش کے سناٹے میں پڑی ہے نام کو بھی حرکت نہیں محسوس ہوتی۔ سوا اسکے کہ اُسکی معتدل
خوشبودار سانسوں سے کبھی کبھی وہ جالی اُٹھ جاتی ہے جو نقاب کی طرح اُسکے منہ پر پڑی ہوئی
ہے! اسطرف ایک عاشق مزاج الھڑ اور کمسن نازنین مستانہ ادا میں پڑی ہوئی ہے اُسکا
پیارا سر ایک آئینے پر پڑا ہوا ہے۔ آہ! یہ بالکل جیسے سوسن کا پھول جو ہلکا سا جھک گیا ہو اُسکی
پنکھڑیاں خوشنمائی سے پانی پر تیر رہی ہوں۔ اسطرف ایک اور سیاہ چشم نوجوان پری وش اپنا
طنبورہ اپنے دھڑکتے ہوئے دل سے لگائے پڑی ہے گویا اُسکی خوش نصیب باہیں اُس شخص کے
گلے میں پڑی ہیں جسکے لیے وہ مدتوں ترس ترس گئے۔ یہی ہو ایک اور گلعذار مہ جبیں کی
ہاتی ایک گلدان کے گرد باہیں ڈالے پڑی ہے اور وہ گلدان ایسا خوشنما ہو رہا ہے گویا کہ نازک ہار
ڈوری دار باہیں جو اُسکے گلے میں پڑتی ہیں کیسی خوبصورت ہیں۔

اس سین کو ہمارے ناظرین نے دیکھا خیال کر لیا ہوگا کہ سنسکرت کا جادو نگار حسن و عشق کی
صحبت کا فوٹو اُتارنے میں کسقدر چابکدست اور ہوشیار ہے۔ اُسکی تصویر کھینچ کر ... اور

کتنی موثر ہے اور یہ نقشہ دلون کو کسقدر متاثر کر دیتا ہے۔ اسکے بعد ہم ایک اور سین دکھاتے ہیں جس مین سنسکرت کے موجد شعر و سخن اور رام چندر جی کے نامور معرف نے راون کے بھائی کنبھ کرن کی حالت دکھائی ہے جو راون کی طرف کا سب سے بڑا سرور اور عجیب و غریب خلقت کا راکشس بتایا گیا ہے۔ اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ سنسکرت مین کنبھ پانی کے گھڑے کو کہتے ہین اور کرن کے معنی کان۔ اُس دیوزاد کے کان اتنے بڑے تھے کہ ہر کان مین ایک پورا گھڑا سما جاتا تھا۔ راکشس راون کے بھائی کی بھوک اس قیامت کی کہ چھ مہینے کی غذا ایک دن مین چٹ کر جایا کرتا تھا۔ دنیا کو ڈر پیدا ہوا کہ کہین یہ کھا جائے گا۔ خدا نے دنیا کو اُسکے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ حکم دیا کہ وہ چھ مہینے تک برابر سوئے اور چھ مہینے کے بعد صرف ایک دن کے لیے جاگا کرے۔ اور اُسی دن چھ مہینے کا کھانا کھا لیا کرے۔ اور پھر سو رہے تاکہ زمین کی پیداوار ضائع نہ ہونے پائے۔ رامچندر جی نے جب لنکا پر حملہ کیا تو راکشسون کو ضرورت ہوئی کہ اپنی سب فوجون کو جمع کرین۔ اس سوتے ہوے دیو کے جگانے مین اُنہین بڑی بڑی زبردستیان کرنا پڑین۔ آخر بڑی مشکلون سے کامیابی ہوئی۔ اس موقع پر والمیکی کے قلم سے جو دُرہاے آبدار ظاہر ہوے ہین اُنکو بھی دلچسپ خیال کر کے ہم نقل کرتے ہین:—

راون لنکا کے پھاٹک پر شکست کھا کے نہایت بدحواس ہو کے ٹوٹے ہوے دل سے بھاگا جسطرح وہ زخمی ہاتھی جو شیر کی جست کے سامنے گر پڑتا ہے اور گھبرا کے چیخ اُٹھتا ہے اور سمجھ جاتا ہے کہ شیر کے پہاڑ کھانے والے دانت ایسے ہو گئے ہین۔ یا اُس بڑے مہیب سانپ کی طرح جو چڑیون کے بادشاہ کے پھڑپھڑاتے ہوے بازوون اور کینہ ور پنجون کے نیچے پڑا تا ہو۔ تیر جنکو رامچندر جی برسا رہے تھے اُنکی وجہ سے ایسا خوف اور ایسا اضطراب راون کے دل مین پیدا ہو گیا تھا۔ کیسے تیر؟ جنکے گرد بجلی کے شعلے لپٹے ہوے تھے۔ بالکل اُن بڑے تیرون کی طرح جو دنیا کا خاتمہ کر دیا کرتے ہین۔ آخر وہ اپنے محل مین گیا۔ اپنے سونے کے پاٹ پر تکیہ لگا کے بیٹھا اور غضب آلود شعلہ برسانے والی آنکھین نیچی کر کے ماتم اور ذلت کے لہجہ مین بولا: دیوو! افسوس! ساری محنت بیکار رہے۔ کوئی نتیجہ نہین ہوا۔ ایک عمر کی تکلیف سب اکارت گئی۔ اگر ایک آدم زاد بہادر سے مین ڈر جاؤن۔ پر دیوتاؤن کا تابو نہین چلتا۔ اندر نے مجھے اپنا سردار مان لیا۔ اور ایک زمانے سے

ڈر جاؤن! برہما کے وہ الفاظ جنمین اُنہون نے میری قسمت کی نسبت پیشین گوئی
کی تھی جنکو سنے بہت زمانہ ہوا اب افسوس ہے میری روح اُن الفاظ کو یاد دلاتی ہے۔
اُنکے یہ کلمات مجھے رہ رہ کے یاد آتے ہین "مغرور اور خود فراموش دیو ڈرتا رہ۔ ناچیز
انسان کے ہاتھ سے تباہ و برباد ہونے کا خوف ہر وقت اپنے پیش نظر رکھ۔ میری دعا
اور میرے حکم سے تجھکو کوئی دیوتا کوئی فرشتہ کوئی شیطان کوئی درندہ اور کوئی سانپ
صدمہ نہ پہونچا سکے گا۔ ان سب سے تو محفوظ رہیگا۔ انکی قوت و طاقت سے تیری زندگی
کا طلسم نہ ٹوٹنے کا۔ فقط انسان کے مقابلہ مین تیری جان محفوظ نہین ہے۔" مجھے یقین ہے
کہ وہ وقت موعود سر پر آگیا۔ اب سنو۔ ہر سردار اپنے اپنے مقام پر دوڑ جاے۔ چیدہ چیدہ
سپاہی اپنے ہمراہ لے اور شہر کے گلی کوچون کی حفاظت کرے۔ دیوزاد دربانون کی طرح
لنکا کی فصیل پر پہرا دین اور رکھبہ کرن جسکے سامنے دیوتاؤن کی آنکھین بھی خوف سے جھپک
جاتی ہین اُسکو جا کے بیدار کرو وہ گہری نیند مین غافل پڑا سوتا ہے۔ کئی مہینے سے نیند کے
جادو مین مبتلا ہے۔ اور آزاد اور بے فکر ہو رہا ہے۔ جاؤ۔ اُسے اُٹھاؤ۔ وہ ہمارا سب سے
بڑا جوانمرد اور سب سے بہتر ہے۔ دشمنون کو اُسکے سامنے بہت جلد شکست ہو جائے گی۔"
راکشس اپنے مالک کا حکم بجا لائے اور ڈرتے کانپتے ہوے اُس کی بزم سے جدا ہو کے
بہت سے پھولون کے خوشبودار ہار اور ناشتہ کے لیے خون کے بہت سے نادے اور گوشت
کے بورے لے کے چلے۔ اُس غار کے قریب پہونچے جہان وہ مہیب دیو پڑا خراٹے لے رہا تھا
یہ غار اتنا بڑا تھا کہ ہر طرف تین تین میل کا طول و عرض تھا مگر اُس کی سانسون کی آندھی کے
جھونکے اسقدر زور زور سے چل رہی تھی کہ کوئی بہادر سے بہادر شخص بھی بڑی مشکلون سے
اندر جا سکا۔ وہان جا کے دیکھا کہ وہ دیو ہاتھ پاؤن پھیلائے ایک بڑے بھاری پلنگ پر
پڑا ہوا ہے۔ بھینس سور اور ہرن کا گوشت جو اُسکی مرغوب غذا تھی اُسکے مُنہ کے سامنے بہت
ڈھیر کر دیا۔ غار کو بخوبی خوشبودار دھوؤن سے معطر کر دیا۔ یہ سب سامان کر کے خوبصورت اردن
سے اُس کے منہ پر ہوا دینے لگے۔ سفید سفید اور شفاف سنکھ منہ سے لگا کے زور زور سے
بجانے لگے اور گانا شروع کیا۔ سارا غار دیوؤن کے راگ سے گونج اُٹھا۔ جب یون بھی
خبر نہ ہوئی تو سب راکشس زور زور سے اپنے اپنے سینے کوٹنے اور پیٹنے لگے۔ ان آوازون
سے بادل کے گرجنے کی آواز پیدا ہوتی تھی اور اُس غار مین ایک اور مہیب ہنگامہ مچ گیا۔

بھانجھ۔ ڈھول۔ نرسنگھے اور قرنا کی آوازین زور و شور سے بلند تھین۔ اسکے ساتھ راکشسون نے اپنی رجز خوانی سے اور شور غل مچا رکھا تھا۔ انکی سینہ کوبی اسپر بھی طرہ تھی۔ یہ آوازین ایسی کریہہ اور مہیب تھین کہ چڑیان مرمر کے ٹہنیون پر سے گر پڑین۔ مگر قیامت کے سونے والے کمبھ کرن کے کان پر جون تک نہ رینگی۔ وہ اپنے آرام سے پاؤن پھیلائے سویا ہی کیے آخر ان راکشسون نے بڑے بڑے سونٹے اور لٹھ اٹھائے لیے اور اس کے سینہ کو جسپر بالون کا جنگل لگا تھا زور زور سے پیٹنا شروع کیا۔ اسکے علاوہ بڑی بڑی چٹانین اٹھا اٹھا کے اسے مارنے لگے۔ اسپر بھی انہون نے کروٹ نہ بدلی اور نہ ان لاٹھیون کی چوٹ اور نہ ان چٹانون کی دھمک انکو محسوس ہوئی مجبور ہو کے پھر سب نے ملکے ایک مرتبہ اور زور سے سنکھ اور ڈھول وغیرہ بجانا شروع کیے اور زیادہ زناٹے سے لاٹھیان موگریان چٹانین اسپر پڑنے لگین۔ اسکے علاوہ ہاتھیون کی چنگھاڑ اونٹ کے بلبلانے اور گھوڑون کے ہنہنانے سے بھی ان کے جگانے مین مدد لی گئی۔ مگر ان کی آنکھ نہ کھلنا تھی نہ کھلی۔ تب تو راکشسون کو بڑا غصہ آیا۔ صدہا گھڑے پانی انکے سر پر ڈالدیا۔ بڑھ بڑھ کے دانتون اور پنجون سے کان اور بال نوچنے لگے۔ کئی ایک لٹھ ایک مین باندھے انکے سر اور منہ پر خوب خوب کوبے کاری کرنے لگے۔ جنگلی ہاتھیون کو انکے جسم اور ہاتھ پاؤن پر دوڑایا اس غیر معمولی بوجھ سے میان کمبھ کرن کی آنکھ کھلی۔ اس دیو نے اپنے بدن کو حرکت دی۔ چونکا اور ہوشیار ہوا۔ زخمون اور اس مار کی گویا اسے خبر بھی نہ ہوئی۔ بھوکا پیاسا ایک بے پروائی کی وضع سے جمہائی لے کے اٹھا۔ اسکا منہ پہاڑ یا دوزخ کی طرح کھلا۔ جسکے اندر لال لال جبڑون کا رنگ ایسا سرخ تھا جیسے آفتاب جس گھڑی میرو پہاڑ کے پہلو مین چمک رہا ہو۔ اسکی چلتی ہوئی سانس مین ایک گرج کی سی آواز تھی بعینہ جیسے وہ آندھی جسکے جھونکے پہاڑون کو ٹکراتے ہوئے آتے ہون۔ اسنے اپنا گھوڑے کا ایسا منہ اٹھایا جسمین جھاڑو کے ایسے دمدار تارے کی طرح آنکھین چمک رہی تھین۔ اسکی صورت سے موت کی ہولناک صورت یاد آ جاتی تھی۔ اسکو اس مہیب وضع سے کھڑا دیکھ کے راکشسون نے بھینس سور اور ہرن کے گوشت کے انبار کی طرف اشارہ کیا۔ اشارہ پاتے ہی دیو نے گوشت خون اور شراب حلق تک ٹھونس لی جب اسے کھانے سے فراغت ہوئی تو دیوتون کو اسکے قریب جانے کی جرات ہوئی۔ سبھون نے بڑھ کے نوت اور تعظیم سے سر جھکا دیا۔ کمبھ کرن کی آنکھین غنین ابھی جاگ اٹھی کی

وجہ سے نیند بھری ہوئی تھی نیلی پیلی کین - چار وں طرف منہ پھیر پھیر کے دیکھا - اور رات کے رہنران راکشسون کی طرف خطاب کرکے کہا "تم سب نے مجھے کیون جگا دیا کسی ایسی وجہ سے مجکو جگانے کی کوئی جرأت نہین کر سکتا - کہو راون خیریت سے تو ہے ؟ یا نہین کسی اور بات کا ڈر ہے کہ تمنے مجھے جگا کے تکلیف دی - میری بات کان لگا کے سن لو - دیوون کا بادشاہ خوف سے کانپے گا - آگ بجھہ جائے گی - اور خود اندر مرا ہوگا قبل اسکے کہ وہ بے فائدہ مجھے نیند سے جگا سکے"

عقلمند یوپکش نے عاجزی کے لہجے مین جواب دیا "آج تک نہ کسی دیو نے نہ کسی دیوتا نے ہمارا مقابلہ کیا - مگر ہمارے شہر کے سونے کی دیوارون پر انسانون کی فوج نے حملہ کیا - اور ہمین خوف ہے کہ کہین وہ غالب نہ آجائین کیونکہ رامچندر بہت سے آدم زاد اپنی بیوی کی بے حرمتی کا بدلہ لینے کے لیے لائے ہین اور بڑی خونخوار جنگ کا اندیشہ ہے - لنکا مین دشمنی کی آگ بھڑک رہی ہے - راون اپنے بڑے بڑے سورما اور عزیزون کی لاشون پر رو رہا ہے - ہم ہی نہین ہمارا بادشاہ جسکے قدم کو آج تک کبھی لغزش نہین ہوئی - اور جو دیوون اور آسمانون کی فوجون سے مقابلہ کر چکا ہے - اب اس پر بھی خوف طاری ہو گیا ہے - رامچندر سے اسنے شکست کھائی - اور رام چندر نے اسکی جان بخشی کی" یہ سنکر کمبھ کرن بولا "مین جا کے سب کا خوب بدلہ لونگا - آدم زاد کی فوجون کو اپنے پاؤن کے نیچے روندون گا - تب بادشاہ فتح سے خوش ہوگا شہزادون کا خون مین پیونگا - اور تم فوج بھر کا خون پینا - اچھا ؟"

راقمہ - محمد عبد الستار
از فرنگی محل لکھنؤ -

کتابونکا جدید کارخانہ

ہم بڑی خوشی سے اپنے ناظرین کو مطلع کرتے ہین کہ اپنے احباب کی ضرورتین دیکھہ کے ہمنے عام طور پر انتظام کر دیا ہے کہ جتنی اور جس قسم کی اور جو کتابین وہ مانگین دفتر دلگداز کے ذریعے سے انکو دی جائین - جو کتاب جہان تک ہم پہونچ سکیگی دفتر دلگداز اسکو اپنی ذمہ داری سے فراہم کر دے گا - لہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ جن صاحبون کو جس کتاب کی ضرورت ہو تحریر فرمائین فوراً روانہ ہوگی - محمد عبد الحلیم شرر مہتمم دلگداز و مہذب

دہلی مرحوم

ہندوستان کا قدیم دارالخلافت دہلی ایک ایسا شہر ہے جسکی تاریخ کی طرف توجہ کی جائے تو ہمیں بہ نسبت دیگر مقامات کے یہاں زیادہ دلچسپی کے سامان نظر آئیں۔ افسوس اس شہر کی تاریخ کی طرف بہت کم توجہ کی گئی۔ جسطرح حافظ ابوالقاسم علی بن حسن عساکری نے شہر دمشق کی تاریخ اسی جلدون مین لکھی تھی اور جسطرح ابوبکر خطیب بغدادی نے شہر بغداد کی تاریخ دس جلدون مین لکھی تھی اسی طرح ضرورت تھی کہ قدمائے ہندوستان مین سے کوئی حوصلہ مند اور واقعہ نگار رجال دہلی کی بھی ایک مکمل تاریخ لکھتا۔ مذکورہ علمائے اسلام نے اپنی تاریخین اسطرح مکمل کی ہین کہ جس شہر کی تاریخ لکھی ہے وہان کے بادشاہون امرا اور فضلا اور تمام نامور علما کے تفصیلی حالات۔ شہر کے تغیرات اسکی ترقیان اور اس کے تنزل وہان کی مشہور عمارتون محلون اور مسجدون غرض تمام باتون کو حتے الامکان قلمبند کردیا ہے۔ خاص دہلی کی تاریخ اول تو کوئی لکھی گئی ہی نہیں۔ اگر کچھ پتا چلتا ہے تو اُن تاریخون سے جو عام پولٹیکل حالات ہند متعلق لکھی گئی ہین صرف ایک منفرد کوشش آنریبل سر سید احمد خان بہادر نے البتہ کی کہ اپنی کتاب "آثار الصنادید" مین اُنھون نے دہلی کی کل عمارتون کا حال لکھا ہے۔ اور جہان تک ممکن ہوا ہے اُن عمارتون کی تاریخ بھی تصریح کے ساتھ بتانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ کسی منفرد کوشش کو کبھی پوری کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی۔ آثار الصنادید کی عبارت بتا رہی ہے کہ سید صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اُس کو تحقیق و تفتیش سے کم تعلق ہے۔ بلکہ اُنھون نے اپنے خیالات کو عام مذاق کی سطح پر قائم کیا ہے اور عام لوگون کی بتائی ہوئی باتون کو یکجا کردیا ہے افسوس سید صاحب کو شاید اتنی مہلت نہ ملی۔ ورنہ اگر وہ ہندوستان کی تمام تاریخون کے ورق اُلٹ کے اور خوب تدقیق و تنقید سے کام لے کے اپنی بے مثل کتاب کا دوسرا ایڈیشن خود دیتے

مرتب کرتے تو وہ کتاب لاجواب اور بے مثل ہو جاتی۔ مگر سچ یہ ہے کہ انھون نے
جو کچھ کیا یہی غنیمت بلکہ بہت ہے۔ غریب دہلی ایسی حسرت نصیب ہے کہ اب تو
اُس کے زوال کا زمانہ ہے جب وہ عروج پر تھی اُس وقت کا اگر خیال کیجیے تو کوئی
اُسکا پوچھنے والا بھی نہ تھا۔

آج دہلی مین جائیے اُس کے اطراف مین پھریے۔ ٹوٹی اور قدامت کی مار کھائی ہوئی
عمارتون کو دیکھیے تو حسرت لئے ہوئی رنگینی کا عجیب عالم نما شان نظر آئے گا۔ ہر عمارت
جو کچھ زبان حال سے کہہ رہی ہے اگر اُس کی طرف دل لگائے وہ کان نہ لگائے جائین تو بھی
ہم اپنے قیاس اور اندازون سے کام لے کے اُس وقت کی تصویر کا بارونق نقشہ آنکھون کے سامنے
قائم کر لیتے ہین اور اپنی آنکھون سے دیکھ سکتے ہین کہ اُس عمارت پر اگلے دنون کیا
رونق رہی ہوگی اور وہ کیسی فرحت و انبساط کی جگہ ہوگی۔ ہم چاہتے ہین کہ تاریخون کے ورق
اُلٹ کے دہلی کی گذشتہ رونق دکھائین اور اپنے ہم وطنون کو ایسے ہی اثرات سے
سنا کے متاثر کرین۔ لیکن افسوس ہے ہمین اُن کتابون اور تاریخون سے اس امر
کسی قسم کی مدد نہین ملسکتی جو خاص ہندوستان کے مسلمان مورخین نے لکھی ہین
ہان اگر ہم غیر مقامات کے آنے والون اور اُس عہد مین دہلی کا تماشا دیکھکے اپنے
ہم وطنون سے بیان کرنے والون کی طرف توجہ کرین تو غالباً یہ امر لطف انگیز ہوگا
مغلیہ خاندان کے ابتدائی اور وسطی عہدون مین بعض یورپین بھی یہان آئے تھے جنھون
نے اپنے سفرنامون مین ہندوستان کی اُس اگلی سوسائیٹی کی تصویرین دکھائی ہین۔
ایسے سفرنامون کو اہل ملک بکثرت دیکھ چکے ہین۔ ڈاکٹر برنی آر کا سفرنامہ خلیفہ سید
محمد حسن صاحب وزیر پٹیالہ کی کوشش سے آج اہل ملک کے ہاتھون مین ہے ہم ابن
بطوطہ کی طرف توجہ کرتے ہین تو تیمور بانی خاندان مغلیہ سے بھی پہلے ہندوستان مین آیا
تھا۔ عام خیال ہوگا۔ اور جہان تک ہمنے سنا ہے ہم کہہ سکتے ہین کہ اکثر لوگون کی یہی رائے
ہے کہ دہلی کی زیادہ شان و شوکت اور آبادی کی رونق شاہجہان کے بعد سے ہوئی
موجودہ عمارتین جو قدامت کی یادگار کی حیثیت سے ہمارے زمانے تک باقی رہی
ہین اُنمین سے جو زیادہ قابل قدر اور موجب استعجاب ہین اُنکا بانی شاہجہان ہی تھا
لیکن ہمین معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیاس غلط ہے۔ دہلی کی رونق خاندان مغلیہ سے پہلے بھی

بہت ترقی پر تھی - اور یہاں کا دربار اُن دنون بڑا باجاہ و جلال دربار خیال کیا جاتا تھا - صرف گویا اپنے دعوی کے ثبوت کے لیے ہم وہ حالات پبلک کے سامنے پیش کرتے ہین جو ابن بطوطہ نے دہلی مین آکے اپنے چشم دید بیان کیے ہین ۔ ۷۳۴ ہجری مین ابن بطوطہ کو شہر دہلی کی زیارت نصیب ہوئی تھی - بیان کرتا ہے کہ قصبہ پالم ہوا ایک بہت بڑے معزز اور مقرب بادشاہ سلطان رئیس سید شریف ناصر الدین مطہری کی جاگیر مین تھا وہان سے روانہ ہو کے دوسرے روز مین خاص دار الخلافت دہلی مین داخل ہوا - یہ ایک بڑا عظیم الشان شہر ہے - آبادی بہت زیادہ ہے - مضبوطی اور خوبصورتی دونون اعتبار سے بے مثل اور لاجواب ہے جیسی مضبوط شہر پناہ دہلی کے گرد بنی ہوئی ہے ویسی عمدہ اور مستحکم شہر پناہ دنیا کے کسی شہر مین نہین ہے - تمام بلاد ہندوستان ہی پر نہین - بلکہ ساری مشرقی دنیا کے اسلامی شہرون پر دہلی کو ترجیح ہے - فی الحال دہلی چار مختلف شہرون پر منقسم ہے - جو قریب اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہین - وہ حصہ جو خاص دہلی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ تو وہ ٹکڑا ہے جو قدیم شہر ہے اور ہندون کا آباد کیا ہوا ہے - جسکو ۵۸۴ ہجری مین مسلمانون نے فتح کیا تھا - (اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ دہلی کو مسلمانون کے قبضہ مین آئے صرف ۱۵۲ برس ہی گذرے تھے جبکہ ابن بطوطہ ہندوستان مین آیا ہے - اب اس کے بعد ہم اندازہ کر سکین گے کہ اس ڈیڑھ سو برس کی مدت مین سلطان فرمانروائون نے دہلی مین کیسی عمارتین بنائین اور اسکو کیسی رونق دی تھی) دوسرا حصہ شہر جسے سیری کہتے ہین وہی دار الخلافت کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے جو پیشتر سلطان علاء الدین اور اُسکے بیٹے قطب الدین کا مستقر خلافت تھا۔

یہ شہر سلطان وقت نے خلیفہ مستنصر باللہ عباسی کے نواسے غیاث الدین کو دیدیا تھا - تیسرا شہر تغلق آباد کہلاتا ہے جسکو سلطان محمد تغلق جسکے عہد مین مجھے ہندوستان کی زیارت نصیب ہوئی اُس کے والد مرحوم سلطان غیاث الدین تغلق نے آباد کیا تھا - اسکے آباد ہونے کی ابن بطوطہ نے عجیب وجہ بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ غیاث الدین تخت نشین ہونے کے پہلے جب سلطان قطب الدین کے امراے دربار مین تھا تو اتفاقاً ایک روز سلطان قطب الدین کا ایک خوش سواد اور مناسب

مقام پر گذر ہوا۔ غیاث الدین نے بادشاہ کی خدمت مین دست بستہ عرض کیا کہ
”خداوند عالم اگر اس مقام پر شاہی قصر اور شہر آباد ہوتا تو نہایت مناسب تھا“
قطب الدین نے استہزا کے لہجے مین کہا ”اچھا جب تم بادشاہ ہونا تو
ایسا ہی کرنا“ خدا کی قدرت کہ قطب الدین کے بعد تاج شاہی غیاث الدین ہی کے
سر پر رکھا گیا۔ اُسنے اپنے دل مین کہا کہ ”اب خدا نے میرے ولی نعمت کی آرزو
پوری کردی تو مجھے بھی اُسکا قول پورا کرنا چاہیے“ لہذا اس شہر کی بنیاد ڈالی
اور نہایت وسعت و شان سے آباد کیا اور یہ تھا شہر جہان پناہ کے نام سے
نامزد ہے۔ اور سلطان عصر سلطان محمد تغلق اس شہر مین رہتا ہے۔ یہ بڑا اولو العزم
بادشاہ ہے۔ اُسنے ارادہ کیا تھا کہ ایک اتنی بڑی شہر پناہ بنائی کہ شہر دہلی کو چارون
حصے اُسکے اندر آجائین بلکہ یہ کام شروع بھی کردیا گیا تھا۔ مگر بوجہ زیادتی مصارف
کے بغیر تکمیل ادھورے چھوڑ دیا گیا۔ قدیم شہر پناہ دہلی جو عرصہ سے قائم ہے وہ ایسی
مستحکم اور مضبوط ہے کہ اُس کے برابر مضبوط اور ویسی عجیب و غریب شہر پناہ دنیا کے
کسی شہر کے گرد نہ ہوگی۔ دیوار کا آثار گیارہ گز رکھا گیا ہے اور سارے شہر کے
گرد دیوار اتنی ہی چوڑی ہے۔ جابجا اُسمین مکانات بنے ہوئے ہین جنمین محافظین
شہر اور اکثر اہل پولیس رہا کرتے ہین۔ اس شہر پناہ کے اندر جابجا کوٹھے ہین جن مین
غلہ بھرا رہتا ہے۔ اور نہایت حفاظت سے رہا کرتا ہے۔ اور بعض جگہ اس شہر پناہ مین
اسلحہ اور جنگی ضروریات کا سامان فراہم رہتا ہے۔ لیکن غلہ جس حفاظت سے ان
کوٹھون مین رہتا ہے اسپر مجھے بھی حیرت ہے۔ مدتون رہتا ہے۔ نہ کسی قسم کا تغیر
ہوتا ہے اور نہ اُسمین کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ ان کوٹھون سے چاول
نکالے گئے تھے۔ اُنکو خود مینے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ ہان رنگ مین تو میلاپن آگیا
تھا مگر مزے مین ذرا فرق نہ تھا۔ ان کوٹھون مین جو کچھ غلہ تھا سب سلطان بلبن کا
فراہم کیا ہوا تھا۔ جسکو نوے برس کا زمانہ گذر چکا تھا۔ اس شہر پناہ پر دو سوار نہایت
آسانی سے دوڑ سکتے ہین۔ دیوار نیچے سے چوڑی ہے اور اوپر سوارون کی دوڑنے
کے قابل وسعت چھوڑ کے دیوار کا ایک حلقہ قائم کیا گیا ہے جسکی وجہ سے سوار شہر کی
طرف سے تو نظر آسکتے ہین لیکن باہر سے کوئی اُنھین نہین دیکھ سکتا۔ نیچے کا حصہ پتھر کا

بنا ہوا ہے - اور اوپر کی دیوار انیٹ اور چونے سے قائم کی گئی ہے - بلندی پر قریب قریب ہر برج چلے گئے ہین جو نہایت خوشنما اور بہت ہی بکار آمد ہین شہر پناہ کے ۲۰ دروازے ہین - سب سے بڑا دروازہ بداؤن دروازہ ہے - باقی ایک سندھی دروازہ - ایک گل دروازہ شاہ دروازہ - غزنی دروازہ اور پیچون دروازہ ہے جسکے باہر دہلی کا قبرستان واقع ہے - اکثر قبرون پر گنبد بنے ہین اور گنبد نہین تو ہر قبر کے پاس ایک طاق منقش بنا ہوا ہے - اس قبرستان مین جا بجا پہلدار درخت لگے ہوے ہین - کہین کہین شہتوت ہی ہو - کہین راسے بیل دوڑی ہوئی ہے کسی طرف چنبیلی ہے - اور کسی جگہ ببایہ لگ رہے ہے جو ہمیشہ کھلے رہتے ہین - اور بازار قبرستان مہکا کرتا ہے -

دہلی کی جامع مسجد دیکھنے کے قابل ہے - اُسکے آگے بہت بڑا اور وسیع صحن ہے - دیوارین چھت اور فرش جس چیز کو دیکھیے سنگ مرمر کی ہے جسکو عجیب صنعت سے ہموار کیا ہے - اور سیسہ پگہلا پگہلا کے ان پتھرون کی جڑائی کی گئی ہے جس سے ایسا مضبوط جوڑ اور سطح بیٹھ گئی ہے کہ کوئی چیز الگ ہی نہین سکتا - لکڑی کا کہین نام ہی نہین اس جامع مسجد کے تین گنبد ہین - ممبر بہی پتہر کا ہے چارون طرف عمارت ہی - درمیان میں ایک عجیب و غریب ستون ہے جسکی نسبت اسوقت تک یہ نہین دریافت ہو سکا کہ کس دہات کا بنا ہوا ہے - بعض محققین ہندوستان نے مجھسے بیان کیا کہ سات قسم کی دہاتون سے ترکیب دیکے ایک نیا دہات بنایا جاتا ہے جسے یہان فارسی زبان مین ہفت جوش کہتے ہین - یہ ستون بہی اُسی دہات سے بنایا گیا ہی - اس ستون کے تھوڑے حصے پر جلا دے دی گئی ہی - جو نہایت ہی آبداری کے ساتھ ضو اور شعاعین ڈالتا ہے - اور مضبوط اسقدر ہے کہ اُسپر لوہا بالکل اثر نہین کر سکتا - کوئی آلہ اسکو نہین کاٹ سکتا یہ ستون تیس گز لمبا ہے اور اُس کے دور کو مینے اپنے عمامہ سے ناپا تہا جسقدر حصہ اُسکی لپیٹ مین آگیا وہ آٹھ گز تہا مسجد کے مشرقی دروازے پر تانبے کے دو بڑے بڑے بت پڑے ہوے ہین جو پتھریلی زمین پر جم گئے ہین -

جس جگہ پر یہ مسجد بنی ہے وہان قدیم بت خانہ تہا - مسلمانون نے فتح کرنے کے بعد اُسے مسجد بنا لیا - مسجد کے شمالی حصہ صحن مین ایک اتنا بڑا مینار ہے جسکی نظیر سے تمام

بلاد اسلام خالی ہین - یہ عجیب و غریب مینار (جسے اب لوگ قطب صاحب کا لاٹھ کہتے ہین) بخلاف ساری مسجد کے سنگ سرخ سے بنایا گیا ہے - مسجد کے اور تمام حصون مین سنگ مرمر لگایا گیا ہے - اس کے علاوہ مینار کے پتھر مین یہ بھی لطف پیدا کیا گیا ہے کہ اس کے پتھر پر کھود کر نقش و نگار بنا لیے گئے ہین - بلندی بہت زیادہ ہے - چوڑی سنگ مرمر کی ہے اور اُسکے حاشیون اور کنارون پر طلاکاری ہے اُسکی بلندی پر چڑھنے کے لیے راستہ اتنا وسیع رکھا گیا ہے کہ ہاتھی بخوبی چڑھ سکتا ہے بلکہ ایک معتبر و مستند شخص نے مجھسے بیان کیا کہ جن دنون یہ مینار بن رہا تھا اُن دنون مینے اپنی آنکھہ سے پتھر لاد کے لیجانے والے ہاتھیون کو اُسپر چڑھتے دیکھا تھا اس مینار کو سلطان معز الدین بن ناصر الدین بن سلطان غیاث الدین بلبن نے تعمیر کیا تھا - اُسکے بعد سلطان قطب الدین نے ارادہ کیا کہ مغربی حصہ صحن مین بھی ایک مینار اُس مینار سے زیادہ بلند اور بڑا تعمیر کرائے - اسپر عمل شروع کر دیا گیا - ایک ثلث حصہ مینار کا بن بھی گیا تھا لیکن سلطان قطب الدین کی عمر نے وفا نہ کی اور قبل تکمیل کے مر گیا - پھر سلطان محمد نے ارادہ کیا کہ اُس مینار کو پورا کر دے مگر پھر خدا جانے کس وجہ سے منحوس خیال کر کے چھوڑ دیا - اسکی وسعت اتنی رکھی گئی تھی کہ تین برابر ایک ساتھہ تین تین ہاتھی چڑھ سکتے تھے اور یہ ثلث جسقدر بنا ہے - بلندی مین اُس پہلے مینار کے برابر ہے یعنی اگر تکمیل کو پہونچتا تو اُسکا تگنا بلند ہو جاتا ایک مرتبہ مین اسکی بلندی پر چڑھا تھا مجھے وہان سے تمام بڑے بڑے مکانات شہر کے نظر آتے اور شہر پناہ کی دیوارین باوجود اپنی بلندی اور رفعت کے وہان سے نہایت ہی پست اور ذرا ذرا سی معلوم ہوتی تھین - اور اچھے خاصے توانا و تندرست اور قوی ہیکل آدمی وہان سے مجھے چھوٹے چھوٹے بچون کے برابر معلوم ہوتے تھے - اس مینار کی بلندی جسقدر ہے اُس کی جانب کسی کا خیال ہی نہین جاتا ہے - اسلیے کہ اُسکا پھیلاؤ اور دور اتنا زیادہ ہے کہ کوئی اُسے دیکھ کے اُتنا بلند نہین تصور کر سکتا ہے -

سلطان قطب الدین نے ارادہ کیا تھا کہ شہر کے حصہ سیری مین جسے دار الخلافت کہتے ہین ایک اور جامع مسجد تعمیر کرے جو رفعت و شان مین کل گذشتہ عمارتون سے بڑھ کے ہو - مگر سوا سامنے کی دیوار اور محرابون کے کچھ بن نہ سکا - اُسمین چار قسم کے

پتھر لگائے گئے تھے سنگ مرمر۔ سنگ موسے۔ سنگ سرخ۔ اور سنگ سبز۔ اگر یہ
کہیں پوری ہو جاتی تو اسمین شک نہیں کہ ساری دنیا مین اُسکے برابر کوئی عمارت
نہ ہوتی۔ سلطان محمد نے ارادہ کیا کہ اسکو بھی تکمیل کو پہونچا دے لیکن تمام کا تخمینہ
کرایا گیا کہ صرف ضروری کا حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ پینتیس لاکھ روپیہ فقط ضروری
چیزون مین صرف ہوگا۔ پھر قیاس کیا کہ تمام مصارف کو بہت زیادہ تصور کر کے سلطان
محمد اپنے ارادے سے دست بردار ہو گیا۔ مگر مجھسے خاص سلطان نے بعض مقربین
نے بیان کیا کہ بدشگونی کے خیال سے اُسنے یہ ارادہ فسخ کر دیا اور بدشگونی یہ کہ
سلطان قطب الدین اصل بانی قبل تکمیل کے مار ڈالا گیا تھا۔

شہر دہلی کے باہر ایک بہت بڑا حوض ہے جو سلطان شمس الدین التمش کی جانب
منسوب کیا جاتا ہے۔ اہل شہر اسی کا پانی پیتے ہین۔ یہ حوض عیدگاہ کے قریب ہے
اس حوض مین اور کہین سے پانی نہین آتا ہے۔ بلکہ صرف برساتی پانی جمع ہو جایا
کرتا ہے۔ اس حوض کا طول دو میل کا ہے اور عرض ایک میل کا۔ اور اُس کے
مغربی کنارے پر جو عیدگاہ ہے پتھر کے زینے بنے ہوئے ہین اور جابجا دکانین
بنا ہین جو تلے اوپر چلی گئی ہین۔ اور ہر دکان کے نیچے زینے بنے ہین جو پانی
کے اندر تک اُترتے چلے گئے ہین۔ ہر دکان کے پہلو مین ایک برج بنا ہوا ہے جسمین
سیر کرنے والون یا تفریح کو آ نکلنے والون کے لیے نہایت عمدہ گنجایش ہے۔
حوض کے عین درمیان مین جہان سے ہر طرف برابر بعد ہے ایک بڑا برج بنا ہوا ہے
جس کی عمارت مین منقش پتھر لگایا گیا ہے۔ اور اُس کے دو درجے قرار دیدیے گئے
ہین۔ علاوہ برین وہان تک پہونچنے کا راستہ بھی ہے۔ جب پانی زیادہ ہو جاتا ہے اُن
دنون راستہ بند ہو جاتا ہے اور لوگ صرف کشتیون کے ذریعے سے جاسکتے ہین
اُس برج کے اندر مسجد ہے اور اکثر اوقات برج اور مسجد مین فقرا متوکلین سکونت پذیر
ہین۔ جب پانی خشک ہو جاتا ہے اور جابجا سے حوض کی زمین کھلجاتی ہے تو اُسمین
اکثر گنّے کھیرے اور ککڑی اور تربوز اور خربوزے کی زراعت ہوتی ہے۔

اس حوض کے علاوہ دار الخلافت اور قدیم دہلی کے درمیان مین ایک اور حوض
ہے جو مذکورہ حوض سے بڑا ہے۔ اور اُس کے گرد چالیس برج نہایت خوشنمائی اور

عظمت و شان کے ساتھ بنائے گئے ہین - اس حوض کے گرداگرد بابِ نشاط کے مکانات بنے ہین - یہین انکا ایک بہت ہی بڑا بازار ہے جسمین ایک جامع مسجد اور بہت سی چھوٹی چھوٹی مسجدین ہین - وہان کے معتبر لوگون کی زبانی مینے سُنا کہ جو طوائفین اور رنڈیان اس حلقہ مین رہتی ہین ماہ مبارک رمضان مین ان مسجدون مین جمع ہو کے تراویح پڑہا کرتی ہین - اور بہت سے امام معین ہین جو امامت کیا کرتے ہین - علی ہذا القیاس ڈوم ڈہاڑی جنکو اُسے قرابت کا علاقہ ہے اور سے تراویح مین سرگرمی دکہاتے ہین بلکہ ایک مرتبہ امیر سیف الدین کے یہان مین نے ایک تقریب مین خود دیکہا کہ ان لوگون مین سے ہر ایک کو ایک ایک جانماز دی گئی جسکو اُسنے اپنے گھٹنے کے نیچے رکہہ لیا اور جیسے ہی اذان کی آواز آئی اُٹھ کے وضو کیا اور نماز مین مشغول ہو گیا -

دہلی مین اکثر بزرگان دین کے مزار ہین جنکی زیارت نہایت عقیدت اور سرگرمی سے کی جاتی ہے - خصوص خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فقیہ نور الدین کرلانی اور فقیہ علاء الدین کرلانی کے روضے مرجع عام ہو رہے ہین -

علما بھی بڑے بڑے معتبر اور مستند موجود ہین جنمین سے ایک شیخ محمود کبا ہین - اُنکی نسبت لوگون کو خیال ہے کہ اُنہین قدرت کی جانب سے دست غیب ہے - اسلیے کہ ظاہر مین کوئی آمدنی نہین اور فیاضی کا یہ عالم ہے کہ ہزارہا روپیہ راہ خدا مین دیتے رہتے ہین شب و روز مہمانداری اور خدمت فقرا ہی مین گذرتی ہے - اور ایک عالم شیخ علاء الدین نیلی ہین - یہ ہر جمعہ کو وعظ فرمایا کرتے ہین - اُنکے وعظ مین یہ اثر ہے کہ کوئی جمعہ اس سے خالی نہین جاتا کہ لوگ آ کے اُنکے ہاتھ پر کفر و شرک سے توبہ نہ کرتے ہون اور بعضون کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اُنکی زبان سے موثر الفاظ سُن کے وجد مین آجاتے ہین اور از خود رفتہ ہو جاتے ہین -

اسقدر حال بیان کر کے ابن بطوطہ نے دہلی کی تاریخ بیان کی ہے - اور بتایا ہے کہ اسلام اس شہر مین کیونکر اور کس عہد مین آیا - اور اُسوقت سے اُسوقت تک کتنے بادشاہ گذرے - اور آخر مین آ کے کہتا ہے کہ موجودہ فرمان روا جسکے عہد مین آ کے مجھے عزت حاصل ہوئی وہ سلطان محمد شاہ ہے - اسنے باپ سلطان

غیاث الدین تغلق کے مرنے کے بعد بغیر کسی جھگڑے اور خرخشے کے اور بے اسکے کہ کوئی مزاحمت کرے وارث تاج و تخت ہوا - ایام ولی عہدی مین شاہزادہ جونہ کہلاتا تھا - تخت پر بیٹھا سلطان محمد نام اور ابوالمجاہد کنیت سے اپنے تئین مشہور کیا -

یہ عجیب الانتہا طبیعت کا بادشاہ ہے - اس کے دروازہ دولت پر جب گذریئے دو باتون سے خالی نہ پایئے گا - کبھی نہ کوئی فقیر محتاج اپنی کامیابی پر دعائین ضرور دے رہا ہوگا - اور کبھی نہ کوئی گنہگار ضرور قتل ہو رہا ہوگا - سلطان جتنا بڑا رحم دل ہے اتنا ہی بڑا سخت گیر ہے - اسکے نام کے ساتھ ان دونون اوصاف کو شہرت ہو گئی ہے - اور اسی باعث جس طرح دور دور کے محتاج اور فقرا امیدوار ہوکے دہلی کی طرف روانہ ہوتے ہین اسی طرح [illegible] سے کتنی ہی [illegible] ہو مگر جہان کسی عیاش اور ظالم شخص کے سامنے سلطان محمد تغلق کا نام لے دیجیے فوراً کانپ اٹھتا ہے - مگر لوگون کو یہ سن کے حیرت ہوگی کہ سلطان ہند باوجود ذاتی بڑی سخت گیری اور انتقام پسندی کے انتہا سے زیادہ متواضع خلیق - اور منکسر المزاج شخص ہے - بخصوص امور دینی مین - دین کا نہایت پاس کرتا ہے - نماز کے بارے مین بڑی احتیاط اور تاکید ہے - اور تارک الصلوۃ کو ضرور [illegible] سزا دیتا ہے - لیکن باوجود ان سخت گیریون کے میرا فیصلہ یہی ہے کہ جود و فیاضی اسکے مزاج مین بہ نسبت جوش انتقام کے بڑھی ہوئی ہے - اسکے افعال و حرکات کے متعلق مین ایسے ایسے واقعات نقل کرونگا جن کو مورخین نے باوجود تلاش و جستجو کے شاہان سلف مین سے کسی مین نہ پایا ہوگا - اور نہ کسی موجودہ تاجدار مین - اس کے بعد ابن بطوطہ اپنے قول کی تصدیق کرانے اور اپنی سچائی پر زور دینے کے لیے کہتا ہے کہ مین اللہ جل شانہ - ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین کی قسم کھا کے کہتا ہون کہ سلطان محمد تغلق کی خرق عادت [illegible] فیاضیان جو کچھ مین نے بیان کی ہین سب کو نہایت تحقیق [illegible] صحت پر پورا یقین کرکے لکھا ہے - اگرچہ جانتا ہون کہ بعض دل ان باتون کو محال خیال کرینگے - لیکن مین سچ کہتا ہون کہ مین نے ان سب کو گویا اپنی آنکھ سے دیکھ کے اور خوب تحقیق کرکے لکھا ہے - اور یہ تمام باتین ان دنون کل بلاد مشرق مین اس طرح مشہور ہین کہ ہر ہر بچہ جانتا ہے -

باقی آئندہ

راماین کے بعض سین

راون کا دیوزاد بھائی کمبھ کرن بھی جاگا۔ لڑائی مین اُس نے جو کچھ کیا اُس سے ہمین غرض نہین۔ اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہین کہ باوجود متواتر ناکامیون اور پے بہ پے شکستون کے جب پچھلی لڑائی مین مایوسی کے اضطراب کے ساتھ راون میدان جنگ مین آیا ہے اُسوقت اُسکی کیا حالت ہے۔ میدان جنگ کس رنگ پر تھا۔ اور لنکا کے ظالم حامی کس خیال مین تھے۔ والمیکی اپنے نظمین یاد و بہرسے موثر اور تصویر دکھانے والے الفاظ مین لکھتا ہے:۔

اُس راون نہایت ہی خونخواری کے جوش مین میدان جنگ کی طرف لپکا۔ دیوون کی فوج کے سردار اُسکے داہنے بائین ہمراہ رکاب تھے۔ وہ سب لوگ جیسے ہی اپنے شہر لنکا کے دروازے سے گذرے ہون گے ویسے ہی آفتاب دھندلا ہو گیا تھا۔ ہر چہار طرف تاریکی چھاگئی تھی۔ بادل گرج اٹھے۔ اور دہرتی دھمک دھمک اُٹھتی تھی۔ خون کے مینہ کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ جس مین سے ہراسکے گھوڑے اور خوف زدہ گھوڑے بھاگے جاتے تھے۔ سر پر گدھ برابر منڈلا رہے تھے۔ جنھون نے اپنے منحوس پرون سے اُسکے جھنڈے کو سرنگون کر دیا تھا۔ سیار جو بھوک کی آگ بجھانے کو آئے تھے اُن کے جھنڈ کے قریب سے جب راون کا رتھ گذرا تو اُن کے شور غل کی آواز میدان مین چارون طرف گونج اُٹھی۔ ان سب سے زیادہ قیامت یہ کہ آنکھ پھڑک رہی تھی اور بازو دل مین درد ہو رہا تھا جسکی وجہ سے وہ اپنے دل مین نہایت وحشت زدہ اور سخت پریشان ہو گیا۔ اُسکے چہرہ پر زردی چھاگئی۔ اور آواز بالکل سست اور نہایت ہی ضعیف و کمزور تھی۔ اُس کے ساتھ ہی پر خوف۔ جلتا بلتا شہاب ثاقب سنسناتا ہوا آسمان سے ٹوٹ کے نیچے تک چلا آیا۔ مردہ خوار طیور راون کے سر پر برابر منڈلا رہے تھے۔ اور اُسکی فوج کے گھوڑے دوڑتے وقت دوڑنے کے ساتھ روتے بھی جاتے تھے۔ یہ سب بدشگونیان نظر آرہی تھین۔ اور ایسے نحس آثار نمایان تھے۔ مگر وہ مجنون راجہ میدان جنگ مین آیا۔ اور رن پر آموجود ہوا۔ خود یم* نے اپنے ہاتھ سے اُسے ڈھکیل ڈھکیل کے اُسکی قسمت کے راستہ پر لگا دیا۔ اُس کے رتھ کے نیچے کی زمین۔ پہاڑ۔ جنگل۔ غار۔ ٹیلے۔ ندی۔ اور نالے سب کے سب یک بیک لرز گئے۔

---

* یم ملک الموت۔

یہ معلوم ہوا کہ کن بدشگونیوں اور بداقبالی کی نشانیوں کے ساتھ راون موت کے آماجگاہ یعنی لڑائی کے میدان میں آیا - یہانتک وہ آیا ہے تو اُس کا خاتمہ بھی کر دینا چاہیے - دیکھنا چاہیے کہ ایسے قوی اور مہیب ہاتھ پاؤن کے ساتھ وہ کیونکر لڑیگا - اور آخر اُس کی لڑائی کا کیا انجام ہوا - فریب - ظلم - اور بدفعلیوں کی سزا اُسے ضرور ملنا چاہیے تھی - جسکو خدا نے اسی وقت پر منتظر رکھا تھا - آخر اُسے اپنے کیے کی سزا ملی - تقدیر نے جو سامان کر رکھا تھا وہ پورا ہوا - راون مارا گیا - اُس کی لاش میدان رزم میں گری - اب اُس کے بعد کیا ہوا - یہ سین بھی دراصل ہمارے دل کا اثر کھینچتا ہے - دیکھو اور انصاف کرو کہ سنسکرت کے زندہ جاوید شاعر نامور والمیکی نے یہاں پر اپنی جادو طرازی کے کیسے جوہر دکھائے ہیں - وہ کہتا ہے :-

بیودون نے جیسے ہی دیکھا کہ اُن کا سردار مارا گیا اُنھوں نے پیٹھ پھیر دی - میدان کو چھوڑ چھوڑ کے اور صفیں توڑ توڑ کے بھاگے - کوئی کسی پہاڑ کی طرف چلا - کسی نے جنگل کی راہ لی - کوئی کسی غار میں جا کے چھپا - بالخصوص وہ جو [illegible] متلاطم سمندر میں پھاند پڑے - بعضوں کو غمزدہ اور ستم رسیدہ جو [illegible] کا خیال آیا [illegible] بوڑھوں کی آہوں پر [illegible] وہ زاری کی آوازین [illegible] استقبال کیا - آگے پیچھے فاتح فوج کے زبردست اور خونخوار جوانمرد شیر کی طرح چڑھے ہوئے تھے - گلی گلی ڈھونڈتے پھرتے تھے - اور وہان کے تمام عجائبات کو حیرت سے دیکھتے جاتے تھے - آٹھ پھاٹک سونے اور جواہرات سے جگمگا رہے تھے - آٹھ عجیب دیوارین جو اُس دیوزاد اور راکشس کے قلعہ کو گھیرے ہوئے تھیں - گنبد اور مینار جو اوپر چمک رہے تھے - بس بالکل اُن خوشنما بادلون کی طرح جو آفتاب کی کرنون سے چمک اوٹھتے ہیں - اور جو موسم خزان مین اکثر آسمان پر دکھائی دیجاتی ہیں - وبھیشن ایک بھائی کی طرح اپنے سردار اور تاجدار کی لاش پر کھڑا رو رہا تھا اور روتے روتے پرحسرت الفاظ مین کہہ رہا تھا - " اے سوار - بیر - بہادر - اور جری - ہر قسم کے ہتھیار سے کام لینے مین ہوشیار - رن مین بہادر اور آزمودہ کار - سر کا تاج کیا ہوا؟ اور خون کے بستر پہ بے بسی سے ہاتھ پاؤن پھیلائے کیون پڑے ہو؟ ریشمی مسہریان آرام کے واسطے موجود ہین - اب کیسے ہوتے ہوئے ٹھنڈی زمین پر کیون سو رہے ہو؟ اے افسوس! میرے حد سے زیادہ بہادر بھائی! آخر تمھین وہی پیش آیا جسکی نسبت میرا دل پہلے سے گواہی دیتا تھا - مگر عشق - محبت اور غرور نے تمھین اُس ہمدرد دوست کی باتین سننے سے باز رکھا جو تمھین تمھاری مجنونانہ حرکتون پر ملامت کرتا تھا - ہائے ہمارا سورج جو بڑی آب و تاب سے چمکتا تھا غروب ہو گیا! ہمارا چندرمان

رات کی چادر میں چھپ گیا - ہمارا آکاس دیا بجھ کے ٹھنڈا ہو گیا - اور سیکڑوں موجیں اُس پر سے ہو کے اور اُس کو تھپیڑے دے دے کے گذر گئیں - بے شک راجہ رام چندر جی کے تیروں کے مینہ کے آگے اُسکی روشنی اور آگ کیا کام آتی؟ حیف ہے دیووں کے اُس شاہی درخت پر جس کی شاندار بلندی دیکھنے میں ایسی خوشنما تھی اشارہ مراعات تو اُس کی کلیاں تھیں - وہ لڑکے جن سے اُس کی قوم کی رونق تھی وہ اُس کے خوشنما پھول تھے - اُس کی نفس کشی اُسکی خوشگوار بیل تھی - اور خود اُس کی عزیز روح گویا جڑ تھی - ہائے - اب پتے کچھے پھول - پھلی ہوئی ٹہنیوں کے ساتھ خود وہ شاہی درخت بھی اب سرنگون پڑا ہے "

یہ سنکے رام چندر جی پکارے "نہیں - نہیں - یہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ بہادر ہیرو اُسی طرح مرا جس طرح بہادروں کو مرنا چاہیے - اور یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ ایسی موت مرنے والوں کو ہمارے سے آدمی روئیں - صبر سے کام لو - دل کو سنبھالو - اس بیکار غم کو ضبط سے روکو - اور جو فرائض باقی ہیں اُن کو ادا کرو "

یہ بہادرانہ ہمدردی کا جواب پا کے غم زدہ وبھیشن بولا "بے شک اس کے بہادروں نے ایسے [illegible] دیوتاؤں اور اندر کی قوت توڑ دی - آج سے پہلے لڑائی میں اُس پر کبھی کسی کو غلبہ نہ ہوا - آپ سے مقابلہ کو بھی وہ بہادری سے بڑھا - حتی الامکان کوشش کی اور بہادروں کی طرح مارا گیا - بس اُسی طرح جیسے سمندر جبکہ اُس کا پانی زور کر کے بلندی پر چڑھتا ہے اور زمانہ بارش کا کھا کے قوت ٹوٹ جاتی ہے اور اپنی قوت میں آپ ہی زور سے اُلٹا آ رہتا ہے - ہمارے سرتاج کے بے وقت ہاتھ پر افسوس ہے - جو فیاض آقا - اور دوستوں کا دوست تھا - عیش و عشرت سے کام لیتا تھا - اور اپنے دوستوں پر دولت کا مینہ برساتا تھا - خوف و دہشت سے تیغ پر ہاتھ رکھ حفاظت کرتا تھا - سرکش دشمنوں کے حق میں مجسم ایک سخت سزا تھا - چاروں وید کا مقدس عالم تھا - آگ کو نہایت تعظیم و تکریم سے جلاتا تھا - ہاتھ کا سچا - اور دل کا مضبوط تھا - سخت سے سخت نفس کشیوں میں اُسکو کامیابی حاصل ہو چکی تھی - آہ - وہ دشمن جو آپ کے ہاتھ سے مارا گیا اُسے جوان مردوں اور ناموروں کی خلعت اور عزت پانے دیجیے "

رام چندر جی نے جواب دیا "دشمن جب زمین پر پڑا ہوتا ہے - اور خون میں غلطاں بے جان ہوتا پھر اُس وقت اُس کی طرف سے نفرت نہیں رہتی - فتح - کامیابی - ہمیں صلح کی زنجیروں میں باندھتی ہے اور اُس کا تقاضا ہے کہ اب ہم لڑائی کو ختم کریں - اب مناسب طریقہ سے کریا کرم ک

اور بے وجہ شرم دور کی - اس لیے کہ پاکدامنی - عفت اُن کی قوت بازو اور مددگار تھی سچائی
اور راستبازی پر بھروسہ کر کے جس نے اُن کو ہر ملامت کرنے والی کی زبان سے بے پروا
کر دیا تھا انھون نے اپنی آہین روکین - اپنی پُرنم اور آبدیدہ آنکھون کو خشک کیا - آنسو
پونچھ ڈالے - اور حیرت و تعجب کے جوش مین پیچ و تاب کھا کے اپنے شوہر کی طرف تیز چتونون
اور اُن آنکھون سے دیکھا جو جھکنا جانتی ہی نہ تھین - جب یہ حال دیکھا تو رامچندر جی بولے
"سیتا - جس قدر مجھ پر فرض تھا وہ پورا ہو گیا - دشمن پامال ہوا - اور تم بطور مال غنیمت
کے میرے ہاتھ لگین - میرے مضبوط اور قوی بازوؤن نے فتح حاصل کی - مین نے ظالم
لٹیرے کو مار ڈالا - اُس کی گستاخی اور دغابازی کا بدلا لیا - جو قسم مین نے کھائی تھی
اور جو امر مین نے اپنے اوپر فرض کر لیا تھا آج اُس کو پورا کیا - آزاد ہون اور اپنا آپ مختار
اپنی عزت اور اپنے فرض منصبی کا اب اس سے زیادہ اور کچھ تقاضا نہین ہے - یہ عجیب
و غریب پل جو متلاطم اور زور و شور سے چیخنے والے سمندر پر پھیلا ہوا ہے - یہ دیوون
کا سارا شہر جو بالکل دشمنون کے خون مین رنگا ہوا ہے - یہ بے شمار فوج جو ہمارے
دوست اور ہمدرد سردار مدد مین لائے - وہ عقلمند جو مشورہ دیتے تھے - اور وہ بہادر جو
خون بہاتے تھے - اور کیسے بہادر جو ایسے دل سے لڑتے تھے کہ لڑائی کے ہچکولون اور رن کے میدان
مین جھرجھری تک کا نام نہین لیتے تھے - اس عظیم الشان محنت کا نتیجہ آج ظاہر ہو گیا - لیکن
سنو - بی بی - اتنا سن رکھو - یہ تمھارا عشق نہ تھا جس نے سمندر پار تک میری فوج کی رہبری
کی - یہ خون کی ندیان اور نالے تمھارے لیے نہین بہائے گئے - اور نہ یہ سمجھنا کہ لنکا کی گلی
کوچون مین یہ دیوون کی لاشین گرا گرا کے کشتون کے پشتے تمھارے سبب سے باندھے
گئے - یہ تمھارے عشق کے جذبات نہ تھے جو مجھے لڑائی کے دن رن کے میدان مین تیغ ازمائی
کی ترغیب دیتے تھے - وہ امر جو موجب ملال ہوا اُس کا معاوضہ کرنے اور عزت پر جو دھبا آ گیا تھا
اُس کے مٹانے اور اصول شرافت کی جو توہین ہو گئی تھی اُس کے دفع کرنے کے لیے - سیتا تیرے نام
پر داغ آ گیا - اور شرمناک شک اور بدگمانی تیری طرف سے میرے دل مین ہے - جو تیری
محبت کو دل سے نکال کے پھینکے دیتی ہے - اب تیرے حسن و جمال کا جادو میرے دل پر
ذرا بھی نہین اثر کرتا - آہ - یہ حسن گویا ایک ایسی مشعل کی روشنی ہے جو زخم خوردہ نظر کو اذیت
دیتی ہے - بس اب جاؤ - اور جہان کا من مین آئے ارادہ کرو - خود مین اپنی زبان سے تمھین

اور پھر سے ہر جگہ کی ہوا کھانے اور سیر کرنے کی اجازت دیتا ہون - اب میرا رنواسا تمہاری سی نام عورتون کے لیے نہین ہے -

یہ سن کے سیتاجی نرم اور ناتوان آواز سے مگر اس کے ساتھ غیر قابل اظہار صدمہ سے پیچ و تاب کہاکے بولین ان راجہ - تمہارا من یہ گوارا کرتا ہے کہ ایک عالی خاندان استری کو ایسے شرمناک جملہ کہکے جدا کرو! اور یون ایک راج کنواری کو چھوڑکے جلاوطن کر دو جس طرح کوئی اسی گانے والی ہرجائی رنڈی کو جدا کرتا ہے؟ مین اپنی زندگی کے تمام اچھے گنون کی قسم کھاکے کہتے ہون کہ مین وہ نہین جو تمہارے ناسمجھی اور نامحبت اندیشی کے کلمات ظاہر کرتے ہین - اون کی وفاداری اور راستبازی پر شک کرو - مگر اُن سب شکون کو اُس سے الگ ہی رکھو جسکے ست کو سارے سنسار کی محبت اور عشق مین آزمایا ہے - میرے کمزور بدن کے گرد ہان دیو نے اپنا ناپاک ہاتھ بے شک ڈالدیا تھا - مگر سارا قصور اُس کا اور میری قسمت کا ہے - اس کو مین کیا کرسکتی تھی ایک دکھیاری عورت - اور تن تنہا - میرا دل میرا تھا - اور اب تک وہ تمہارا تھا - عزت کے دھرم کے خلاف مین نے کوئی گناہ نہین کیا - میرا سر ویسا ہی پاک و صاف ہے جیسی خالص اور صاف میری جان اور روح ہے - اور جو ایسا نہو تو میرے نام اور میری نیکنامی کو مٹادین - اور میری روح کو کبھی چین نہ لینے دین - پیارے لکشمن اُٹھو - جلدی جاؤ اور چتا تیار کرو - ایسا ناپاک بوجھ اُٹھانے کے لیے مین زندہ نہین رہ سکتی - آزادی و اطمینان حاصل کرنے اور اپنی زندگی کو بےعزتی کے دامنون سے پاک کرنے کے لیے مجھے اور کوئی صورت نہین نظر آتی "

یہ سین جو رام چندرجی اور سیتاجی کے ملنے کا تھا وہ بھی تمام ہوگیا - لیکن ناظرین کا دل ابتک لگا ہوا ہے - وہ بےچینی سے منتظر ہین کہ سیتاجی کو راستبازی کے امتحان مین کامیاب ہوتے اور رام چندرجی کو اجودھیا کے پاٹ پر بیٹھے بہت جلد دیکھ لین - لہذا رامائن کے مختلف واقعات مین سے منتخب کرکے اتنا ہم اور بیان کیے دیتے ہین :-

سیتاجی نے شریفانہ استقلال سے امتحان دیا - اور اپنا نازک بدن آگ کے سپرد کردیا - فوراً ہی جیسے ہی سیتاجی آگ مین کودین ویسے ہی ہوا کے دیوتا نمودار ہوئے - اور ایشور کی زبان سے ان کی عزت بچی اور اُن کا دامن پاک اور بےلوث ثابت ہوا - راستبازی کا ثبوت پاتے ہی رام چندرجی دوڑے اور اپنی وفادار بی بی کو گلے سے لگا لیا - کون بی بی جو

بے داغ - پاک وصاف - اور ملامت و الزام سے محفوظ ثابت ہوئی تھی - رام چندر جی نے
آگ کے دیوتا اور اس دیوتا کے مقدس باپ کی فرمان برداری کی - جیسے وہ دونون دیوتا
اس مالک آسمان کے اطاعت گزین ہین - دیوتا اور بڑے بڑے رشی اور منی قریب تھے -
اور ان کے اچھے کام پر خوش ہو کے انعام و اکرام سے سرفراز کیا - ان کا مقصود پورا ہوا -
آرزو بر آئی - دشمن رد ہوا - فتح مندی کا ٹیکا ان کے ماتھے پر چمکا - اور دیوتا راضی ہوئے -
اشیرباد دیا - انھون نے ان سب سردارون اور بہادرون کو جو لڑائی مین کام آئے تھے
زندہ کر کے کھڑا کر دیا - جب ان سب کامون سے فراغت ہو چکی تو رام چندر جی کا طلسمی اور
قدرتی رتھ بادلون مین ہو کر نندی گرام کی طرف اڑا - وہان پہونچ کے وہ اپنے وفادار بھائی
بھائیون سے ملے - اور اپنے بال کی لٹون کو کھول دیا - وہان سے چل کے اجودھیا جی مین پہونچے
اور اپنے بزرگوار مہاراجہ دسرت کے پاٹ پر بڑی کامیابی اور عدل گستری کے ساتھ
بیٹھ کے راج کرنے لگے - نہ بیماری تھی اور نہ قحط تھا - رعایا شاد - دشمن برباد - خوشنودی
کے ساتھ دولت کو روز افزون ترقی تھی - امن اور تندرستی کا ہمیشہ سایہ تھا کسی عورت
کو شوہر کی لاش پر روتے دیکھا - اور نہ کوئی بوڑھا باپ فرزند کی بے وقت موت پر آنسو
بہاتا نظر آیا - نہ طوفان کا خوف تھا اور نہ ڈاکوؤن کا کھٹکا - نہ آگ نے کبھی ملک کو جلایا
اور نہ سیلاب نے کبھی سلطنت کو ضرر پہونچایا - بس یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے مہاراجہ
رام چندر جی کی سلطنت کو مبارک ثابت کرنے کو دنیا مین ست جگ پھر پلٹ آیا - بس
صاحبو اسی مین کا ملک اصول سے اپنی تاریخی مبارک اور مقدس داستان کو تمام کرتا ہون -
اور معزز ناظرین کو خوش اور شاد کام دیکھ کے رخصت ہوتا ہون - والسلام

راقم محمد عبد الستار -

از لکھنؤ - فرنگی محل -

صاحبو - دلگداز کا یہ دوسرا پرچہ ہے - اور قبل اسکے کہ یہ پرچہ آپ پورا دیکھ سکین تیسرا
پرچہ آپ کے ہاتھ مین ہوگا - موجودہ سال کی قیمت بھیجنے مین سرگرمی سے کام لیجیے - اسلیے
کہ سنہ ۹۱ع کی قیمت ابھی بہت باقی ہے - اور جن حضرات نے سنین ماضیہ کی قیمت نہین ادا
کی ان کی سرد مہری پر تو افسوس کرتے کرتے ہم تھک گئے -

محمد عبد الحلیم شرر

دلی اور اُس کا اگلا دربار

بادشاہ کا دروازہ (جسے ہندوستان کے پچھلے عہد مین درِ دولت اور قسطنطنیہ مین باب عالی کہتے ہین) دار سے اکھلاتا ہے - سراپردۂ شاہی کے بہت سے دروازے ہین - پہلے دروازے پر بہت سے لوگ مامور ہین - جو ہر وقت پہرہ دیا کرتے ہین - اور اُنھین مین باجا بجانے والے شہنائی اور طبل و قرنا بجانے والے بھی موجود رہتے ہین قاعدہ ہے کہ جہان کوئی بڑا امیر اور صاحب رتبہ اور ذی اختیار رئیس آیا بس سب کے سب باجا بجانے لگے اور فوراً مبارک باد و دعاے دولت کے شادیانے بجنے لگتے ہین - اور باجون ہی کی لے مین اُس رئیس کا خیر مقدم ادا کیا جاتا ہے - اور باجون سے صاف آواز آتی ہے کہ "فلان رئیس آیا فلان رئیس آیا" دوسرے اور تیسرے دروازون پر بھی یہی سامان رہتا ہے - اور وہان بھی اسی طرح نغمہ و سرود مین رؤسا کا خیر مقدم ادا کیا جاتا ہے - باب اول کے متصل کچھ دکانین سی بنی ہوئی ہین جن مین ہر وقت جلاد اور مجرم کی جان لینے والے فرشتہاے موت بیٹھے رہتے ہین - اور جیسا کہ مین پہلے بیان کر چکا ہون عادت ہے کہ جب وہان جائیے اُن لوگون کو کسی نہ کسی کے قتل مین مصروف پائیے گا - بس بادشاہ کے حکم کی دیر ہے - ادہر کسی کے بارے مین سزاے موت کا حکم ہوا - اور وہ قتل کے لیے آمادہ ہوے - پھر یہین دروازۂ شاہی پر قتل کیے جاتے ہین - پہلے دروازے سے دوسرے دروازے تک ایک بہت بڑی دہلیز بنی ہوئی ہے جس مین کوٹھریان بنتی چلی گئی ہین - اُن کوٹھریون مین نگاہبان اور محافظین جنھین گارد کہیے سپاہی باری باری موجود رہتے ہین - اور بڑی ہوشیاری سے پہرا دیا کرتے ہین - دوسرے پھاٹک کے اندر بھی یہی گارد والے ہوتے ہین - پھر اُس کے بعد سے تیسرے دروازے تک جو کوٹھریان ہین اُن مین سب نقیبون کا سردار جو عرض بیگی کی خدمت سے سرفراز ہے بڑے تزک اور ٹھاٹ سے موجود رہا کرتا ہے - اُس کے آگے ایک سونے کا عصا رکھا رہتا ہے - اور اکثر یہ عصا اُس کے ہاتھ مین نظر آیا

رہتا ہے - اُس کے سر پر سونے کی وضع نمایت عمدہ ٹوپی ہوتی ہے جسپہ کلغی بھی ضرور نصب رہتی ہے - اُس کے دونون طرف بہت سے نقیب دست بستہ ادب سے کھڑے ہوتے ہین - سب کی ٹوپیان بھی ویسی ہی طلا کار اور بھاری ہوتی ہین - سب کی کمر ون پہ پٹکے بندھے ہوتے ہین - اور ہاتھون مین کوڑے ہین جن کی موٹھین سونے یا چاندی کی ہین - اور اس دروازے سے نکل کے ایک بہت بڑے ہال مین پہونچتا ہے جس مین کثرت آدمی بیٹھے رہتے ہین - تیسرے دروازے پر نام لکھ لینے والے رہا کرتے ہین - اور اُن لوگون کا فرض ہے کہ سوا اُن لوگون کے جنکو خاص بحکم شاہی اجازت ہو اور کسی کو اندر نجانے دین - اُن لوگون کے پاس تمام اُن رؤسا کے نام لکھے ہوے ہین جن کو اندر جانے کی اجازت ہے - بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ ہر مستحق کتنے آدمیون اور ہمراہیون کے لیجانے کا مجاز ہے - لہذا اُس شمار سے زیادہ ہمراہیون کو وہ نہین لیجانے دیتے ہین - جب کوئی شخص اس دروازے سے گذرتا ہے فوراً لوگ لکھ لیتے ہین کہ فلان شخص فلان وقت حضور مین گیا - اور بعد نماز عشا کے خود سلطان روزانہ فہرست کو اپنی آنکھ سے ملاحظہ کر لیا کرتا ہے - علاوہ آمد و رفت کے اور جو واقعات در دولت پر روزانہ پیش آتے ہین اُن کو یہان کے محررانِ ضبط رپورٹ کے لکھتے جاتے ہین - اُن رپورٹون کا پیش کرنا جن شاہزادون کے سپرد ہے وہی شاہزادے رپورٹون کو محررون سے لے کے ملاحظہ شاہی مین لے جاتے ہین - بلکہ یہ خدمت باری باری شاہزادون کے سپرد ہے -

در دولت کا ایک یہ بھی دستور ہے کہ جو شخص دربار شاہی مین تین دن یا اس سے زیادہ غیر حاضر رہے وہ پھر بغیر اجازت شاہی کے اندر نہین آنے پاتا - اور جب وہ پھر حاضری کا ارادہ کرے تو اُس کا فرض ہے کہ اپنا عذر بارگاہ شاہی مین پیش کرے کہ فلان ضرورت یا اس مرض کی وجہ سے وہ غیر حاضر رہا - اور یہ بھی دستور ہے کہ جب وہ عذر پیش کرے تو بوجہ قبولیت عذر کے بادشاہ کی طرف سے اُس کو حسب رواج و حیثیت کوئی نہ کوئی تحفہ بھی مرحمت ہو - اور یہی دستور مسافرون اور بادشاہ کے دربار مین باہر سے آنے والون کے ساتھ بھی معین ہے - یہ ہدایا و تحف بھی ہر حیثیت کے مناسب نامزد کر دیے گیے - مثلاً فقہا کو قرآن مجید نذر دیا جاتا ہے - فقرا کو جانماز تسبیح اور مسواک وغیرہ دی جاتی ہے - رؤسا اور اُمرا کو گھوڑے اونٹ اور اسلحہ دیے جاتے ہین -

تیسرے پھاٹک سے نکل کے انسان اُس بڑے عالیشان محل میں پہونچتا ہے جسے ہزار ستون
کہتے ہیں - اُسکے ستون لکڑی کے ہیں جن پر روغن پھرا ہوا ہے - اور چھت بھی لکڑی کی ہے
اُس پر ایسی عجیب و غریب صناعی سے بیل بوٹے اور نقش و نگار بنائے گئے ہیں کہ نظارہ
کو حیرت ہو جاتی ہے - اس محل میں لوگ آ کے ادب سے بیٹھتے ہیں - اور اسی میں خود
سلطان بھی جلوہ افروز ہوتا ہے - یہ محل دیوان عام بھی کہلاتا ہے - اس دیوان عام میں
سلطان اکثر بعد عصر آ کے بیٹھتا ہے - خاص سلطان کی نشست کے لیے یہاں یہ انتظام
رہتا ہے کہ ایک سطح چبوترے پر نہایت نفیس اور براق فرش اور فرش پر ایک چھوٹا تخت
رہتا ہے - تخت کی پشت کی جانب ایک تکیہ لگا ہوا ہے - اور داہنے بائیں دونوں پہلووں
پر بھی ایک ایک تکیہ رہتا ہے - اور بیٹھنے کی یہ وضع ہوتی ہے جس طرح انسان نماز میں
تشہد پڑھنے کے لیے بیٹھتا ہے - اور یہی وضع تخت نشینی میں کل شاہان ہند کی ہے -
اور جب بادشاہ بیٹھتا ہے تو اُس کے آگے وزیر اعظم دست بستہ کھڑا ہوتا ہے - اور اُس کے
پیچھے اہل قلم و ارکین دفتر شاہی صف باندھے کھڑے رہتے ہیں - اہل قلم کے پیچھے حاجبین
دربار شاہی ٹھہرتے ہیں - یعنی وہ لوگ جو باہر آنے والے کو سوچ سمجھ کے لاتے ہیں اور اُس
کی حیثیت کے مناسب اُس کی جگہ پر لا کے اُسے کھڑا کر دیتے ہیں - اُن حاجبوں کا سردار اعظم
ہمیشہ دربار دہلی میں ایک معزز اور معتمد علیہ شاہی رہتا ہے - سلطان محمد تغلق کے عہد میں یہ
خدمت خاص سلطان کے بھتیجے فیروز ملک کے سپرد ہے - یہ اپنے تمام ماتحت حاجبوں کے آگے
اور خاص سلطان کے قریب رہتا ہے - اُس کے بعد اُس کا ماتحت حاجب رہتا ہے جسے
حاجب خاص کہتے ہیں - پھر نائب حاجب خاص جو داروغہ محل بھی مقرر کیا جاتا ہے -
اور اس حجابیہ اور نقیبوں کے گروہ میں تقریباً سو آدمی ہیں جو ہر وقت موجود رہتے ہیں -
جس وقت سلطان بیٹھتا ہے سب کے سب ایک ساتھ شور کر کے کہتے ہیں "بسم اللہ الرحمن الرحیم"
اور ملک الکبیر یعنی حاجبوں اور نقیبوں کا سردار مورچھل ہاتھ میں لیے رہتا ہے - اور برابر
ہلا کرتا ہے - ان مذکورہ لوگوں کے بعد سو مسلح جوان صف باندھے تخت کے داہنے جانب
کھڑے رہتے ہیں اور سو بائیں جانب - اُن کے ہاتھوں میں کوڑے تلواریں اور تیر کمان
ہوا کرتے ہیں - میمنہ اور میسرہ پر دیوان عام کے طول کے رخ پر قاضی القضات کھڑا ہوتا
ہے اور اُس کے قریب ہی خطیب الخطبا یعنی سب خطیبوں کا سردار رہتا ہے - یہ تمام

قاضی - پھر بڑے بڑے فقہا - اور اُن کے بعد بڑے بڑے عمائد شہر اور مشائخ اور بادشاہ کے اعزا و اقربا اور داماد کھڑے رہا کرتے ہین - پھر اُن لوگون کی صف ہوتی ہے جو کبار اعزا کہلاتے ہین - کبار اعزا سے مراد غربا و مساکین ہین - پھر اہل فوج ہوتے ہین - ان سب لوگون کے پیچھے دونون طرف تیس تیس کوتل گھوڑے نہایت اعلی درجہ کے ساز و یراق سے آراستہ لاکے کھڑے کر دیے جاتے ہین - جن مین سے بعضے گھوڑے تو ایسے ہین کہ خلافت اسلامیہ عباسیہ کی یادگار ہین - یعنی اُن پر سیاہ اطلس کا چار جامہ وغیرہ ہوتا ہے اور اس پر طلائی کام بنا ہوتا ہے - اور بعضے کا سامان سفید طلا کار اطلس کا ہوتا ہے - یہ گھوڑے خاص سلطان کی سواری کے لیے مخصوص ہین - اور اُن پر سوا خود بدولت کے اور کسی کی مجال نہین کہ کبھی سوار ہو سکے - دربار مین یہ گھوڑے ٹھرائے بھی ایسے مقام پر جاتے ہین کہ سلطان کی نظر وہان تک پہونچ سکتی ہو - اور ہر لحظہ شاہنشاہ ہند کی نگاہ کے سامنے رہین - ان گھوڑون کے پیچھے پچاس ہاتھی کھڑے کیے جاتے ہین - جن پر ریشمی طلا کار جھولین پڑی ہوتی ہین - اور جن کے دانتون پر فولادی انیان چڑھی ہوی ہین - تاکہ مجرمون کو یہ ہاتھی بسہولت قتل کر سکین - ہر ہاتھی کی گردن پر فیلبان چ بانک ہاتھ مین لیے سوار رہتا ہے - اور اُن کی پیٹھ پر بہت بڑی بڑی عماریان کسی رہتی ہین - جن مین سے ہر ایک مین اتنی وسعت ہوتی ہے کہ اُس پر بیس مسلح سپاہی باسانی بیٹھ سکین - ہاتھی کے قد و قامت کے لحاظ سے اس شمار مین کبھی کمی و زیادتی بھی ہو جاتی ہے - عماریون کے چارون کونون پر چار علم بھی نصب ہوتے ہین - یہ ہاتھی بڑی ہوشیاری اور محنت سے سدھائے گئے ہین - چنانچہ جب چاہا جاتا ہے بادشاہ کے آگے جھک کے آستان بوسی کرتے ہین - اور بڑے ادب سے سر جھکاتے ہین - ان ہین سے بھی پچیس ہاتھی تخت کے داہنے جانب اور پچیس بائین جانب ٹھرائے جاتے ہین - اُن ہاتھیون مین سے جہان کسی ہاتھی نے بڑھ کے سلطان کے آگے سر نیاز جھکایا حجاب اور نقیبون کے گروہ سے صدائے بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند ہوتی ہے -

آداب شاہی مین یہ بھی داخل ہے کہ جتنے عہدہ داریہان آکے ٹھرنے کے مجاز ہین جب وہ دربار مین آئین تو پہلے اُن کا فرض ہے کہ ایک مقام خاص پر جو تسلیم گاہ ہے جاکے بادشاہ کو سلام کر لین تو پھر اپنے مقام پر جاکے ٹھرین - اُن لوگون کے سلام کرنے کے

وقت ہی "بسم اللہ" کا نعرہ صف حجاب سے بلند ہوتا ہے۔ لیکن ہندوؤن مین سے کوئی
راجہ یا عہدہ دار شاہی سلام کرتا ہے تو اُس وقت نقیب با آواز بلند اُس کی طرف خطاب
کرکے کہتے ہین "ہداک اللہ" اور سلطان کے غلام سب لوگون کے پیچھے کھڑے ہوتے
ہین۔ جن کی وضع سپاہیون کی ہوتی ہے۔ اور ہر ایک کے ہاتھ مین ڈھال تلوار رہتی
ہے۔ اس ترتیب کا یہ نتیجہ ہے کہ جو کوئی بادشاہ تک پہونچنا چاہے تو پہلے ان مین ہو
گذرے گا۔ پھر حاجبون مین پہونچے۔

جب کوئی باہر کا عامل دربار شاہی مین ہدیہ اور تحفے لے کے حاضر ہونا چاہتا ہے تو حاجب
یہ خدمت عرض بیگی کو سرانجام دیتے ہین اپنی اُس مذکورہ ترتیب سے یعنی سب سے آگے
امیر حاجب۔ اُس کے پیچھے اُس کا نائب۔ پھر خاص حاجب۔ پھر اُس کا نائب۔ پھر امیر
مجلس۔ پھر اُس کا نائب۔ غرض اس گروہ کے تمام لوگ آگے پیچھے اپنی ترتیب کا لحاظ
رکھتے ہوئے تخت شاہی کی طرف بڑھتے ہین اور تین مقامون پر کھڑے ہو کے آداب
شاہی بجا لاکے عرض کرتے ہین کہ فلان شخص در دولت پر حاضر ہے اور آستان بوسی
کی آرزو رکھتا ہے۔ اگر بادشاہ نے اجازت دی تو اُسکو اس طور پر دربار مین لاتے ہین
کہ وہ جو تحفہ یا ہدیہ لایا ہے اُس کو لیے ہوئے لوگ آگے آگے چلتے ہین تاکہ سلطان کی اُس پر نظر
پڑے۔ یہ شخص قبل اس کے کہ سلطان کے قریب پہونچے دور ہی سے تین بار آداب شاہی
بجا لاتا ہے۔ اُس کے بعد حاجبون کے ٹھیرنے کے مقام پر پہونچتا ہے۔ اگر کوئی بہت بڑا
امیر اور معزز شخص ہوا تو امیر حاجب کے برابر کھڑا ہوتا ہے۔ اور اگر ایسا نہوا تو اُس کے
پیچھے ہی ٹھیر جاتا ہے۔ جب وہ اپنی جگہ پر ٹھیر گیا تو سلطان بذات خود اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہے
اور نہایت ہی خلق و محبت اور توجہ کے الفاظ مین باتین کرتا ہے۔ اُس کے آنے پر مرحبا
کہتا ہے اور اگر اُس کی عزت کے لحاظ سے مناسب معلوم ہوا تو پاس بلا کے مصافحہ کرتا ہے
اور کبھی کبھی معانقہ بھی کرتا ہے۔ اور اُس کے ہدیون کو منگوا کے اپنے سامنے رکھتا ہے۔
اگر اسلحہ کپڑون کے قسم سے کوئی چیز ہوئی تو ہاتھ مین اُٹھا کے اُلٹ پلٹ کے بھی دیکھتا
ہے۔ اور خواہ مخواہ تحفون کی تعریف کرتا ہے۔ صرف اس لیے کہ جس نے پیش کیا ہے
اُس کا دل خوش ہو جائے۔ اس کے بعد اُس کو خلعت مرحمت ہوتا ہے۔ اور اُسکی
حیثیت کے مناسب ایک رقم "سر دھولنے" کے نام سے اُس کو نقد عطا ہوتی ہے۔

یہ ہندوستان کا دستور ہے کہ بادشاہ شرفِ حضوری حاصل کرنے والون کو جو قیم مرحمت
فرماتا ہے وہ غسل شرف کے نام سے یاد کی جاتی ہے۔

یہ تو اُن ہدیون کا ذکر تھا جو باہر کے آنے والون یا ابتداءً شرف حضوری حاصل کرنے
والون کی طرف سے پیش کیے جاتے ہین۔ لیکن وہ تحائف اور ہدایا جو عائد شاہی یا خاص
عمال و تحصیلدارون یا زمیندارون کی طرف سے پیش ہوتے ہین اُن کا اور دستور ہے۔
امرا و عمال کا قاعدہ ہے کہ بہت دنون تک مال و اسباب نذر شاہی کے لیے فراہم کرتے
رہتے ہین۔ ہاتھی گھوڑے سونے چاندی کے برتن۔ اور نیز سونے چاندی کی مسلح
اشرفیان۔ اسی قسم کی اور چیزین جب حضوری مین پیش ہوتی ہین تو شاہی غلام ان
چیزون کو لے بڑھتے ہین۔ اگر ہاتھی ہوے تو پہلے ہاتھی۔ پھر گھوڑے۔ مع لوازم ساز
و یراق۔ پھر اونٹ جن پر مال و اسباب لدا ہوتا ہے تدریجاً بادشاہ کی نظر سے گذر کے خزانۂ
شاہی مین داخل کیے جاتے ہین۔

جب سلطان محمد تغلق دولت آباد سے واپس آتا تھا اُن دنون وزیر اعظم خواجہ جہان نے
ایک روز اپنے ہدایا بادشاہ کے ملاحظہ مین پیش کیے۔ بادشاہ نے شہر پناہ کے باہر ایک مقام
پر اُن ہدیون کے ملاحظہ سے گذرنے دینے کا حکم دیا تھا۔ اُس موقع پر مین بھی وہان
موجود تھا۔ اور مین نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ وزیر کے ہدیے اسی ترتیب سے پیش کیے
گئے جس طرح ابھی مین نے بیان کیا۔ ہاتھی اور دولت مندی کے سامانون کے مین نے اس
موقع پر دیکھا کہ ایک صینی مین عمدہ اور بے بہا یاقوت۔ اور ایک صینی مین مثل زمرد
اور ایک مین بڑے بڑے موتی بادشاہ کی نظر سے گذرانے گئے تھے۔ دولت مندی کے یہ نمونے
دیکھ کے مجھے حیرت ہو گئی۔ خصوصاً یہ دیکھ کے سلطان ابو سعید بادشاہ عراق کے بھتیجے
حاجی کاون بھی وہان موجود تھے۔ بادشاہ نے اُن مذکورہ جواہرات مین سے تھوڑا تھوڑا حصہ
اُن کو دیدیا تھا۔

دہلی مین عیدین کو بڑی کیفیت ہوتی ہے۔ اور بے شک اُس روز یہان کی دولت و عظمت کا
جبروت نظر آیا کرتا ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ شاہان دہلی کی عظمت بمقابلہ دیگر فرمانروایان
بلاد کے کس قدر بڑی ہوئی ہے۔ جس روز صبح کو عید ہونے والی ہوتی ہے اُس روز رات
ہی کو بادشاہ کی طرف سے تمام عائد سلطنت مقربین خلافت۔ اہل دولت۔ معزز لوگون

کاتبون - حاجبون - نقیبون - ... داران عساکر - غلامون - اور ... پیش کرنے والون کے پاس حسب مراتب و مدارج خلعت بھیج دیے جاتے ہین - صبح ہوئی اور ہاتھی عمدہ عمدہ مرصع اور طلا کار جھولون اور عماریون سے آراستہ کیے جانے لگے - یہ ہاتھی سر سے پاؤن تک جواہرات ... اور ریشم مین غرق ہوتے ہین - سولہ ہاتھی تو خاص شہنشاہ کی سواری کے لیے مخصوص ہوتے ہین جن پر کسی کی مجال نہین کہ سوار ہو سکے - ہر سلطانی ہاتھی کی عماری پر ایک مرصع چتر بھی نصب ہوتا ہے جو مرصع کا ... سونے ہی کے ڈنڈے پر قائم ہوتا ہے - اُن مین سے ایک ہاتھی پر سلطان سوار ہوتا ہے اور بڑے جھوم اور دھوم دھام سے سواری عید گاہ کو روانہ ہوتی ہے - سلطانی ہاتھی کے آگے غلام صف باندھے چلتے ہین - جن کے سرون پر طلائی ٹوپیان اور کمرون مین طلائی پٹکے ہوتے ہین - ان مین سے بعضون کی ٹوپیان اور پٹکے مرصع کاری ہوتے ہین - اُن کے بعد پیادون اور نقیبون کا ہجوم ہوتا ہے - جو پکارتے جاتے ہین کہ "سواری ہے شاہنشاہ ہندوستان کی" ان نقیبون کا شمار تین سو ہے - اُس روز سب کے سب ہمراہ رکاب ہوتے ہین - اُن کے بھی سرون پر سنہری ٹوپیان اور کمرون مین سنہری پیٹیان ہوتی ہین - اور ہاتھون مین طلا کار گرز ہوتے ہین - بادشاہ کے بعد قاضی القضاۃ صدر جہان ناصر الدین خوارزمی کا ہاتھی ہوتا ہے - اور اُن کے جلو مین کل قاضی اور اعزاے خراسان و عراق و شام و مصر و مغرب کے مفلوک الحال ہوتے ہین - جن کی خدمت گذاری سلطنت کی جانب سے کی جاتی ہے - اُن مین سے ہر شخص ایک جداگانہ ہاتھی پر سوار ہوتا ہے - لیکن ہندوستان مین خراسان کے محتاج و فلاکت زدہ اس کثرت سے آئے اور آتے ہین کہ یہان جتنے محتاج ہین سب خراسانی خیال کیے جاتے ہین - اس گروہ کے بعد مؤذن لوگ بھی ہاتھیون پر سوار ساتھ ہوتے ہین جو راستہ مین برابر بآواز بلند کلمات تہلیل و تکبیر کہتے جاتے ہین -

در دولت کے باہر تمام فوجین اور کل عمائد شہر اپنی اپنی فوجون کے ساتھ جلوس شاہی کے منتظر کھڑے ہوتے ہین - اور اس انتظام سے کہ ہر امیر کے ساتھ علیحدہ باجے - نوبت چوکیان - طبل اور علم اُس کی عزت اور اُس کے رتبہ کے موافق موجود ہوتے ہین - بادشاہ جب مندرجۂ بالا حیثیت سے چل کے در دولت کے باہر نکلتا ہے تو یہ سب لوگ حسب ضابطہ

سلامی لیتے ہین - اور اب عید گاہ کی طرف اس شان و شوکت سے بادشاہ روانہ ہوتا ہے کہ سب کے آگے شاہی ہاتھی - اور اُسی حیثیت سے جس طرح ہم بیان کر آئے - یعنی علام اور چاؤش آگے آگے انتظام کرتے ہوے اور عام پبلک کو شاہی عظمت و جبروت کی اطلاع دیتے ہوے - اور بادشاہ کے ہاتھی کے بعد ہی قاضی القضاۃ اور اعزہ وغیرہ بیٹھے ہین - اور موذن بھی اُسی طرح ہاتھیون پر بیٹھے تکبیر و تہلیل کہتے ہوے ہمراہ چل جاتے ہین پھر ان سب لوگون کے بعد افراد رؤسا کے جلوس اپنی شانداری سے باجے بجاتے ہوے چلتے ہین - طبل بجتا جاتا ہے اور قرنا پھنکتا جاتا ہے - پہلے تو سلطان کے بھائی مبارک خان پورے جلوس اور تمام سامانون کے ساتھہ چلتا ہے - پھر بادشاہ کا چچازاد بھائی ملک فیروز اپنے جلوس کے ساتھہ بڑہتا ہے - پھر حضور کا بھتیجا امیر خان اپنے ساز و سامان کے ساتھہ چلتا ہے - پھر وزیر اعظم مع اپنے خدم و حشم کے - پھر ملک مجیر بن ذی الرجا اپنی فوج اور اپنے جلوس کے ساتھہ روانہ ہوتا ہے - پھر دہلی کا بہت بڑا صاحب سطوت رئیس اپنے جلوس کو آگے بڑہاتا ہے جو ملک الکبیر قبولہ کے نام سے مشہور ہے - یہ بہت ہی بڑا متمول اور صاحب اقتدار شخص ہے - اُس کے دفتر کا دیوان اعظم ملک علاء الدین علی مصری معروف بہ ابن شرابیشی جسکو مین بہت ہی معتبر شخص بیان کرتا ہون خود اُس نے مجہہ سے بیان کیا کہ اُسکو خزانہ سلطانی سے بابت مصارف خانگی کے چھتیس لاکھہ روپیہ سالانہ ملتا ہے - ملک قبولہ کے بعد ملک نکبیہ اپنے جلوس کے ساتھہ روانہ ہوتا ہے - پھر عزۃ الملک اپنے لوگون کو بڑہاتا ہے - پھر مخلص الملک پھر قطب الملک - غرض تمام امرا اپنے جلوس کو لے کے چلتے ہین - یہ سب دہلی کے بہت بڑے رؤسا ہین - اور ایسے ہین کہ کسی وقت سلطان سے جدا نہین ہوتے ہین - عید کے روز انہین حکم ہے کہ اپنے تمام ساز و سامان کے ساتھہ اور اپنے عطا شدہ مراتب کا بخوبی اظہار کر کے تزک و احتشام سے ہمراہ رکاب سلطان عید گاہ کو جایا کرین ان سب کے علاوہ اور چھوٹے چھوٹے صدہا رؤسا ہین جو یکے بعد دیگرے اس سلسلۂ جلوس مین عید گاہ کو جاتے ہین - اور آج کے دن جتنے ہین سب مسلح ہوتے ہین - اور نیز اُن کے گھوڑے اور ہاتھی بھی خوب آراستہ نظر آتے ہین - بادشاہ عید گاہ کے دروازے پر پہونچ کے ٹھر جاتا ہے - اور قاضی القضاۃ

اندر جانے کی درخواست کرتا ہے پھر امراے کبار اور نیز ان بیرونی حیثیت زدہ کبار اعزا کو داخل ہونے کا حکم دیتا ہے - جب یہ لوگ جا چکتے ہیں تو خود ہاتھی سے اُتر کے عیدگاہ مین جاتا ہے - بادشاہ کے پہونچتے ہی امام اُٹھ کے نماز پڑھاتا ہے اور خطبہ پڑھتا ہے - اور اگر عید الضحی ہوئی تو قربانی کے لیے اونٹ حاضر کیا جاتا ہے اور سلطان اپنے ہاتھ سے نیزہ مار کے اُسے ذبح کرتا ہے - ذبح کرنے کے وقت بادشاہ اپنے جسم پر ایک کپڑا لپیٹ لیا کرتا ہے تاکہ لباس شاہی خون کے دھبون سے محفوظ رہے -

عید کے دن جو دربار ہوتا ہے وہ بھی نہایت پر تکلف اور بڑی شان و شوکت سے ہوتا - اُس کے لیے بہت کچھ اہتمام کیا جاتا ہے لیکن اُس کا حال ہم پھر بیان کرین گے - اس لیے کہ اب یہ مضمون بہت طولانی ہو گیا - اور اگر زیادہ بڑھ گیا تو لوگون کی دلچسپی نہ ہوگی -

---

دُنیا بامید قائم

ایک وعدۂ فراموش و ناز فروش حسین کے تیور بدلنے کے ساتھ عاشق مبتلا کے لیے پھر اُن سے ساری خدائی بدل جاتی ہے - دیکھو وہ یار ہمدم جو ایک گھڑی بھی اُس کا ساتھ نہین چھوڑتے تھے - اُس کو دیوانہ سمجھ کر اُس سے کنائی کاٹنے لگے ہین وحشت اُسے کو بکو لیے پھرتی ہے اور شوخ مزاج لڑکے اپنے دامنون مین پتھر بھرے ہوے اُس کے پیچھے پیچھے ہین - اگر وہ اُن سے جان بچا کر ویرانہ مین جا نکلتا ہے - تو وہ خار مغیلان کہ جو عشاق دلفگار کے نام پر خار کھاے ہوے ہین اُس کے تلوون کو چھید چھید کر چھلنی بنائے ڈالتے ہین - ہوش و حواس - صبر و قرار - یہ سب اُس کو تنہا چھوڑ کر نہ معلوم کہان اُڑ کے چلے گئے ہین - ہجر کی کالی کالی رات اُس کی جان لینے کو سر شام ہی سے اُس کی چھاتی پر سوار ہو گئی ہے - افسوس اور درد دل - سوز جگر یہ دونون اُس کے تڑپانے کے لیے رہ رہ کر اُٹھتے ہین - اور اُس آفت رسیدہ کو نہ اس پہلو چین لینے دیتے ہین اور نہ اُس پہلو - بستر خاک پر وہ پڑا لوٹ رہا ہے اور درد کی آواز سے یہ لخراش شعر پڑھ رہا ہے

سے کباب سیخ ہین ہم کروٹین ہر سو بدلتے ہین ۔ جو جل اُٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہین

آسمان کے یہ پیارے پیارے اور خوشنما تارے - جو ہر شب آسمان کی نیلگون چادر پر کسی

مہروش اور گلعذار کے بستۂ ناز کے پھولوں کیطرح بکھرے رہتے تھے آج اُنھوننے جن بادلون مین
اپنی آنکھین چھپا لی تھین غالباً عاشق ہجران نصیب کو شبِ ہجران کا کاٹنا اُن ہی کو گن گن کے
کچھ سہل ہو جاتا۔ آسمان کا مطلع جو کل ضیاے قمر سے خندہ پیشانی بنا ہوا تارون کے
چھٹکنے سے اظہار تبسم کر رہا تھا۔ آج اُس کی پیشانی پر بھی بادلون کے بل آئے ہوے
ہین اور رخشندہ پیشانی اور تبسم ناز کے بدلے اپنے دلون کی دہلانے والی آواز سے گرج
گرج کر ہجران نصیب شکستہ دل کو پاش پاش کیے دیتا ہے۔ اور بار بار ایسا گرجتا ہے کہ
بجلی کشتۂ ناز کے سر پر آ کر رہ جاتی ہے۔ عاشق نامراد کی قوت متخیلہ خود یہ غضب ڈھا
رہی ہے کہ معشوق ستم شعار کے دلفریب عارض کو عاشق دلدادہ کے سامنے کر دیتی
ہے۔ اور وہ ہجوم شوق اور جوش بیخودی مین بوسہ کے لیے اپنا سر دریاے غم سے اُٹھاتا ہے۔
اور روے جانان کی طرف منہ بڑھاتا ہے۔ لیکن جب جوش نفسہ بڑھا جاتا ہے۔ وہ وہ
پیاری دلفریب خیالی صورت اُدھر ہٹتی جاتی ہے۔ یہ اُسے معمولی ناز و کرشمہ
خیال کر کے اپنے بستر غم سے مارے خوشی کے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور اُس کی طرف
مخاطب ہو کر نہایت حسرت کے لہجہ مین یہ دلسوز شعر پڑھنے لگتا ہے۔

خیالِ یار درآغوش تر آن چنان بفشرد — کہ شرم امشبم از شکوہاے دوش آمد

جب وہ خیالی صورت قریب آتی ہوئی نظر نہین آتی۔ تو وہ اُمید و بیم کی حالت مین اُسکی
طرف بڑھتا جاتا ہے۔ اور ڈر ڈر کے یہ کہتا جاتا ہے "بس اب تو بہت تڑپا لیا۔ اب تو
بہت ستا لیا۔ اپنے عاشق سے اتنی بیرخی! افسوس! اسقدر دل آزاری۔ دیکھو
تو زیارت کی کب سے تمنا ہے۔ للہ آج تو پوری کر دو" دو چار ہی قدم بڑھنے پایا
ہوگا کہ فوراً چونک پڑا جنگل کے اُن کانٹون نے جو عشاق خانمان برباد کے قدم اپنے
کو جگہ جگہ پڑے رہا کرتے ہین اُس کے ناتوان پیرون کو لہولہان کر دیا۔ وہ وہین ایک
سسکی بھر کر بیٹھ جاتا ہے اور کانٹون کو پاؤن سے نکال نکال کر پھینکتا جاتا ہے اور
ٹھنڈی ہی سانسین بھرتا جاتا ہے کہ یکایک پھر بجلی چمکتی ہے۔ اُس وقت اسکی نوری
تیز روشنی مین وہ جلدی سے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے تو کسی کی صورت نہین نظر آتی
کہین کہین کالے کالے پہاڑون کی ڈراونی صورت تو دکھائی دیتی ہے۔ اور کچھ
بھی نہین۔ ہاے ناکامی! وہ اُسی طرح دل بیقرار کو ہاتھون مین تھامے یاس و حسرت

کی دردناک آہین بہرتا اپنے بستر ہجران پر آکے پڑ رہتا ہی - ظالم قوت تخیلہ ابھی ایک بار دہوکا
دے ہی چکی تہی - مگر پھر ستائے ہوے کو ستانے کے لیے تیار ہو گئی - [illegible] اس نے
بلاکشان ہجران کے سامنے وہ گلبدن معشوقہ کھڑا کر دی - جسمین باہین ڈالنے کی [illegible] وہ ایک
مدت سے بیچین کر رہی تہی - وہ فرط شوق سے لپٹنے ہی پر شوق باہین [illegible] ڈالنے
کو بڑہاتا ہے مگر ہاتھ ہوا کے تہامنے کی بیکار کوشش مین تہک کر اُس کے بیتاب سینہ پر [illegible]
[illegible] اس کو اُٹھا کر بٹھا ہی دیا - سچ تو یون ہے کہ جس دل مین [illegible] ارمان [illegible]
بھری ہوئی ہین وہ بڑا ہی بیچین ہوتا ہے - اب یہ باہین پھیلائے اس کی طرف [illegible]
ذوق شوق سے جہکتا ہے - جتنا یہ جہکتا جاتا ہے اُتنا ہی وہ پیاری دلفریب صورت [illegible] پیچھے
ہٹتی جاتی ہے - وہ گلبدن معشوقہ باہین ڈالنے کے شوق مین اس درجہ جہکتا جاتا
ہے کہ جہکتے جہکتے اس کی عرق آلود پیشانی ایک پاس کے پتھر سے [illegible] زور سے ٹکرا تی
ہے اور اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آجاتا ہے - یہ چوٹ کہا کے [illegible] بیٹھ جاتا
ہے اور اُسی حالت مین ہزار آنکھین پھاڑ پھاڑ کر ادہر اُدہر دیکہتا ہے مگر دنیا کی تیرہ بختی
تاریکی کی سیاہ چادر کا آنچل [illegible] پر ڈالے ہوے ہین، اس لیے اسکو کچھ نظر نہین آتا - اور وہ
دلفریب اور جفا کار صورت بھی نظرون سے غائب ہو جاتی ہے - اور یہ حرمان نصیب
اپنی ناکامی پر ہاتھ ملتا رہجاتا ہے - بس آگے عاشق ہجران نصیب کی بیتابی و بیقراری
دکھانے کی مجھ مین تاب نہین - اور نہ رقیق القلب حضرات ناظرین کو دیکھنے کی
طاقت ہوگی - قصہ مختصر دنیا کی جس قدر چیزین ہوتی ہین وہ عاشق بیچارہ کے مقابلہ مین
معشوق جفاکار کا ساتھ دیتی ہین کہ اس کا جینا تک دشوار کر دیتی ہین - صرف ایک امید
ایسی چیز ہوتی ہے کہ جو عاشق آفت رسیدہ کی بیکسی اور بےبسی مین اُس کی مونس اور
ہمدم ہوا کرتی ہے معشوق سنگدل کے جور و ستم اور شب ہجران کے رنج و غم کچھ ایسے ہی
جانگداز اور روح فرسا چیزین ہین کہ کوئی کیسا ہی سخت دل سا سخت دل کیون
نہو ان کے برداشت کرنے کی تاب نہین رکھتا - بس ایک امید ہے کہ جو اُس کو
تحمل بنا دیتی ہے - اگر امید نہوتی تو کوئی عاشق ہجران نصیب شب ہجران کی صبح کو
زندہ نہ اُٹھا کرتا -

جب کسی سیمتن کی جدائی کی رات مین عاشق مہجور ایڑیان رگڑ رگڑ کے [illegible] ہو جاتا ہے

تو اُس وقت معجز نما امید کچھ ایسا اعجاز دکھاتی ہے کہ وہ اپنے سارے رنج والم بھول جاتا ہے
اور اپنے دل ہی دل میں یہ باتیں کرکے کبھی وصلت نصیب کے خوش ہونے سے کہیں زیادہ
خوش ہو جاتا ہے کہ اچھا ہم بھی دیکھتے ہیں کہ اُن کے یہ جور و ستم کب تک رہتے ہیں۔ یہ سارے
جور و ستم میری آزمایش کے لیے ہوں گے ورنہ صورت سے تو وہ ایسے سنگدل نہیں معلوم
ہوتے۔ صورت تو ایسی بھولی ہے کہ کسی کے سوئی چبھ جانے پر بھی اُنہیں ترس آجاتا ہوگا
آنکھوں میں شرم و حیا ہی اتنی ہے کہ آج تک خود مجھے کبھی آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھا۔
کچھ ایسے ترش رو بھی نہیں معلوم ہوتے کہ ہر بات پر نہیں ہی نکلے۔ جب ایسے ہیں تو اُن
کے دل میں میری محبت بھی ضرور ہوگی۔ اور جب محبت ہے تو آج نہیں کل۔ کل نہیں
پرسوں۔ کبھی نہ کبھی تو مجھ پر ترس کھائیں ہی گے۔ عجب نہیں کل ہی وصال نصیب ہو جائے
آج کی رات جیسی کٹے کاٹ لو۔ کل پہلوئے جاناں میں بیٹھے کچھ اور باتیں کر رہے ہوں۔
بس اُن کے چھوٹتے ہی اُن کی بے رخی اور جور و جفا کے شکووں کا دفتر کھول کے سامنے
بیٹھ جاؤنگا۔ اور کچھ نہیں شرمائیں گے تو اُن کا شرمانا ہی ان سب کی تلافی کر دیگا۔
دیکھو وہ نازک اندام نازنین جسے دلھن بنے ابھی پورا برس بھی نہیں ہوا۔ پندرہ دن اور
گذر لے تو کہیں پورا برس ہوتا۔ آج دو گھڑی دن چڑھے موت کے بے درد ہاتھوں
سے اُسے بیوہ بنا کے چھوڑ دیا۔ کل چار گھڑی دن رہے جو چوڑیوں کا جوڑا اُس نے
بڑے ارمانوں سے پہنا تھا اُس وقت کوئی عورت اُنہیں بیٹھی سنگدلی کے ساتھ سے
توڑ رہی ہے۔ وہ خود غم و اندوہ کی تصویر بنی بیٹھی ہے اور حسرت کی نگاہوں
سے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہی ہے اور سانس تک نہیں لیتی۔ نازک نازک کلائیاں چوڑیوں
کے چٹخنے سے دو چار جگہ سے زخمی بھی ہو گئی ہیں اور گوری گوری کلائیوں پر لہو کی لال
لال چھینٹیں کیا قیامت برپا کر رہی ہیں۔ رنگین کپڑے جو حسب رواج سہاگنوں کا
خاص لباس ہے وہ بھی ہمیشہ کے لیے اُسکے سانچہ میں ڈھلے ہوے جسم سے چھین لیے گئے
اور دیکھو الگنی پر کسی مصیبت زدہ کی طرح ایک کس مپرسی کے عالم میں پڑے ہوے ہیں
خود اُس کا صندوق تو کسی سفید جوڑے سے خالی تھا مگر مجبوراً کسی نے اُسکی بوڑھی ماں
کا جوڑا لاکر پہنا دیا ہے۔ المختصر زمانہ جفا کار نے بناؤ سنگار کے تمام سامان علیحدہ کر دیے۔
ہاے افسوس اُن انگلیوں میں جن سے ابھی رنگ حنا نہیں چھوٹا اب ایک چھلہ نہیں۔

یہ سچ ہے کہ حسن خداداد کو بناؤ سنگار کی کچھ حاجت نہیں لیکن یہ حسرت نصیب سادگی
اس وقت اُس کا حسن لطیف پہلے سے کچھ زیادہ دلکش دکھائی ہے۔
جس کسی نے مغربی حسن کی سادگی غور سے دیکھی ہوگی۔ اُس کو اچھی طرح معلوم ہوگا
کہ چہرے کی خوبصورتی نہ مسی کی اُداہٹ پر موقوف ہے اور نہ سرمہ کی سیاہی پر۔
اور نہ اُس کو اپنی اصلی سرخی کے مقابلہ میں پان کی سرخی اور مہندی کے خوب
رنگ کی پرواہ ہے۔ اس گھر میں ایک کہرام مچ رہا ہے۔ دیکھو یہ دیوانی وحشت زدہ
ہو کے کبھی اس کے منہ کو دیکھ لیتی ہے اور کبھی اس کے منہ پر ... اور زبان سے
کچھ نہیں بولتی۔ اِس وقت ٹکٹکی باندھے اس ... جینے کے لیے جس طرف دیکھ رہی ہے
جو اس کی حسن ... وہ ساس کی گود میں وہ ننھا یادان چمٹ رہا ہے اور ... اس کی
بوڑھی ساس اپنے جوان بیٹے کی لاش کے پاس بیٹھی بین کر رہی ہے آٹھ آٹھ آنسو
رو رہی ہے۔ اور کہتی ہے کہ ہائے تو نے میرے مرنے تک تو انتظار کیا ہوتا۔
مجھے اس حالت کبر سنی میں یہ داغ عظیم کیوں دیے جاتا ہے۔ دیکھ تو یہ تیری
پیاری دلہن تیری پٹی سے لگی بیٹھی ہے۔ اس اپنی بیوہ اور یتیم بچہ کو کس پر
چھوڑ چلا۔ ہائے تجھے تو اپنی اس نوعمر حسینہ دلہن سے بڑی محبت تھی۔ اور وہ
بھی تیری مفارقت سے کیونکر زندہ رہ سکتی ہے۔ ارے اب یہ ہمیشہ کی جدائی
تو نے کیوں گوارا کر لی۔ ہائے اللہ تو نے اس کی جوانی ہی پر ترس کھایا ہوتا۔
یا اس بے زبان معصوم بچہ اور اس نئی دلہن پر۔ ابھی تو اس کے دل کے ارمان
ہی پورے طور سے نکلنے نہیں پائے تھے۔ اور نہ اس کی پیاری نئی دلہن کی ...
پوری ہوئی تھیں۔ ہائے غضب اس شادی کو دن ہی کے ہوئے ہیں۔ افسوس!
اگر میں یہ جانتی کہ تو جوان مرگ اور اس قدر جلد سدھارے گا تو میں تیرا بیاہ کر کے
اس بیگانی بچی کی راہ کیوں مارتی! ہائے قسمت اس کا صبر بھی میری ہی جان پر
ہے۔ ہائے میرے دل کی سب آرزوئیں بھی تو اپنے ہی ساتھ لے چلا۔ آہ دیکھ تو
میں یہ چاند سی دلہن تیرے واسطے کس چاہ سے بیاہ کر لائی تھی کہ اس کی یوں چوٹی
کنگھی کروں گی۔ اور خوشی خوشی ارمان بھرے شغل میں میرا دل بہلے گا۔ افسوس! سب
کے سارے سنگار ایک تیرے ہی دم کے ساتھ تھے۔ اب تو تیرے بے وقت کوچ

ان بدقسمت جوانوں کو سوہاگنوں کی ایک بڑھیا بنا دیا - اور رہا اب اس کا بناؤ سنگار کر کے
کس کو دکھاؤں گی - اگر میرا کچھ خیال اور طعن کی کچھ پروا نہیں کی تھی تو اپنی جوانی
پر تو کچھ رحم کھایا ہوتا - ہائے کمبختی - ابھی اس کی بساط ہی کیا ہے - ارے ابھی تو
پورے دو مہینے کا بھی نہیں ہے - یہ جو چاند آوے گا اُس کی پانچویں کو پورے
دو مہینے کا ہوگا - ارے یہ کیا جانے گا کہ میرا باپ کالا تھا یا گورا - اب اس کے سر پر
کون ہاتھ رکھے گا - اُس کا تو کوئی باپ یا چچا بھی نہیں جو وہی اُس کے سر پر ہاتھ
رکھتا - ایک میں بدبخت سخت جان ہوں جو جی رہی ہوں - مگر افسوس میرا جینا
نہ جینا دونوں برابر ہیں - میں گو نام کو زندہ ہوں مگر مردوں سے بھی بڑھ کے مردہ
ہو رہی ہوں - ارے تیرا غم مجھے کسی کام کا نہیں رکھے گا - مجھے تیرے باپ کا مرنا یاد ہے
تیری عمر جب پانچ ہی برس کی تھی - میں نے بڑی مشکل سے تجھے پالا تھا - جب
تو پیدا ہوا تھا میں پانچ بچوں کی ماں بن چکی تھی - جس طرح ہو امر کھپ کے تجھے
میں نے پال لیا تھا - مگر اب سے مشکل ہے تو اس بیچاری کی جان پر ہے - ارے
ابھی وہ تو دودھ پیتی بچی ہے اسے کیا خبر کہ دنیا میں کس طرح پار جایا کرتے ہیں - جتنی
کچھ جائداد تھی وہ سال گذشتہ ہی تو میں نے بیچ کر تیرا بیاہ رچایا تھا - اب تو اُس کا ٹھکانا
بھی نہیں کہ جو کچھ تھوڑی دال روٹی مل جایا کرے - اُس پر ستم یہ کہ ابھی ایک مہاجن کا قرض
باقی ہی ہے - وہ اب جو گھر ہے یہ بھی نیلام کروا کے ہمیں باہر نکال کھڑا کر دے گا - ہے
تیری دلہن امیر کے گھر کی بیٹی لاڈ پیار کی پلی ہوئی ہے اس کمبخت سے تو یہ بھی نہیں
ہو سکے گا کہ آٹا پیس یا چرخہ ہی کات کر اس بچہ کو پال سکے - تو کیا گیا
گویا ہم سب کو زندہ درگور کر گیا - غرض یہ سب جدا جدا بیان کر کے وہ عورت بین
اور وہ ایسی بھولی ہے کہ رونا تک بھی نہیں جانتی - سب طرف سے اُس کو مایوسی
گھیرے ہوئے ہے - جدھر نظر کرتی ہے ادھر یاس و حسرت ہی کی مہیب صورتیں
نظر آتی ہیں - مگر جب وہ اُس دو مہینے کے بچہ کی طرف دیکھتی ہے کہ جو اپنی دادی کی
گود میں پڑا بے فکری کے عالم میں انگوٹھا چوس رہا ہے تو اُس وقت اُس کے
پژمردہ چہرے پر امید و اطمینان کا روغن پھر جاتا ہے - اس وقت ایک تسکین دینے
والی امید اُس کے دل میں ہے اور وہ اپنے دل ہی دل میں یہ کہہ رہی ہے -

اب کیا کیا جائے مرنے والا تو مر گیا - شاید میری ہی بدقسمتی نے اُس کو مار ڈالا ہو
ہونے قسمت کا لکھا پورا ہی ہو کر رہتا ہے - قسمت مین تو یون لکھا تھا کہ برس دن بیا
ہ کے اندر میری دنیاوی خوشیون کا فیصلہ ہو جائے گا - اتنے ہی دنون مین دلھن
بھی بنون گی - ایک بچہ کی مان بھی ہو جاؤن گی - اور اس کمبخت رنڈاپے کی صورت
بھی دیکھ لون گی - کاش اگر قسمت کا لکھا ہوا وقت سے پہلے معلوم ہو جایا کرتا - تو
جس وقت میرے مان باپ نے میرا بیاہ کیا تو انکار کر دیتی - دنیا مجھے بڑی بے شرم کہتی
اگر اس وقت مین اپنی شادی کرانے سے انکار کر دیتی - اور اپنی بدقسمتی مین کسی
دوسرے کو کبھی شریک نہ کرتی - برے بھلے جسطرح ہوتا کنواری ہی رہ کر زندگی
کے دن پورے کر لیتی - خدا کو تو یون ہی منظور تھا پھر میرے کیے یا کسی اور کے کیے
کیا ہوتا - جو چاہے وہ کرے اُس کے آگے دم مارنے کی کیا مجال - یہ بھی اُس کی
بے نیازی ہے کہ مرنے والا اپنی نشانی ایک بچہ چھوڑ گیا - بس اب دنیا مین جو ہے
یہی ہے - خیر کوئی سر پہ ہاتھ رکھنے والا نہ رہا نہ سہی - اگر زندگی ہو گی جی جاوے گا -
غریب پسنہاری آخر کسی نہ کسی طرح اپنے بچہ کو پال ہی لیتی ہے - گو مین ناز و نعمت
کی پلی ہوئی ہون مگر جب وقت ہی آ پڑا تو اس پیٹ کی آگ اور اس بچے کی ممتا جو
کچھ کرائے گی وہ کرنا ہی پڑے گی - اگر مین نہ کرون گی تو اور کون کرنے آئے گا -
مین محنت مزدوری سے نہین ڈرتی کسی طرح یہ پروان چڑھ جائے - جو ہونا تھا وہ
تو ہوا اب ان باتون کا وقت نہین - اب مجھے اس بچے کے پالنے کی فکر سوچنی چاہیے -
اکثر بڑی بوڑھیان کہا کرتی ہین کہ جس کسی کو تھوڑا بہت کوئی فن یا علم آتا ہے
وہ کبھی بھوکا ننگا نہین رہتا - خدا کی عنایت سے قرآن مجید اور اردو مین پڑھنا
لکھنا مجھے بھی آتا ہے محلہ مین دس پانچ گھر اشرافون کے ہین اگر اُن کے بچون کو پڑھا
دیا کرون گی تو فکر اکل و شرب سے مجھے فراغت حاصل ہو جائے گی - اور عزت کے
ساتھ بسر ہو جائے گی - اگر حیات باقی ہے تو زمانہ کو گذرتے کچھ دیر نہین لگتی - خدا
غالب کو جنت نصیب کرے - سچ کہہ گیا ہے -

ہے تیزیِ سُرعت کے مقابل اے عمر برق کو پا بہ حنا باندھتے ہین -

پانچ برس چٹکی بجاتے مین آئے جاتے ہین - جب خیر سے یہ پانچ برس کا ہو جائے گا تو مدرسہ

سے اپنے آپ ہی پڑھانے بیٹھوں گی کسی مکتب مین بھیجنا تو اس وجہ سے ٹھیک نہین ہوگا کہ وہان دوسرے بچون مین کھیل کر خراب ہو جائے گا - اسکے سر پر باپ تو ہے نہین جو اسکی دیکھہ بھال اور تربیت کریگا - اس سے بہتر یہی بہتر ہے کہ پہلے کلام مجید اور اردو کی چار پانچ کتابین پڑھا کر کسی انگریزی اسکول مین بھرتی کرا دون گی - آجکل گھر گھر انگریزی کا چرچا ہے - سنا جاتا ہے انگریزون نے نوکری کا ملنا انگریزی پڑھنے پر موقوف کر دیا ہے - لوگ یہ انگریزی کا نام لیکر کہتے ہین کہ اگر آدمی یہانتک انگریزی پڑھ لے تو وہ نوکری پیدا کر سکتا ہے - انگریزی کچھ ایسی الٹی زبان ہے کہ وہ کمبخت نام میری زبان ہی پر نہین چڑھتا - دل ہی دل مین پھر رہا ہے - خیر کچھ ہوگا - بس جب وہان تک پڑھ لیگا تو مین اپنے قرضون سے ادا ہو جاؤن گی خود کمانے لگے گا کسی کے دن سدا ایک سے نہین رہتے ہین اور نہ رہین گے - یہ مصیبت کے دن بھی گذر جائین گے -

دیکھو امید نے دم دلاسا دیکر آخر اس ستم رسیدہ کو صبر دلا ہی دیا - انھین بناؤن پہ کہا ہے اور سچ کہا ہے "دنیا بامید قائم ہے"

راقم محبوب احمد تمنائی

ایڈیٹر - اس رنگ کے مضامین اب ملک مین ناپسند ہین - گو پیشتر بارہا لکھے گئے - لیکن اور قسم کے مضامین تحریر فرمائیے بشرطیکہ عمدہ ہون اور طبیعت پر زور دے کے لکھے جائین کہ ضرور درج ہون گے -

---

حضرات ناظرین

مارچ تک کے پرچے آپ کی خدمت مین پہونچ گئے - اس عرصے مین طرح طرح کے خیالات لوگون نے ظاہر کیے بعض حضرات کو تو یقین آگیا کہ دلگداز بند ہو گیا - مگر ہم کہہ چکے ہین اور انشاء اللہ ہمیشہ یہ سچ ثابت ہوگا کہ دلگداز چاہے دیر مین نکلے مگر برابر نکلتا رہے گا - یہ ایک دلچسپی کا مشغلہ ہے - خدا نے چاہا تو یہ دلچسپی ہمیشہ قومی امیدون کو بڑھاتی رہے گی - اب آپ سے درخواست ہے کہ براہ عنایت بہت جلد قیمتین ارسال فرما کے مشکور کیجیے - آپکا خادم [illegible]

بادِ سحر

صبح خیزان بہت تڑکے اُٹھے - اور مذہبی فرائض کے ادا کرنے کی جانب
نہایت سرگرمی سے متوجہ ہو گئے - اُنھون نے جس چراغ کو غلبۂ تاریکی کے وقت
طاق مسجد مین روشن کیا تھا اُسے کچھ خوشگوار سی ہوا کے جھونکون سے تھپیڑے
کھا کھا کے اور اپنی دلفریب نورانیت کو کھو کھو کے یا مختصر یون کہ جھلملا جھلملا کے
گل ہو جاتے دیکھا - اور یا یہ دیکھا کہ صبح کی بیباک ہوا کسی جھونکے پینے والے رندِ مَے کش
کی طرح لڑکھڑاتی ہوئی مسجد مین گھس آئی - اور حضرت شیخ کے ایسے خشک مزاج بزرگ
کے ساتھ بھی یہ بے ادبی کی شوخیان کرنے لگی کہ اُنکی سفید نورانی اور لمبی داڑھی درہم
برہم اُڑی جاتی ہے - وہ داب اوقات کی اداؤن سے رک رک کے بلکہ لوگون کی
آنکھ بچا بچا کے اُسے روکتے ہین مگر وہ ہمارے دلِ از خود رفتہ کی طرح اُنکے ہاتھ
سے نکلی جاتی ہے - اس کے سوا اور کیا تھا جو اُنھون نے دیکھا صبح کے نقیب یعنی
طیورِ نغمہ خوان نے اُنھین بہت پکارا - نسیم مستانہ روش نے بڑی بڑی شوخ اداؤن سے
اُسوقت بھی جب یہ وضو کر رہے تھے اور اُس گھڑی بھی جب یہ نماز مین مصروف
تھے اُنکے پہلوؤن مین بہت ٹھوکے بتائے مگر ان کے دلمین اتنی حس کہان کہ قدرت
کی اصلی بہار کو دیکھین اور سبحان اللہ کہین - یہ کلمہ اُنکی زبان سے بے شک سنا گیا
اور بارہا سنا گیا - مگر موجودہ وقت کی دلچسپیون اور عروس قدرت کی ناز آفرینیون پر
نہین - بلکہ حورون کی تمنا اور جنت کی آرزو مین - اس اعتراض کو لوگ فضول نہ
سمجھین خشک طبعان بوالہوس پر یہ سچا اعتراض ہے کہ اُنھون نے قدرت کی
موجودہ دلچسپیون کی قدر نہ کی صرف آئندہ لطفون کو یاد کرتے رہے - صبح جو
باغِ قدرت کے نکھار کا وقت تھا اُسوقت یہ اُٹھے - مگر اُس وظیفہ مین مشغول
ہو گئے جسے اور وقت بھی پڑھ سکتے تھے - یہ غیر ممکن نہ تھا جو اس وقت یہ صفحات

قدرت کا مطالعہ کرنے کے لیے وقت نکالتے -

بیشک ان کی زبان مین کوئی اثر نہین ہے - جب خدا کے معین کیے ہوے موذنون یا نغمہ سرا مرغان سحر کی دعوت انھون نے نہ قبول کی تو انکی اذان کون سنتا - بس کوئی اتنا بھی نہ تھا جو انھین زبردستی پکڑ لاتا - اور ان پر فضا مقامون مین لا کے کھڑا کر دیتا جو بہار قدرت کے مرکز بلکہ حقیقت مین مورد رحمت ہین -

خدا کی بہت بڑی عبادت یہی ہے کہ اُس کی قدرت کو دیکھ کے انسان اپنی مخلوقیت کا سبق حاصل کرے - یہ نسیم سحر جو صبح کو متوالی بن بن کے چلتی ہے اوسکی کیفیتین اسدرجہ موثر ہین کہ نوجوانان چمن جو قدرتی طور پر یا خود پسندی کے غرور مین بالکل بے حس بنے ہوے رہین انپر بھی ایک ایسا بیخودی کا عالم طاری ہوتا ہے کہ وجد مین آ کے مشغول رقص ہو جاتے ہین - نوجوانان چمن درکنار عروسان گلشن یعنی نازک اور دلفریب پھول جنکی متانت کی ہنسی مشہور ہے اُنسے بھی جوش مسرت مین ضبط نہین ہو سکتا اور کسی طرح اپنے نازک اور خوشرنگ لب بند نہین رکھے جاتے - ان بے حسون کا تو یہ حال ہے اور انسانی دماغ کے عقلا نے اپنی عقلون کو اس قدر غیر متاثر بنا دیا ہے کہ وہ خبر ہی نہین ہوتے اور نسیم سحر دنیا مین ایک زندگی بخش سمان پیدا کر کے رخصت ہو جاتی ہے -

کوہستانی سبزہ زار کی چوٹیان صبح کے سناٹے مین شبنم سحر کے دھوئے ہوئے آسمان کی صورت دیکھنے مین ایسی محو ہوتی ہین کہ گویا اور کسی طرف دیکھنا چاہتی ہی نہین انکے ہر درخت بلکہ اُنکو لباس زمردین پہنانے والی گھانس کی ہر پتی کے حیرتمندانہ سکوت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک بالکل سناٹے اور محویت کے عالم مین ہین ازخود رفتگی نے اُنپر ایک سکتے کا عالم طاری کر دیا ہے - یہ نسیم اُسوقت کی خفیف روشنی مین جب پچھلی رات کے آسمان پر تارون کے چراغ گل کرنے اور زمین ایک مزیدار جھلملاہٹ پیدا کرنے کے لیے اوپر چڑھتی ہے تب دیکھیے کہ ان ازخود رفتہ قلہ ہاے کوہ کو اُس خواب حیرت سے جگانے کے لیے یہ کن مستانہ لغزشون اور شوخ اداؤن سے ان کے دامن مین ادھر اودھر گدگداتی ہوئی جاتی ہے - اور کس کس طرح بیتاب کر کے انھین اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی ہے - نسیم ان

کوششون مین ناکام ہی نہین رہتی۔ اُسے کامیابی ملنا بہت بڑی کامیابی
ہوتی ہے۔ اس کی ان شوخ اداؤن کے نتیجے مین صاف صاف معلوم ہوتا
ہے کہ جیسے اسنے قدرت کے ارگن کو کوک دیا۔ اور ہر چہار طرف سے عجیبہ
کے ایجاد کیے ہوے نغمے سنے جانے لگے خوش نوا اور آزاد طبع طیور جو اس
حصۂ دنیا کے نشیب و فراز مین شب باش ہوا کرتے ہین درختون کی حرکت
انہین جگاتی ہے اور وہ چونک چونک کے خدا کی مناجات اور قدرت کی تعریفون
کے شادیانے شروع کر دیتے ہین۔ زاہدون کا ہم مشرب اور شب بیدار الو اپنی
آنکھین بند کر کے الگ ہو جاتا ہے۔ اور خوش مذاق و شگفتہ طبع طیور ڈالیان
ہلاتے ہوے ٹہنیون پر بیٹھے بیٹھے قدرت الٰہی کی نوبت بجانے لگتے ہین
وہ آبشار جو رات کے سناٹے مین ایک سکوت کے ساتھ بلندی سے نیچے اُترتا
چلا آتا تھا اُسنے اب اپنے آئینہ مین جا بجا صبح کی روشنی کا نورانی عکس دکھایا ہے
اور اُسکی لہرین اُن گوری اور پر افشان پیشانیون کی شکنون کا مزہ دلا رہی
ہین جو صبح یعنی رخصت و مفارقت کے وقت عموماً نمایان ہوا کرتی ہین۔ ان
غصہ کا اظہار کرنے والی شکنون کو اسوقت کی شوخ طبع رقاص یعنی وہی نسیم سحر
ہنسی مین اُڑا رہی ہے۔ اور بار بار ٹھوکے اور ٹھوکرین لگا کے علحدہ ہو جاتی ہے
جسپر یہ قدرتی جبین ناز اور برہم اور پر چین بنجاتے ہین۔ کیا یہ قدرتی کارکنان
قضا و قدر کی غرے دار چھیڑ چھاڑ ایسی تھی کہ زاہد گوشہ نشین ان سے چشم پوشی
کرے؟ لیکن سچ یہ ہے کہ خدا نے اُسے وہ آنکھین ہی نہین دین جنسے یہ کیفیتین
نظر آتی ہین۔

ایک تھکا ماندہ مسافر جس طرح اپنی پر شوق انتظار مین دیکھتا ہے کہ رفتہ رفتہ
دور کے دھندلکے کا دامن چاک ہوتا جاتا ہے۔ اور وطن کی عمارتین ساعت بساعت
زیادہ اُبھر اُبھر کے نمایان ہوتی جاتی ہین۔ اُسی طرح صبح کا گریبان جو جو چاک
ہوتا ہے وہ وہ قدرت کے نظر فریب سامان اور زیادہ نمایان ہوتے جاتے ہین
مثلاً طلاطم سمندر کا کنارہ پر آرزو نظرون کو دور کی سیر کرانے والا ساحل۔ جہان اکثر
دوست آشنا سے بچھڑے ہوے ہجران زدہ۔ خدا جانے کن کن آرزوؤن سے

نظر دوڑایا کرتے ہین وہان اُسوقت جسوقت نسیم سحر کو آپ نے پہاڑ کی چوٹیون پر چڑہتے دیکھا تہا ملاحظہ فرمائیے تو یہان بہی باغ قدرت کے عجیب وعجیب کرشمے نظر آئین گے - وہ جہاز جسکے انتظار مین لوگ مدتون سے چشم براہ تہے اور جسنے رات کی تاریکی مین اسٹیم کی قوت یا بادبانون کی کشش سے اپنے سفر کی بہت مسافت طے کر لی ہے - اب اسوقت اُن معمولی قوتون کو نسیم سحر اور بڑہا رہی ہے - اور گویا مشتاقون کے جذبات کی سفیر بنکے گئی تہی اور انہین بڑی قوی کشش کے ساتھ کنارے کی طرف کہینچے لاتی ہے - اس جہاز کی جستجو کرنے والی نگاہون نے صبح کا دامن چاک ہوتے ہی بہت دور پر پایا تہا - اُسکی پہلی مٹی مٹی شکل اب زیادہ نمودار ہوگئی ہے - نسیم سحر اُسکے استقبال مین اس درجہ سرگرم ہے کہ سمندر کو اپنی نازک جہونکون سے بار بار تہپیڑے دیتی ہے - اور کوشش کرتی ہے کہ سمندر اس جہاز کے لیے جو گویا مختلف آرزوون اور امیدون کی مجسم تصویر ہے خود ہی جگہ خالی کردے - اگرچہ یہ تہپیڑے ڈہیلے ہاتہون کی مار ہین - اور انمین ناز معشوقانہ اور جور مہوشان کا مزہ آتا ہے لیکن تاہم سمندر اُسپر بہی بگڑ بگڑ کے بار بار چین بجبین ہوجاتا ہے - ان سب باتون کی مجموعی کیفیت دیکہنے سے تعلق رکہتی ہے - وہ سطح آب کا جہنجلا جہنجلا کے چین بجبین ہونا - وہ جہاز کا برابر آگے بڑہنا - اور وہ نسیم سحر کا بار بار اور رہ رہ کے سمندر کو چہیڑ کے الگ ہوجانا ایسی لطف کی باتین ہین کہ ایک صاحب حس کے نزدیک ان کی زیارت ہی اول درجہ کی عبادت الٰہی ہے -

اے پیاری خوشخرام نسیم سحر - تو قدرت کی سچی کارفرما ہے - کارفرما ہی نہین نامہ بر ہے - خدا کے وہان سے صبح کا پیام دنیا والون کے پاس تو ہی لاتی ہے - تیری ہی خوشگوار خنکی جب محسوس ہوتی ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ اب صبح ہوئی - قدرت کی کارفرمائی کی خدمت سرانجام دینا تیرا ہی کام نہین بلکہ تیرا ہی حصہ ہے - غالباً تیری ہی نازک انگلیون سے دامن سحر بہی چاک ہوتا ہوگا اسلیے کہ جب کبہی تڑکے آنکہہ کہلی ہے ہمنے بچشم خود دیکہہ لیا ہے کہ آسمان پر جاکے تارون کے چراغ تو ہی گل کرتی ہے - پچہلے کے چاند کے چہرے پر تو ہی وہ سفید پوڈر مل آتی ہے

جو اسکی روشنی کو ماند کر دیتا ہے اور جسکے اثر سے آخر وہ ایسا غائب ہوتا ہے کہ دنیا بھر مین کوئی اُسے نہین دیکھ سکتا۔ چاہے وہ سب کو دیکھتا ہو۔ تو ہی باغون مین جا کے غنچون کو ہنساتی اور نونہالان چمن کو از خود رفتہ کر کے وجد مین لے آتی ہے۔ تو ہی سمندر کے پانی مین ایک خفیف حرکت پیدا کر کے عدم سے ایسے سناٹے کو مٹاتی ہے۔ تو ہی صحراؤن مین چل پھر کے ریگ رواں کو ہنسی چال چلاتی ہے۔ دنیا کے جھلملاتے ہوے چراغ اور صحبت ہاے عیش کی شمعین تیرے ہی پھونکنے سے گل ہو جاتی ہین۔ اور عالم کی رات بھر کی خموشی تیری ہی شوخ اداؤن سے دور ہوتی ہے۔ تو آشیانون مین جا کے طیور کو جگاتی اور مسجدون مین آ کے زہاد کو اٹھا بٹھاتی ہے۔ تیری ہی خنکی پا کے پچھلے کے گشت کرنے والے سو جاتے ہین۔ اور تیری ہی چھیڑ چھاڑ سے وصلت نصیبون کا پہلو آباد کرنے والی حور وشین بالون کو سمیٹتی اور دوپٹون کو سنبھالتی ہوئی اُٹھ کھڑی ہوتی ہین۔ آہ اکیسی اچھی اچھی جگہ تیرا گذر ہوتا ہے۔ اور تو کیسی کیسی لطف کی صحبتون میں پہونچ جاتی ہے۔ تو آزادی کا نمونہ مجنون کا بیباک ہاتھ۔ یا بہاری ہوا ہے۔ تو عشرت پرستون کی رقیب۔ خود پرستون کو اُبھارنے والی۔ اور ہجران نصیبون کی یار باصفا ہے۔ اور اسی لیے بلاکشان ہجران تجھ سے کیسے کیسے آرزومندی کے پیام لیتے ہین۔

تجھے وطن آوارہ اپنے گھر۔ ہجران زدہ کوے جانان مین اپنا پیام دے دے کے بھیجتا ہے اور تو جاتی ہے۔ تجھے داغ دے جانے والے کا سوگوار اُسکے پاس جنت مین اور جوان مرگ مہ جبین کا دلدادہ اُسکی قبر پر اپنا سلام پہونچانے کی درخواست کرتا ہے اور تو پہونچاتی ہے۔ فلاکت زدہ شاعر کی ساری امیدین تیرے دم کے ساتھ ہین۔ اور ہجران زدہ ستمکش کی زندگی تیرے ہاتھون ہے۔

شعر و سخن

شاعری وہ قدرتی جذبات ہین جو انسان کے دل کو پوری قوت اور ایک

بے مثل کشش سے اپنی طرف کھینچ لیا کرتے ہین - یہ جذبات قدرتی و فطری طور پر خود بخود دل مین پیدا ہوتے ہین اور زبان سے ظاہر ہو لیتے ہین کوئی تعلیم اور کوئی کوشش انکو نہین پیدا کر سکتی - اسی سبب سے ایک معمولی شاعر اور بالکل نومشق سخن گو کبھی ایسے موثر اشعار کہہ جاتا ہے جنکے آگے بڑے بڑے اساتذہ کے دیوان مٹ کے رہ جاتے ہین - اگر دنیا مین کوئی سچا جادو ہے اور اگر دل کو قابو مین لانے والی کوئی تسخیر ہے تو وہ یہی شعر و سخن ہے خیال کیا گیا ہے اور سچا خیال ہے کہ موسیقی بھی ایک چلتا ہوا جادو ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو موسیقی کی قوت بڑھانے مین بھی زیادہ کام شعر و سخن سے لیا جاتا ہے موسیقی صرف اس وجہ سے جادو کا اثر نہین رکھتا کہ عمدہ سرون اور پیارے گلے سے کام لیا گیا - بلکہ اسکا جادو بھی محض اسی وجہ سے چلتا ہے کہ گلے بازی کی مشق نظم و شعر کے میدان مین دکھائی گئی -

پیارا گلا آواز کی دلکشی دونون خوب چیزین ہین - کوئی شک نہین کہ اگر صرف انہین سے کام لیا جائے تو بھی دلپر بیخودی اور از خود رفتگی کا عالم طاری ہوگا لیکن انمین جو کچھ اثر ہے اُسکو صرف پیاری صورت سے لگاؤ ہے جو جادو موے پریشان یار کسی دل از دست دادہ پر - جبین ناز کسی حسن پرست پر - نگاہ شوخ جگر صد چاک پر - اور تمام حسن کی ادائین قدر دانان حسن پر ڈالتی ہین وہی جادو پیاری آواز اور دلربا تانین انسان کے دل پر ڈالتی ہین - موسیقی اصل مین اُسی دلفریب آواز کا نام ہے جو کسی حور وش کے پیارے گلے سے نکلکے سننے والون کے کانون تک پیام حسن پہونچاتی ہے جسکو ہندی کا سخن سنج اپنے نیچرل مذاق مین "میٹھے بچن سہاون بولی" کہتا ہے - موسیقی نے اسمین جدت پسندی کے ساتھ اتنی ترمیم کرکے انسانی کمالات کا بیش بہا نمونہ دکھایا کہ مختلف تجربات کی بنا پر اور قدرتی جذبات کا بہت سچا اور نازک اندازہ کرکے پتہ لگایا کہ آواز کی کون حرکت اُسکا کون سر اور کون سی دہن کس سین مین اور کس وقت زیادہ بھلی اور زیادہ موثر معلوم ہوتی ہے - اس کے بعد اس امر پر بھی غور کیا گیا کہ مختلف آوازین اور سُر جو انسان کے گلے سے نکلتے ہین - اگر اُن کی ترتیب مین ایک عمدہ انتظام اور ارینجمنٹ

قائم کیا جائے تو دلفریبی اور خوش آیندگی کا اثر بدرجہا زیادہ ترقی کر جائے گا یہی خیالات تھے جو اصول کی حیثیت سے ترتیب دیے گئے اور جنکا نام موسیقی رکھ دیا گیا۔

یکن موسیقی کا زیادہ اور ابتدائی حصہ چونکہ نغمون اور سُرون کی ترتیب پر منحصر تھا لہذا اسکی بنا نظم ہی کی سطح پر قائم کی گئی - اسلیے کہ نظم کلام مین خود ہی ایسی ترتیب پیدا کر دیا کرتا ہے جس کی بنا پر گلا بغیر کسی قسم کی دقت کے سرون کو عمدہ ترتیب سے ظاہر کرتا چلا جاتا ہے نظم کو اگر اس کی حد پر دیکھیے تو اسمین دو باتین ہین - ایک تو موزونیت جسے سُرون اور نغمون کی عمدہ ترتیب ہی کہنا چاہیے - دوسرے شعر یعنی وہ خیالات جو دل انسان پر پورا اثر ڈال دین - اور ایسے امور و واقعات کو یاد دلا دین جو دلی جذبات کے قوی محرک ہین - اگرچہ موسیقی مین نظم ابتدا صرف موزونیت کی ضرورت سے لیا گیا تھا - لیکن ضمناً اُس کے ساتھ وہ موثر خیالات اور جذبات دل کے اُبھارنے والی کیفیتین بھی آگئین - اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ موسیقی کی جان نظم ہے اور موسیقی کے موثر ہونے کا قوی سبب نظم ہی ہے - خرابی یہ ہوئی کہ عروض اور موسیقی دو جداگانہ فن ہو گئے ورنہ اگر دونون کو باہم ملا کے ترتیب دیجاتی تو دونون کے جذبات اور دونون کی تاثیر کا درجہ زیادہ ہو جاتی - اس تفریق کی وجہ غالباً بلکہ یقیناً اسلامی دور ہے - اسلام موسیقی کو حرام اور نظم کو جائز بلکہ بعض موقعون پر موجب ثواب بتاتا تھا جس وجہ سے علوم مین ترقی کرنے والون کو حرام و حلال مین تمیز کرنے کی غرض سے بڑی احتیاط کے ساتھ دونون فنون کو جدا کرنا پڑا اور یہ دونون فن ایسے ہو گئے کہ ایک سے دوسرے مین بالکل مدد نہین لی گئی - ہمارے خیال مین اس احتیاط نے نظم کو ضرور نقصان پہونچایا - لیکن موسیقی کے شائق چونکہ شرع اسلام کی پابندی اور احتیاط سے کام نہین لیتے تھے لہذا اُنھون نے اپنے نغمون کی بنا نظم ہی پر قائم کی - آج جو یہ تم دیکھتے ہو کہ موسیقی مین تھوڑا بہت اثر ہے بھی لیکن نظم مین جتنا اثر چاہیے تھا اُسکا عشر عشیر بھی نہین - یہ سب انھین قدیم محتاط ترقی کرنے والون کے خیالات کا نتیجہ ہے -

سہ حال پہلا جادو جو انسان پر چلا وہ نظم ہے۔ اگر ہم نظم کی عام ہسٹری پر نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ نظم کے ہمنے اور ہم سے نظم نے دنیا مین کیسے عجیب و غریب سخت و دشوار۔ بلکہ غیر قابل برداشت کام لیے ہین۔ متنبی کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ اُسنے اپنے ایک قصیدہ کا جادو ڈال کے آجر دین کے ایک گروہ کو ایک قوی و زبردست فوج سے لڑا کے کٹوا دیا تھا گو خود بھاگ کھڑا ہوا۔ اس سے بڑھکر یہ ہوگا کہ داؤد (علے نبینا و علیہ السلام) اُس خدا کے پاک اور معصوم بندے نے نظم ہی کے اثر سے خدا۔ اس خلاق عالم کو رضی کیا تھا۔ اور یونان و روم کے بت پرستون نے اسی سحر سے اپنی دیویون کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ ہندوستان کے دیوتاؤن کے سامنے بھی اسی موثر جادو سے کام لیا گیا اور مسیحی دنیا کے گریک۔ کیتھولک بلکہ پرٹسٹنٹ چرچ مین بھی وہ مقدس نظمون کی وضع سے نمودار ہوا۔

یہی نظم کے کرشمے دیکھنا باقی ہین۔ گو اُسمین نغمہ شریک ہے لیکن انصاف تو یہی ہے کہ اثر مین زیادہ دخل محرک جذبات خیالات کو ہے۔ گو نغمہ اور راگ کی مناسبت نے اُسمین اور قوی کر کے شراب دو آتشہ کی خاصیت پیدا کر دی۔ امرا کے دل مین فیاضی کا جوش پیدا ہوا اور اُنھون نے غربا کو خدا جانے کیا کچھ دے ڈالا۔ سپاہی کے دل مین ایک حرارت پیدا ہوئی اور اس بیتابی بے جوش سے کہ بخوشی خاطر جان دینے پر تل گیا۔ عبادت گزار کا عبادت مین دل لگ گیا اور مقبولیت کا اُسے کچھ ایسا یقین ہو گیا کہ انتہا سے زیادہ رقت قلب سے رو رو کے دعائے مغفرت مانگنے لگا۔ محبان حسین اگرچہ بھرے ہی بیٹھے تھے لیکن کچھ اس بیتابی سے پھوٹ پھوٹ کے روئے کہ اکثرون کو غش آگیا۔ ظالم بادشاہ کا نیچر اگرچہ ظلم ہی کی طرف مائل تھا لیکن اُسے یک بیک کسی مبتلائے ظلم پر ترس آگیا اور وہی مظلوم اُسکے دربار سے خلعت و اکرام سے سرفراز ہو کے اپنے گھر گیا۔

زاہد خشک ان سب کی بہ نسبت زیادہ بے حس معلوم ہوتا تھا اُسپر کچھ ایسا عالم وجد طاری ہو گیا کہ انسانیت سے گذر گیا اور بھرے مجمع مین کھڑا ناچ رہا ہے

عشاق خستہ جگر کو تھوڑی بہت تسلی ہوئی تھی کہ یکایک انھون نے پھر ایک آہ دوزآہ کھینچی - کلیجا ہاتھون سے تھاما اور دھم سے زمین پر آ رہے - اپنے دوپاب ناز کرنے والے جفا شعار گو کہ اپنی بے پروا طبیعت کے ہاتھون سے [illegible] نہین سنتے تھے ان کا بھی دل خود بخود پسیجا اور کسی ہجران زدہ کی صورت بہت تیورون سے دیکھتے ہی دیکھتے ذرا نرم ہوے اور پھر آپ ہی آپ کچھ ایسا بہلا آیا کہ بے اختیار بڑھ کے گلے مین باہین ڈالدین - اور جفا کار سے وفا شعار بن گئے - یہ ایسے تغیرات ہیں جو یون چٹکی بجاتے مین کیونکر ہو گئے ہے؟ یہ تین کس طرح ہو گئین؟ اور اور اوقات مین کیون ایسا فرق آیا؟ صرف اسلیے کہ سب پر نظم و نغمہ کا جادو چل گیا - ان سب مقامات پر موثر اور جادو بھرے شعر کبھی قصیدے کی حیثیت سے اور کبھی مرثیہ کے رنگ پر - کبھی مناجات کی وضع میں اور کبھی رجز خوانی کے پردے مین کبھی بیتابی اور جذبات عشق ظاہر کرنے کے لیے اور کبھی حسن عالم آشوب کی مدح سرائی مین سنے گئے - اور انھون نے اپنا ایسا کامیابی کا اثر نمایان کیا کہ جس کام کے لیے انکا جادو چلایا گیا تھا فوراً پورا ہوا -

مجسمہ بت وہ بھی جنکا جسم پتھر کا ہے اور وہ بھی جن کا دل پتھر کا ہے دونون پر اگر کوئی جادو کارگر ہوا ہے تو وہ اسی نظم کا جادو ہے - تمنے دیکھا ہوگا کہ عالیشان مندرون مین جہان عجیب و غریب مورتین اس پروردگار عالم کی مظہر قدرت خیال کی جاتی ہین وہان نظم کا بھجن پڑھا جاتا ہے اور لوگ ذوق و شوق سے اس جادو بھری عبادت کے ساتھ اپنی تمنائین اور آرزوئین ظاہر کر رہے ہین وہ جادو بھرا اثر نمایان کرتا ہے اور آرزوئین بر آتی ہین - تمنے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ وہ آفت زدہ مسیح مصلوب کی تصویر کے سامنے نہایت رقت قلب کے ساتھ کھڑا ہے زار و قطار روتا جاتا ہے اور جب آرگن کے نغمون کے ساتھ اپنی تمنائین ظاہر کرتا جاتا ہے - خدا اسکی آرزوئین ہی باقی نہین رکھتا -

نظم حقیقت مین جادو ہے - اس سے آپ جس قسم کا کام چاہین لے لین - بنے ہوے کو بگاڑنا اور بگڑے ہوے کو بنانا دونون کام اس سے پورے ہوتے ہین ایسی تاثیر دنیا کی اور کسی چیز مین نہین ہے جیسی کہ نظم مین ہے - اور نظم ہی وہ [illegible]

موسقی کے جادو کی آمیزش ہو۔

دنیا مین دو چیزین زیادہ موثر مانی گئی ہین۔ حسن۔ آواز۔ ان دونون کو اکثر عقلا جادو ہی تصور کیا کرتے ہین۔ اور یہان تک خیال کیا جاتا ہے ہین بھی تو دونون چیزین گویا جادو ہی۔ حسن تو نیز اپنے جذبات سے جو کچھ اثر انسان کے دلون پر کیا کرتا ہے۔ اُسکا حال لوگون کو معلوم ہی ہوگا۔ باقی رہی آواز۔ اگرچہ ہماری آواز کی کشش نے بہتون کو از خود رفتہ کر دیا ہوگا۔ لیکن اُس آواز کا اثر صرف اُس نغمہ کی وجہ سے تہا جس سے موسقی مین کام لیا گیا اور جو لطف کی جان ہے۔ اِسمین کسی کو شک نہین کہ موسقی اور اچھی موسقی وہی ہے جسکا ظہور اُس دلکش آواز کے ذریعہ سے ہوا۔

ان دونون چیزون مین جتنا اثر ہے وہ بدرجہا زیادہ ہوتا ہے جب نظم سے مدد لیجاتی ہے۔ اس لیے کہ وہی خیالات جو اپنی حد پر فی نفسہ جادو کا اثر رکہتے تہے جب کہ انمین حسن صورت اور حسن صوت کے تہرے جادو شامل ہوگئے تو سچ یہ ہے کہ قیامت ہو گئی۔

افریقہ مین مسلمانونکی کامیابی

مسلمانون کی عجیب و غریب فتوحات مین ایک واقعہ یادر کہنے کے قابل ہے جسنے افریقہ کو ہمیشہ کے لیے اُنکی قسمت مین لکہدیا اور وہان کے لوگ ایسے مسلمان ہوے کہ زمانہ ہزار کوشش کرے مگر وہ دین اسلام سے نہین پہر سکتے۔ اس سے قبل یونانی زبان والی قسطنطنیہ نے افریقہ کی قومون کو عیسائی بناکے اپنا مطیع کر لیا تہا۔ اگرچہ شام اور ایشیا مائنر کی لڑائیون مین مسلمانون نے ہرقلوس شاہنشاہ روم کو ضعیف اور پاشکستہ کر دیا تہا۔ اور اُسمین اتنی قوت نہین باقی رہی تہی کہ دین اسلام کے مقابلہ کا خیال بہی کر سکے۔ لیکن وسط افریقہ کی بربری قومون پر یونانیون اور دین مسیحی کا اثر پڑا ہوا تہا۔ گو قیصر نے اُنکی اعانت نہین کی بلکہ اُون سے لینا چاہتا ہے کہ نہ کر سکا مگر وہان کی قومون نے بے ضابطگی ہی کے جوش سے

خلفا کی مزاحمت میں ایک آخری کوشش دکھا دی- اور اُس کوشش میں ایک حد تک اُنھیں کامیابی ہوئی-

لیکن اِس واقعہ کے شروع ہونے سے پہلے ذرا اُس عہد کی ایک مختصر سی تصویر تو دیکھ لیجیے- اسلامی بہادری کے شباب و عروج کا زمانہ ہے عرب سپہ سالاروں نے ساری دنیا کو مطیع کر لیا- جناب رسالت کے صحبت یافتہ لوگ جو زندہ ہیں وہ خوب خوب جانفشانیاں دکھا کے اپنے نام کو چار دانگ عالم میں مشہور کر چکے اور اب خانہ کعبہ یا جوار رسول میں بیٹھ کے یاد الٰہی میں مشغول ہیں لیکن نوجوانوں کے سینے میں حرارت دینی کی آگ شعلہ زن ہو رہی ہے انھوں نے ترقی اسلام کا جھنڈا اپنے کندھوں پر رکھا ہے اور ڈھونڈھتے پھرتے ہیں کہ کوئی موقع ملے جہاں جانبازی کا امتحان دے کے مستحق ثواب ہوں ملک میں ملتا آباد دنیا پر علم اسلام لہرا رہا ہے ہاں غیر آباد اور وحشیوں سے بھری ہوئی چند سرزمینیں نظر آتی ہیں جنکی طرف وہ وطن کی خوبیاں اور مہذب دنیا کی لذتیں اور آسائشیاں چھوڑ چھوڑ کے جاتے ہیں کہ اور کہیں نہیں تو یہیں سہی- ہاتھ پاؤں سے مشق سپہ گری تو نہ چھوٹے اور دل میں جوش جہاد تو نہ پھیکا پڑے- دمشق کے تخت خلافت پر بنی امیہ میں کا باجبروت خلیفہ عبد الملک بن مروان جلوہ آرا ہے اور اُس کی اولوالعزمیاں دنیائے اسلام کو ہر روز ایک نئی فتح کی خبریں سناتی ہیں-

اِس وقت افریقیہ کی لڑائی میں مقتدائے نصاریٰ گریگوری کو شکست ہو چکی ہے- اس کی بہادر [illegible] اور ذی علم لڑکی اپنے باپ کے قاتل عبد اللہ بن زبیر کے پہلو کو آباد کر رہی ہے- اور ناکامیاں ان کے بعد افریقیہ و بربر کے صحرا نشینوں نے رومیوں کی کمک سے مایوس ہو کے اپنی آزادی بچانے کی خود اپنی قوت سے ہو پر ایک جدید کوشش کی ہے یہ کوشش کیونکر کی گئی؟ سنیئے

افریقیہ میں ان دنوں ایک عورت تھی جو دعوی نبوت کرتی تھی نبوت کا دعوی ہو یا نہ ہو مگر اتنا ضرور تھا کہ غیب کی باتیں بتاتی تھی اور معجزنما پیشینگوئیاں [illegible] جاتا تھا- اُس عورت کا نام مورخین کاہنہ بتاتے ہیں- اب خدا جانے یہ نام تھا

یا نبوت کا اضافی لقب - خیر جو کچھ ہو وہ قدیم بت پرستی کی پابند تھی اور تمام بربری وحشیون کو اپنی طرف سمیٹ کے اُسنے مقابلہ کا جھنڈا بلند کیا وہ وحشی جو ادہر اُدہر منتشر تھے اور ایک بے ضابطگی کے عالم مین مارے مارے پھرتے تھے زمین اُسنے ایک باضابطہ فوج مین مرتب کیا - اور مقابلہ کے لیے لے کے چڑہی کاہنہ کوئی معمولی عورت نہ تہی - بلکہ اصل مین وہان کی ایک ملکہ تہی حسن والی افریقیہ کی فوجون سے مقابلہ ہوا - اور ایسی سخت شکست سلمانون کو ہوئی کہ بقول گبن کے ایک صدی کی فتوحات پر پانی پہر گیا عربی سرداروں نے مجبوراً افریقیہ کو چہوڑ دیا اور پلٹ کے مصر کی حدود مین آ گئے -

اس فتح نے کاہنہ کا درجہ اور دماغ بہت بلند کر دیا مگر ادعاے معجزات نے بی کاہنہ کو کچھ ایسی عجیب و غریب پالسی سکہادی تہی کہ مسلمانون کی اس شکست پر کچھ مسلمان ہی نہین افسوس کرتے ہین بلکہ عیسائیون اور دنیا کی تمام مہذب قومون کو رونا پڑتا ہے - بی کاہنہ نے تمام سرداران مرافہ اور بربر کو فراہم کیا اور اُن کے سامنے ان الفاظ مین اپنی وہ عجیب و غریب وحشیانہ پالسی ظاہر کی " ہمارے شہرون مین جو سونا چاندی ہے اسی کی طمع مین ہمیشہ اہل عرب ہتیار باندہ باندہ کے آیا کرتے ہین - مگر ہمارا حوصلہ کچھ ان ذلیل چیزون سے لینے نہین ہے ہم روے زمین کی سادی اور معمولی پیداوار ہی مین خوش ہین آو - ان سب شہرون کو مسمار کر دین اور ان تمام دولتمندی کے خزانون کو ان مسمار شدہ شہرون کے کہنڈرون اور ویرانون مین توپ کے ضائع کر دین جب ہمارے دشمنون کو اپنی طمع مین سوا مفلسی اور لاچاری کے اور کچھ نہ نظر آئے گا تو غالباً اپنا سر مار کے چلے جائینگے - اور ہماری جنگ جو قوم کے اطمینان مین خلل انداز نہ ہونگے " اس تجویز پر ہر چہار طرف سے صداے تحسین و آفرین بلند ہوئی اور بڑے جوش و خروش سے یہ امر منظور کیا گیا -

اس کی تعمیل عجب جاہلانہ اور ہیبت ناک طریقہ تہا - طنجہ سے (جو افریقیہ کے انتہاے ارض غرب مین واقع ہے) طرابلس تک کل عمارتین منہدم اور مسمار کر دی گئین

بڑی گہری تہا جو بچ رہا ہو جسے کہ قلعہ بھی توڑ پھوڑ کے برابر کر دیے گئے
یہان سے وہان تک جتنے پھلدار درخت تھے سب کاٹ کے گرا دیے گئے
الغرض پیداوار کے جتنے ذریعے تھے ان عقلمندون کے ہاتھون سب نذرِ ادبار
ہو گئے۔ مختصر یہ کہ جو سرزمین تر و تازہ اور شاداب باغ کی حیثیت رکھتی تھی
ایک لق و دق صحرا بنا دی گئی۔ ادہر پچھلے مورخون کو اکثر ان لوگون کی حماقت
اور اُس عہد کی تباہی و بربادی کے مٹے مٹے آثار آج بھی جابجا نظر آتے
ہین اور حسرت کا سمان دیکھ کے متاثر ہو جانے والے آج بھی وہان جا کے
آنسو بہا آتے ہین۔ افریقہ کے یہ بلاد جو سواحل بحر روم پر واقع ہین اصل
مین نہایت ہی زرخیز اور سرسبز و شاداب واقع ہوئے ہین۔ انکی دولتمندی
کی ان دنون شہرت تھی۔ مگر کاہنہ کے ہاتھون وہ ملک بالکل تباہ و برباد ہو گیا
ورا ایسا تباہ ہوا کہ زمانے نے اتنے دنون مین بہت سے چکر کہائے مسلمان
قومین بارہ سو برس کے بعد ضعیف ہونے لگین اور براعظم افریقہ کے گرد
دول یورپ کے جہاز چکر لگانے لگے۔ مگر اُس عہد کی تباہیان آج بھی اسی
طرح نمودار ہین —

انگریزی مورخین اعتراض کرتے ہین کہ اہل اسلام کو چونکہ عموماً خلاف عقل باتون
سے انس ہے لہذا انہون نے کاہنہ کو بھی ایسا الزام دے دیا۔ وہ کہتے ہین
کہ اس سے تین سو برس پہلے جو تباہی ونڈال وغیرہ قومون کے ہاتھون سلطنت
روم کو اور نیز اُس کے ماتحت ممالک کو نصیب ہوئی تھی اسمین کاہنہ کی پالیسی
نے شاید کچھ اضافہ کر دیا ہوگا۔ مگر یہ نہین قیاس مین آتا کہ اُسنے سارا ملک
کیونکر تباہ و برباد کر دیا مگر ہمارے نزدیک مسلمان مورخون کا بیان اتنا حیرت انگیز
نہین ہے جتنا کہ ان پچھلے اصحاب الرائے مورخین یورپ کا انکار حیرت خیز ہے
مسلمان اس سے بہت پہلے سرزمین افریقہ کے مالک ہو چکے تھے اُنہون نے
طرابلس مین گریگوری اور اُسکی بیٹی کی فوجون کو شکست دی تھی اور اُن کا
نامور سردار عقبہ بن نافع مراکش کی سرزمین طے کر کے افریقہ کے مغربی ساحل تک
جا کھڑا ہوا تھا۔ جہان اُسنے سمندر مین گھوڑا ڈال دیا تھا۔ اور درگاہ جناب باری

مین بکمال خلوص و جوش عرض کیا تہا کہ د بار الٰہا اگر یہ ممکن نہ ہو کہ وہ نہ ہوتا تو جہان تک زمین ملتی مین تیرے مبارک نام کی یہی مین منادی کرتا چلا جاتا بہرحال کاہنہ کے قبضے مین آنے سے پہلے مسلمان افریقہ کو دیکھ چکے تھے کیا اُنہون نے نہ دیکھا ہوگا کہ سارا افریقہ بیشتر ہی سے تباہ و ویران پڑا ہے اور جب دیکھا تھا تو پہر اُنہون نے جان بوجھ کے کاہنہ کو کیون ملزم ٹھہرایا تہا اگر زبردستی ہی الزام دینا تہا تو اُنکی تاریخون مین ایسا الزام کسی اور کو کیون نہ دیا گیا ہم یہ نہین سمجھتے کہ مسلمانون کے ہاتھ سے محفوظ رکہنے کے لیے ملک کا ویران کر دینا بعید از قیاس ہی کیون ہو۔ دنیا کی تاریخ جاننے والون نے بارہا دیکھا ہوگا کہ اکثر فرمانروائون نے حریف کے ہاتھ سے بچانے یا اُسکے فائدہ مند نہ ہونے کی غرض سے اکثر شہر مسمار کر دیے۔ اور وحشی قومون کا تو یہ عام دستور ہے وندال اور گالیا والون نے کاہنہ سے پہلے ملکون کو تباہ و برباد کیا۔ تباہ کر دینا کوئی ایسا امر نہین ہے جو ایک شریر انسانی نیچر کے خلاف ہو۔ ہماری غرض اس تحریر سے یہ بتانا ہے کہ عیسائی مورخین اپنے قیاسی مخالفون پر تاریخ کو اور خصوص غیر قوم کی تاریخ کو ایسا الٹ پلٹ دیا کرتے ہین۔

الغرض کاہنہ نے چند روز کی حکومت مین اپنی صدیون تک نہ مٹنے والی اور ہر دردمند کو رُلانے والی یادگارین بخوبی بیل کو نہ پہونچائی تہین جس کے بعد موسیٰ والی مصر فوجین لے کے پہونچا اور عربی گہوڑے جوش و خروش کے ساتھ مغربی افریقہ کی طرف بڑہے۔ اسمین کوئی شک نہین کہ کاہنہ کی ان حرکتون نے اُسکی طرف سے عام ناراضی پیدا کر دی تہی اُس کے ہمراہیون مین سے بہی وہ لوگ جو سوسایٹی اور تمدن کو پسند کرتے تہے حیران ہو گئے تہے۔ وہ شوق اور غلبہ کی آنکھون سے کسی ایسی قوت کا انتظار دیکھ رہے تہے جو اُن کے ملک کو اُن تباہیون سے بچالے۔ اُنہون نے رومیون کی طرف نظر دوڑائی مگر اُدہر حوصلہ پست تہے۔ اور مسلمانون کی دہشت سے رومیون اور یونانیون کو مدد کرنے کی جرات نہ ہوئی۔ آخر وہی لوگ پہر مشرق کی طرف سے بڑہتے نظر آئے جو ابہی شکست اُٹھا چکے تہے۔ کاہنہ کی نوج سے اور مسلمانون سے سخت

مقابلہ ہوا - لیکن اہل بربر کو امتحان ہو گیا کہ مسلمانون نے افریقیہ کو چھوڑ دینے
کے لیے نہین فتح کیا تھا - بربری اور مزاحمت والے پسپا ہو کے بھاگ گئے - کاہنہ
مسلمانون کے ہاتھ مین گرفتار ہوئی اور اپنے جرائم کی یاداشت مین سپہ سالار
عساکر اسلامیہ کے سامنے قتل کی گئی - اپنی ملکہ کی آخری تقدیر دیکھ کے وہ
بھی جو اس کے دلی ہمدرد تھے صحارا اور ریگستانون مین منتشر ہو گئے اور
پھر کوئی قوت مسلمانون کے مقابلہ کو نہ آئی - جسکے بعد انھون نے مشرق سے
مغرب تک تمام شمالی افریقیہ پر اپنا قبضہ کر لیا -

اس فتح کی بہت شہرت ہوئی - مسلمانون نے تین لاکھ آدمی افریقیہ مین سے
پکڑے غلام بنائے جنمین سے ساٹھ ہزار غلام بطور مال غنیمت کے دارالخلافہ
دمشق مین بھیجے گئے - اس تعداد پر موجودہ زمانہ معترض ہوگا - لیکن مسلمان جن
لوگون کو غلام بناتے تھے سوا اس کے کہ ایک آزادی اُنکے پاس نہ ہوتی تھی
باقی تمام باتون مین وہ نہایت خوشحال اور مطمئن رکھے جاتے تھے - انکی
دولت کا اظہار غلامون ہی کی وضع ولباس مین کیا جاتا تھا علاوہ برین روم
و یونان والے کرتے تھے - مقدس مجاہدین دین عیسوی کا دامن بھی اُن لوگون بلکہ انکی
وفات کے بہت بعد تک اس اعتراض سے پاک نہ تھا - اور اصل یہ ہے کہ بردہ فروشی
کی اشاعت پر اگر کسی مذہب کو ملزم ٹھہرا سکتا ہے تو ہم کہ سکتے ہین کہ کوئی مذہب
اس الزام سے بری نہین ہے - بلکہ بعض راؤن کی بنا پر تو کہا جا سکتا ہے کہ صرف
اسلام ہی محفوظ ہے -

ابناے افریقیہ مین سے جو لوگ غلام بنائے گئے اُنکے علاوہ تیس ہزار بربری
نوجوانون کا نام اسلامی فوج کے رجسٹر مین درج کیا گیا - اور مجبور کیے گئے کہ ضرورت
کے وقت علم اسلام کے نیچے کھڑے ہو کے دشمنون سے مقابلہ کرین -

موسیٰ نے یہ بھی کوشش کی کہ تمام افریقیہ پر دین اسلام کا اثر پڑ جائے - چنانچہ
کل افریقیہ والون کو تعلیم قرآن دلانے کا سلسلہ شروع کیا - اور چند ہی روز مین
انکو اس قابل بنا دیا کہ جناب رسالتمآب صلعم اور خلیفہ وقت کے سچے اطاعت کیش
ہون - وہ عموماً مسلمان ہو گئے - اور وضع ورفتار مین بالکل بدوی عرب بنگئے

مذہب کے ساتھہ انکو اس فخر کے حاصل کرنے کا بھی شوق ہوا کہ عربی زبان
عربی نام اور عربی اصول کو اختیار کرین۔ چندہی روز مین وہان کے باشندے
اور فاتح مہمانون کا خون مل جل گیا۔ اور یہ معلوم ہونے لگا کہ گویا دریاے
فرات سے لے کے بحر مغرب تک ایک ہی قوم ایک ہی وضع اور ایک ہی خیال
کی تمام صحاراے ایشیا اور افریقہ مین آباد ہے۔ اور دنیاان اتنی وسعت تک پھیلتی
چلی گئی ہو۔ باوجود اس کے کہ افریقہ والے گویا عرب ہو گئے تھے۔ مگر اسپر بہی
عربون نے اسقدر اس ملک کی بود و باش اختیار کی تہی کہ دریاے نیل
کی ترائیون مین خالص عربی نسل کے لوگون کے پچاس ہزار خیمے پڑے
ہوے تھے۔

افریقہ والے عربون سے اسقدر مل جل گئے تہے یا عربی نسلین اسقدر وہان کی
قدیم رعایا پر غالب آگئی تہین کہ ایک ہی صدی کے بعد دار الخلافت اسلام
مین یہ رپورٹ والیان افریقہ کی طرف سے پیش ہوئی کہ اب جتنے لوگ ہین
سب نسل عرب سے ہین اور کل مسلمان ہین لہذا جزیہ موقوف کیا جاے کیونکہ
یہان کوئی نہین جسپر جزیہ واجب الادا ہو۔

معزز قدردانان دلگداز

آپ کو دلگداز کے حساب کا خیال رکھنا چاہئے۔ روز بروز تجربہ ہوتا جاتا ہے کہ
آپ اپنے فرائض سے غافل ہین۔ حالانکہ اصل یہ ہے کہ یہ غفلت خود آپ ہی
کو ضرر پہونچانے والی ہو جاتی ہے۔ یہ منحوس نتیجہ آپ کے خیال مین نہ ہو۔

مہتمم دلگداز

مولوی عبد الحلیم صاحب شرر

ملک العزیز ورجنا	۴ عہ
منصور موہنا	۴ عہ
حسن انجلینا	۴ عہ
دلگداز سنہ	۴ عہ
دلگداز سنہ ۹۱ء - ۶ ر دلگداز سنہ ۹۲ء ۹ ر	عہ
زیاد ـ جاؤد	عہ
شہید وفا	عہ
دلچسپ ہر دو حصہ	۱۴ ر
یوسف نجمہ حصہ اول	۹ ر
درگیش نندنی	عہ
دلکش ہر دو حصہ	۱۴ ر

مولوی نذیر احمد صاحب

ابن الوقت	۱۲ ر
موعظہ حسنہ	۱۴ ر
مرآة العروس	۷ ر
بنات النعش	۷ ر
توبۃ النصوح ـ ۹ ر مجموعہ لکچر کامل	۱۶ ر

پنڈت رتن ناتھ صاحب

فسانہ آزاد مکمل در چہار جلد	۵ للعہ
جام سرشار	۴ عہ
خدائی فوجدار	۲ عہ
کامنی	۱ عہ
طوفان بے تمیزی حصہ اول	۹ ر

مولوی شبلی صاحب

صبح امید	۴ ر
المامون مع الجزیہ	عہ

ترجمہ ناول رینالڈز

سوزن عشق	۴ عہ
حسرت وصل	۶ ر
جنت الفردوس	۱۲ ر
خوبی قسمت	۴ عہ
راز و نیاز	۸ ع
نیرنگی فلک	۱۴ ر
بت سنگین	عہ
نیرنگ	۱۰ ر
جہانگیر	عہ

متفرق ناول قابل دید

دلفگار	۸ ر
رزم بزم ہر دو حصہ	۲ ع
نازک ادا	۶ ر
سلطان	۱۲ ر
نازنین ہر دو حصہ	۸ ع
نشتر	عہ
اختر و حسینہ ہر دو حصہ	۸ عہ
عقد الجواہر	۸ ع
دلبر	۴ ر
حاجی بابا اصفہانی	۴ عہ
فسانہ دلپذیر	عہ
آدین ولیلی	۴ عہ

دلگداز ۱۸۹۳ع

مصنفۂ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر مصنف
ملک العزیز ورجنا ـ منصور موہنا ـ حسن انجلینا ـ دلکش
دلچسپ ـ شہید وفا ـ مترجم درگیش نندنی وغیرہ

۱۸۹۶ع

دلگداز پریس لکھنؤ مین چھپا

قیمت فی جلد عہ (رجسٹری شدہ) بار دوم

لکھنؤ کا عطر ہر قسم اور ہر قیمت کا!
ہر موسم اور ہر درجہ کے آدمیوں کے لئے!

اے رؤسا قوم! اگر آپ اپنے دماغ کی تقویت اور ترقی چاہتے ہیں - یا ملکی تجارت میں آپکو ذرا بھی دلچسپی حاصل ہوتی ہے تو اس کارخانے کو اپنا بہت بڑا دوست اور اپنا ملکی خادم تصور فرمائیے - ہمکو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں - آپ خود معاملہ کرکے امتحان کر سکتے ہیں - آپ کا دماغ ہی آپکو مجبور کریگا کہ اس کارخانے سے ہمیشہ معاملہ رکھیے -

فہرست عطر موجودہ کارخانہ

عطر حنا قسم اول - فی تولہ - صہ - دوم للعہ سوم سے
چہارم - عما پنجم - عہ ششم - ۱۲ ر
عطر موتیا قسم اول - فی تولہ سے عما - عہ ۱۲
عطر سہاگ قسم اول - فی تولہ - عہ - دوم - کار
عطر گلاب قسم اول - فی تولہ عما دوم - عہ
عطر کیوڑہ قسم اول - فی تولہ - سے عما
سوم - عہ - ۱۲ ر
عطر گلاب بصرہ - فی تولہ عہ - عطر عروس فی تولہ عما
عطر شہناز قسم اول - سے - دوم - عما
عطر چمیلی قسم اول - سے - عما و عہ - ۱۲ ر
عطر عنبر فی تولہ - صہ - عطر جوہی فی تولہ سے
عما و عہ - عطر روح خس اصلی - سے
روح باڑی - صہ - عطر اگر - فی تولہ - سے
عطر خس قسم اول عما - دوم - عہ - عطر مولسری
قسم اول - فی تولہ - عما - دوم - عہ سے عما
عطر چمپا - فی تولہ - عما و عہ - عطر مجموعہ فی تولہ
عطر فتنہ قسم اول - فی تولہ - للعہ - دوم عما

عطر نافہ ایجاد بندہ - فی تولہ سے
عطر رنگ حنا - فی تولہ عما - قطر گل حنا - عما
عطر شمامۃ العنبر فی تولہ - صہ و سے -
روغن حنا قسم اول - فی سیر سے - دوم - للعہ
سوم عہ - روغن بیلہ جونپوری - فی سیر للعہ و عما
روغن چمیلی - للعہ و عما - فی سیر
روغن کیوڑہ - فی سیر قسم اول - للعہ - دوم عما
زندہ یعنی حنا کو خوردنی خوشبودار معطر و معنبر خوش ذائقہ و لطیف گولیاں - فی تولہ - ۸
تو ام گولیوں کا - عہ ر کا - ۳ - تولہ -

لکھنؤ کا ہر قسم کا اسباب یہ کارخانہ بہ کفایت اور عمدگی نہایت دیانتداری کے ساتھ روپیہ وصول ہونے پر روانہ کرسکتا ہے +

کارندہ کارخانہ محمد نثار حسین نثار - لکھنؤ چوک

پیام یار

(اردو شاعری اور نظم کا ایک لاجواب)

جذبات کا دریا - خیالات کا چشمہ - عشاق کا تسلی معشوقہ دلداداؤں کا البم - یعنی وہ چھوٹا صحیفہ حسین جو ہر مہینے پاس نازل ہونے والے الہامات فراہم کیے جاتے ہیں - یا وہ سچا سا پرچہ جسکو ملک نے زبان اردو کے حسن و خوبی پہچاننے کا عملی پیمانہ تسلیم کر لیا ہے - جسے "پیام یار" کہتے ہیں - قومی پریس لکھنؤ چوک سے ماہوار چودہ برس سے نہایت حسن و خوبی سے شائع ہوتا ہے -

سنہ ۹۳ سے ایک دلچسپ ناول بھی اسکے ساتھ ایک جزو مسلسل ہوتا ہے
قیمت مع ناول عام سے عما سالانہ مع محصول -
علاوہ ناول - عہ سال مع محصول -
صرف ناول - عہ سال - لیکن بغیر وصول قیمت پرچے بھیجنے کی روانگی ممکن نہیں - ایک نمبر بطور نمونہ ۵ آنے پر ارسال ہوتا ہے - مہتمم پیام یار - لکھنؤ شہر

قدرِ نعمت بعدِ زوال

کئی برس ہوئے کہ یہی جملہ ہمارے دوستون نے دلگداز کے کسی صفحہ پر دیکھا تھا۔ اِس جملہ کا مقصود اُن رقت و حسرت خیالی جستجو اور تفتیش کے ذریعے سے موثر و پُردرد واقعات کے نمونے دکھلاکے بتایا گیا تھا۔ لیکن ایک فلسفی کی نظر مین غالباً اِن مضمون کی چندان قدر نہ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ واقعات پر نظر رکھنے والے فرضی باتون کی طرف توجہ نہین کرتے۔ لیکن اب ہم ایک ایسے موقع پر اِس مصرع کو پیش کرتے ہین جبکہ ہمین صرف واقعات ہی سے بحث کرنا ہے اور کسی فرضی معاملے سے کام لینے کی کوئی ضرورت نہین۔

"دلگداز" جسکو پبلک نے مدت تک بڑی عزت کی نظر سے دیکھا۔ اور جسنے اپنے ایام عمر اُردو لٹریچر پر بہت کچھ احسانات کیے اور جسکا یہ دعوی کسی حد تک قابل تسلیم خیال کیا جانے لگا تھا کہ اُسنے اُردو زبان مین ایک نئی روح پھونکی۔ اور جو اپنی مذکورہ یادگار زمانہ کی کارگذاریون کی بنا پر ہمکو اور نیز ہماری قوم کو بہت پیارا تھا۔ افسوس کہ زمانہ کی سرد مہریون اور قومی بے پروائیون نے کچھ ایسا ستایا کہ مجبوراً اُسے گمنامی کے پردے مین چھپتے ہی بنی۔ گو اسکی شکایت نہین کہ پبلک نے دلگداز کو کسی اعتبار یا کسی حیثیت سے ناپسند کیا تھا۔ لیکن ہان اُسکی عدم موجودگی اور غیبت کے زمانے مین مشتاقون کی طرف سے جو بے قراری ظاہر ہوئی اوسنے ثابت کر دیا کہ دلگداز کیسا پرچہ تھا۔ یہ گذشتہ ڈیڑھ سال کی مدت جسمین قوم کی پُرشوق آنکھین دلگداز کے دیکھنے کو ترس رہی تھین اور جبکہ اکثر ہاتھ صرف اُسکے پانے کے ہوس مین پھیلے رہتے تھے۔ اسمین دلگداز تو گمنامی کے غار مین پڑا سو رہا تھا مگر لوگ اوسکے سحر نما مضامین اُسکے مؤثر فقرون اوسکے جادو بھرے الفاظ۔ اور اوسکے پُردرد مضمون کو حیرت و استعجاب سے یاد کرکے افسوس کر رہے تھے۔ اور زمانہ پکار پکار کے کہہ رہا تھا کہ "ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من

آیا نتا عجبا"۔ ہم بھی گو اپنی مصیبتوں مین مبتلا تھے مگر اسکا بھی اندازہ ایتے جاتے تھے کہ "عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ"۔

ممکن ہے کہ زمانہ اور احباب کی گذشتہ نامہربونیوں اور پھر بعد کی مہربانیوں کا خیال کر کے ہم کہہ دین کہ

کی مرے قتل کے بعد اوسنے جفا سے توبہ ہائے اوس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

لیکن نہین اتنے دنوں کی گردش زمانہ نے ہمین قومی مدلئوں کے ایسے عام اور غیر مشتبہ انوکھے دکھا دیے ہین کہ اونکے بعد حرف شکایت زبان پر لانے کی ہم سے جرات نہین ہوسکتی۔ ہمنے ایسے ایسے گران پایہ قومی ناموروں کو ایسے ایسے قومی جرائم کا مرتکب پایا ہے کہ ہماری قوم نے جو کچھہ ہمارے ساتھہ کیا وہ بہت ہی کم بہت ہی تھوڑا اور بالکل معمولی ہے۔ ہم اپنی قوم کا شکریہ ادا کرتے ہین کہ اوسنے ہمیشہ ہمین ذکر خیر سے تو یاد کیا۔

الغرض اشاعت دلگداز مین جو کچھہ کوتاہی ہوئی اوسکا الزام ہم اپنے ہی سر لیتے ہین اور قوم سے معافی چاہنے کے بعد پھر پبلک کے اوس اسٹیج پر آتے ہین جس سے افسوس کہ بغیر کسی کو اپنا جانشین چھوڑے ہم رخصت ہوگئے تھے۔

ہم نے جسوقت پبلک اسٹیج کو چھوڑا ہے اوسوقت ہم صرف دلگداز ہی کو نہین شایع کررہے تھے بلکہ دلگداز کے دفتر سے "مہذب" نام ایک ہفتہ وار اخبار بھی جاری تھا جسکی رنگینِ عبارت۔ جسکے مضامین۔ اور جسکے ذریعے سے شایع ہونے والی مرحوم و مغفور قدماے اسلام کی زندہ تصویروں کو زمانہ مدتوں یاد کرے گا۔ اگرچہ مہذب کی نسبت بعض احباب کی یہ راے تھی کہ ملک کو چندان اسکی ضرورت نہین۔ ہمارے بعض احباب بھی اسکے خلاف تھے مگر ہم اب بھی کہتے ہین کہ چاہے ہندوستان کو نہ ہو لیکن اسلام کو اسکی ضرورت اوسوقت بھی تھی اور اب بھی ہے اور ہمیشہ رہیگی۔

لیکن افسوس یہ ہے کہ نیز اپنے دیگر مشاغل اور نیز مصارف کے لحاظ سے ہم ابھی مہذب کی کمی پوری نہین کرسکتے۔ اگرچہ ہمکو اسکا بڑا صدمہ ہے اور غالبًا ہمارے وہ احباب بھی افسوس کرینگے جو اسکو بڑے ہی شوق اور بے انتہا تمناؤں کے ساتھہ لیا کرتے تھے تاہم نہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ کمی کبھی پوری ہی نہ ہوگی۔ اگر ہم زندہ ہین اور زمانے نے

ان مجبوریون سے ذرا بھی نجات دی تو ہم فوراً مہذب کو جاری کر دینگے۔
سردست دلگداز ۱۸۹۳ء کے پہلے ہی مہینے سے جاری ہوتا ہے اور ہم وعدہ کرتے
ہین کہ ہمارے دوست اسے اسکے قدیمی رنگ پر پائین گے۔ وہی پرجوش مضامین ہونگے
وہی تاریخی واقعات ہونگے۔ وہی پردرد قصے ہونگے۔ وہی دلفریب عنوانین ہونگی
غرض وہی پہلا دلگداز ہوگا اور وہی قدردان ہونگے۔ وہی دنیا ہوگی اور
وہی ہم ہونگے

دلگداز کے ساتھ جو ناول ۱۸۹۱ء مین شروع ہوا تھا اور چند اجزا ناتمام
رہ گیا تھا اسکو اس موقع پر ہم ابھی ناتمام چھوڑتے ہین۔ اور امید کیجاتی ہے کہ تکمیل
کو پہونچانے کے بعد اسی سال کے اندر ایک جداگانہ جلد مین شایع کر دیا جائیگا۔
اسکی قیمت لوگون کو بروقت اشاعت معلوم ہو جائیگی۔ ابھی اسکے متعلق زیادہ
گفتگو کرنا قبل از وقت ہے۔

اس موقع پر ہمین ان لوگون کے قرض کا بھی فیصلہ کرنا چاہیے جنکا روپیہ بابت
قیمت دلگداز و مہذب ہمپر فاضل ہے۔ اگرچہ ہم نہایت افسوس کے ساتھ کہتے ہین کہ
وہ نامہربان احباب جنکے ذمے ہمارا روپیہ باقی ہے نیز انکی تعداد اور نیز اس رقم کی مجموعی
تعداد جو اس طرح پر بقایا مین پڑی ہوئی ہے بہت زیادہ ہے۔ لیکن ہم جانتے ہین کہ
ان حضرات کو ہم سے اپنا قرض وصول کرنا ہے انھین اسکی کچھ پروا نہ ہوگی کہ اسی وضعداری
کے جرم مین ہم کس قدر ستائے گئے ہین۔ اور ہم بھی انکی اس بے پروائی کو شکریے کے
ساتھ قبول کرتے ہین۔ بلکہ ان کے قرضے سے زیادہ کچھ اور بھی بہ مد جرمانہ دینے کو موجود
ہین۔ وہ یہ کہ جن صاحبون نے ۹۱ء کی قیمت ادا کر دی تھی انکی وہ قیمت ۱۸۹۳ء کی
قیمت سمجھی جائیگی اور بغیر ان چار پرچون کی قیمت مجرا لیے ہوے جو ۱۸۹۲ء مین ان کی خدمت
مین بھیجے گئے۔ سال حال کے آخر تک ان کی قیمت بیباق خیال کیجائیگی) اور ان چار
پرچون کی قیمت کو ہم بطور جرمانہ چھوڑے دیتے ہین۔ باقی رہے وہ حضرات جن کے ذمہ
ہمارا روپیہ باقی ہے امید ہے کہ اب وہ توجہ فرمائین گے اور کوشش کرینگے کہ ۱۸۹۳ء
کی قیمت کے ساتھ گذشتہ بقایا ارسال فرمائین —

باقی رہے وہ حضرات جنکی قیمت بابت مہذب ہمارے ذمہ باقی ہے۔ ایسے بہت کم ہین

کیونکہ مہذب اپنے دوسرے سال کی زندگی شروع کرتے ہی بند ہوا تاہم جن لوگون کا چندہ باقی ہو اسکو ہم نقد تو واپس نہین کرسکتے لیکن اگر وہ دلگداز کے خریدار رہین تو دلگداز کی قیمت اور نیز بعض دیگر کتب کے ذریعے سے چند روز مین اونکا روپیہ بھی بیباق کردینگے۔

خاتمہ پر ہم ان شریف منش حضرات کا بہت شکریہ ادا کرتے ہین جنھون نے دلگداز کے بند ہونے کے زمانے مین ہماری نسبت طرح طرح کے خیالات قائم کئے۔ اخبارات کے کالمون مین ہمکو بڑی عزت کے الفاظ سے یاد کیا۔ ہمارے قرضخواہون کو بھلا بیشک ہمکو ان سے ایسی ہی اُمید تھی۔ لیکن ایسے حضرات کی شرافت مزاجی کا حال خود ہی کھل گیا اور ایسے واقعات پیش آئے کہ ہمکو کچھ کہنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ اور یہ مثل خود بخود صادق آگئی کہ "جادو وہ جو سر پہ چڑھکے بولے" ہمارے بعض خاص دوست ہمین بار بار تاکید کرتے رہے کہ اُنکے اتہامات کا جواب ہم کسی اخبار کے کالم مین دین مگر ہمنے سکوت ہی کو مناسب سمجھا اور اب اسپر مسرت ظاہر کرتے ہین کہ ہمارا یہ سکوت ہی کامیاب ہوا *

مجنون عامری

دُنیا کی کسی زبان کا لٹریچر عشق کی چاشنی سے خالی نہین۔ یون تو تمام اخلاقی باتون سے بحث کیجاتی ہے۔ مگر جہان عشق کا تذکرہ آیا جادونگارون کے قلم اور جادوبیانون کی زبانین خودبخود زیادہ زور دکھانے لگتی ہین۔ اگر ہم جستجو کرین تو غالباً کسی زبان کو اِس سے مستثنیٰ نہ پائینگے۔ اِس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اخلاقی مضامین مین بھی اگر دلچسپی پیدا کرنا ہوتی ہے تو وہ بھی عشق ہی کے رنگ سے رنگ کے دلفریب بنائے جاتے ہین۔ اور شعرا تو خواہ ایشیا کے ہون یا یوروپ کے۔ اکثر اوقات عشق ہی کو اپنا دین وایمان سمجھا کئے۔

غرض مضمون آفرینون کو اپنے خیالات اور اپنی تحریرون مین عشق کے فرشتہ سے مدد لینے کی اکثر ضرورت پڑتی ہے۔ اور ایسے ہی موقعون کے لیے دو چار ایسے نامور عاشقون کو منتخب کیا کرتے ہین جنکی سوانح عمری اتنی دلچسپ اور اسقدر موثر ہوتی ہے

چاہے کتنی ہی بار ان کا تذکرہ کیا جائے مگر سننے سے کسی کا دل نہین اکتاتا اور ہر بار
دلون پر ایک نیا اثر ڈالتی ہین۔ ہر زبان کے انشا پردازون نے اپنے ہی دو چار
واقعات اپنے لیے منتخب کر لیے ہین۔ سنسکرت کے جادو بیانون نے نل دمن کی رام کہانی
سنائی۔ شعراے فارس نے شیرین و فرہاد کے بیان سے غزلخوانی کی فصحاے
عرب نے لیلی و مجنون کے واقعات مین اعجاز سخن کی کرشمہ سازیان دکھائین۔ غرض
ہر ایک زبان کے انشا پردازون نے اپنے لطف بیان کے لیے کسی نہ کسی کو منتخب
کر لیا ہے۔

اس قسم کے تمام عشاق کے واقعات اسی زبان مین مروج ہین جسکے لٹریچر مین
جان ڈالنے کے لیے وہ منتخب کیے گئے۔ لیکن عربی زبان نے چونکہ دنیا کی بہت سی
زبانون کو فتح کر لیا۔ اور اس کامیابی سے فتح کیا کہ اسکے تمام محاورات اور خیالات
ان مفتوحہ زبانون کی رگ و پے مین سرایت کر گئے۔ حتی کہ عربی کی اکثر ضرب المثلین
کی پوری پوری انہین مروج ہو گئین۔ لہذا عربی لٹریچر کے عاشقانہ سیر و مجنون عامری
کا نام فارسی و اردو کے نظم و نثر کا بھی ایک زبردست عنصر بنگیا۔ لیکن یہ بات بڑے
تعجب کی ہے کہ مجنون کے نام کو عربی فارسی۔ اردو۔ اور دیگر اسی قسم کی زبانون نے
مشہور تو اس حد تک کیا کہ اسلامی دنیا کا کوئی بچہ بھی شاید اس سے ناآشنا نکلیگا
مگر اسکے واقعات اور اسکی زندگی کے حالات صحت و اعتبار کے ساتھ کبھی فارسی مین
بیان کیے گئے اور نہ کبھی اردو مین۔

شاید یہ پچھلا جملہ سن کے بہت سے لوگ چونک پڑینگے۔ کیونکہ جنھون نے فارسی مین نظامی
و ہاتفی کی اور اردو مین ہوس کی وہ مثنویان دیکھی ہین جو "لیلے و مجنون" کے
نام سے یاد کیجاتی ہین وہ کہین گے کہ یہ ہماری ہی کوتاہی ہے جو ہمنے ان مثنویون کو
نہ دیکھا اور الزام دیدیا ورنہ اردو اور فارسی مین تو بہت سی مستقل نظمین خاص مجنون
ہی کا تذکرہ بیان کرنے کے لیے تصنیف ہوئین۔ ہم ان مثنویون کو دیکھ چکے ہین مگر
جو اصلی حالات کسی مین نظر نہ آئے لہذا دعوے کرتے ہین کہ اس مرحوم عاشق عرب کی
لائف مین کوئی کتاب نہین لکھی گئی۔

دوسری یہ حیرت کی بات ہے کہ مجنون کی نسبت ایسی غلط فہمیان پیدا ہوئین اور ملک

ایسا بڑا بھاری قصہ بناکے اسکی طرف منسوب کر دیا گیا کہ اگر ہم کہین تو یہ غلط
نہین ہو سکتا - کہ مذکورہ مثنویون مین جس شخص کا تذکرہ بیان کیا گیا وہ مجنون عامری
نہین کوئی اور مجنون ہو گا اور اس سے بھی زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ "دیوان
لیلی و مجنون" جو عام طور پر مروج ہے اور کئی بار چھپ کے شایع ہو چکا ہے اگرچہ
اوسمین اشعار مجنون عامری اور لیلا عامریہ ہی کے ہین مگر واقعات جو کچھ
بیان کیے گئے ہین اکثر بے اصل ہین -

ہم جہان تک غور کرتے ہین یہی معلوم ہوتا ہے کہ مجنون کی لائف تاریکی مین
پڑی ہوئی ہے اور کوئی نہین جانتا کہ جس مبتلاے عشق کا نام ہر زبان پر افسوس کے
ساتھ آتا ہے اور جسکے جوش وحشت کو آجتک لوگ ضرب المثل کی طرح ہر ایک
عشق کی بیتابیون اور بیقراریون کی تشبیہ مین پیش کیا کرتے ہین وہ اصل مین کون تھا
اور اوسکی سرگذشت کیا ہے - لہذا ہم چاہتے ہین کہ مجنون عامری کے وہ حالات
جو مستند مورخین کے ذریعے سے ہم تک پہونچے ہین اونکو بیان کرین -

مجنون تو لقب تھا جو عشق کی انتہا درجہ دلتنگیون کی بدولت نصیب ہوا - مگر اصلی نام
قیس ہے - قبیلہ بنی عامر سے ایک شخص وسردار ملوح بن مزاحم کا بیٹا تھا بعض
لوگون نے مشہور کر دیا ہے کہ جناب امام حسن علیہ السلام کا رضاعی بھائی تھا - لیکن یہ ایک
دھوکا ہے جو شاید نام کے التباس سے ہو گیا - کیونکہ جناب امام حسن علیہ السلام کا رضاعی
بھائی ایک دوسرا قیس تھا جو قبیلہ کنانہ مین سے تھا اور قیس بن ذریح کے لقب سے
مشہور تھا - اور بنی کعب کی ایک بیٹی لبنی بنت حباب کے عشق مین مبتلا تھا - لبنی کے
مان باپ اپنی بیٹی اسکے عقد مین دینے سے انکار کرتے تھے - لیکن جناب امام حسن علیہ السلام
کی سفارش بکار آمد ہوئی اور دونون عاشق ومعشوق کا عقد ہو گیا - دونون ایک
زمانہ تک ایک دوسرے کے وصل سے کامیاب رہے - مگر کوئی اولاد نہ ہوئی - ذریح نے
اپنی بی بی کے اشارے کے بموجب قیس کو دوسرا عقد کرنے پر مجبور کیا اور کہا لبنی سے
اولاد ہونے کی امید نہین - اور مجھے خوف ہے کہ تمھاری لاولدی میری نسل کا انقطاع
نہ کر دے - قیس باپ کا نہایت ہی اطاعت گزین بیٹا تھا مگر اسنے عقد کرنے سے تو انکار کیا
مگر باپ کو اجازت دی کہ آپ دوسرا عقد کر لیجیے - باپ نے یہ بھی نہ مانا اور آخر قیس کی

و مجبور کیا کہ لبنیٰ کو طلاق دیدے۔ اطاعت مندی کے جوش مین اوسنے طلاق تو
دیدی مگر یہ حالت تھی کہ شب و روز بیتاب رہتا تھا۔ گو اب لبنیٰ سے تعلق نہ رہا تھا
مگر اسکے پاس جا جاکے رویا کرتا تھا۔ یہ امر لبنیٰ کے مان باپ کو ناگوار ہوا آخر
لبنیٰ کے باپ نے جناب معاویۃؓ کے دربار مین جاکے قیس کی شکایت کی اور کہا میری بیٹی کو
طلاق دے چکا ہے مگر کسی طرح پیچھا نہین چھوڑتا۔ معاویۃؓ نے قیس کو تو بذریعہ حکام
دھمکی دی کہ آئندہ لبنیٰ سے کوئی تعلق نہ رکھے۔ اور لبنیٰ کے باپ کو حکم دیا کہ لبنیٰ کا
نکاح خالد بن حازہ غطفانی کے ساتھ کردے۔ اس حکم پر تعمیل ہوئی اور قیس کی
بیتابیان اور بڑھ گئین۔ لبنیٰ بھی قیس کے فراق مین بیقرار رہا کرتی تھی لیکن
اب جو مفارقت اسدرجہ کو پہونچ گئی تو عشق نے شدت پکڑی۔ بیمار ڈالدیا
اور نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز بیمار رہ کے اسنے جان دی۔ یہ حال قیس بن ذریح کے
کوش گذار ہوا تو خاک اڑاتا ہوا اسکی قبر پر پہونچا اور دو شعر پڑھتے پڑھتے غش
کھا کے گر پڑا۔ لوگ اس بیہوشی کے عالم مین اسے اُسکے گھر اٹھا لے گئے۔ باپ نے
بہت کچھ دوا دوش کی لیکن اُسنے بھی چند ہی روز بیمار رہکے جان دی۔ یہ اُس
دلدادہ قیس کا قصہ تھا جسکے اشتباہ سے قیس عامری کو لوگون نے جناب سبط اکبر
امام حسن علیہ السلام کا رضاعی بھائی بنا دیا ہے۔ اب ہم پھر قیس عامری کے حالات
کی طرف توجہ کرتے ہین۔

قیس کی معشوقہ لیلائے عامریہ بھی ہے۔ عامر کی ایک پاکدامن لڑکی تھی عوام
مین مشہور ہے کہ لیلےٰ قیس کے چچا کی بیٹی تھی۔ اسکی بالکل اصلیت نہین۔ اصل یہ ہے
کہ چونکہ اہل عرب کے عشق کا پہلا نشانہ چچا کی بیٹی ہوتی ہے۔ لہذا اکثر اوقات دیکھا گیا ہے
کہ تغلیباً ہر عاشق اپنی معشوقہ کو بنت عم یعنے چچا کی بیٹی کہدیا کرتا ہے۔ قطع نظر اسکے تمام
قبائل عرب مین ہر قبیلہ کے کل افراد چونکہ ایک دادا کی اولاد سمجھے جاتے تھے لہذا ہر شخص
اپنی قوم کی ہر مرد کو ابن عم اور ہر عورت کو بنت عم کہہ سکتا تھا اور کہتا تھا۔
الغرض اگر لیلےٰ قیس کی چچازاد بہن ہو سکتی ہے۔ تو اسی رشتہ سے۔

خود قیس کے اشعار بتاتے ہین کہ وہ لیلےٰ پر بچپن ہی مین عاشق ہوا۔ اور قبل اسکے کہ
سن بلوغ دونون کے کانون مین عشق کے پرخطر راز پھونکے دونون ایک دوسرے

کے عشق مین مبتلا ہو گئے تھے۔ چنانچہ وہ اپنی ایک پُرجوش نظم مین لکھتا ہے

تعلقت لیلیٰ وہی غِرٌّ صغیرۃٌ وکنتُ ابن سبعٍ ما بلغتُ الثمانیا

مین لیلے پر اوسوقت عاشق ہوا جب وہ بھولی بھولی اور چھوٹی سی تھی۔ اور مین سات برس کا لڑکا تھا۔ ہنوز آٹھوان برس نہین شروع ہوا تھا۔

لیکن صرف اسی بچپن کے عشق نے طرح طرح کے واقعات مشہور کر دیئے جو آج عوام کی زبان پر ہین مگر پتہ نہین چلتا کہ اُن کی اصلیت کہان سے ہے۔ ملتب کا واقعہ جو تھیٹر تک مین نہایت دلچسپی کے ساتھ دکھایا جاتا ہے وہ بھی کسی معتبر ذریعے سے ہم تک نہین پہونچا ہے۔ ابھی فی الحال بیروت مین قیس کا ایک جدید دیوان چھپا ہے جسکی ترتیب بہ نسبت پہلے دیوان کے زیادہ دلچسپ ہے مین ان دونون کے معصومانہ عشق کا ایک بہت ہی موثر واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ وہ یہ۔ لیلے اور مجنون کا مکان پاس ہی پاس تھا۔ اور دونون گھرون مین یکجہتی کے ایسے گہرے تعلقات تھے کہ ایکبار قیس کے گھر مین کچھ لوگ مہمان آئے۔ اوسوقت گھر مین مسکا نہ تھا جسکی مہمانداری کے لیئے سخت ضرورت تھی۔ قیس کی مان نے قیس سے کہا کہ جاؤ لیلے کی مان سے تھوڑا سا مسکا لے آؤ۔ قیس نے جا کے لیلے کی مان سے کہا تو اوسنے لیلی کو پکارا۔ اور کہا۔ بیٹی قیس کو مسکا دیدو۔ لیلا مسکے کا مٹکا ظرف اُٹھا لائی قیس نے جو ظرف اپنے ہمراہ لایا تھا بڑھا دیا اور لیلا اپنے گھر کی مٹکی جھکا کے اُنڈیلنے لگی۔ لیکن اس حالت مین دونون ایک دوسرے کی صورت نہایت کی محویت کے ساتھ دیکھنے لگے۔ اور یہ محویت اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ مجنون کا برتن لبریز ہو کے چھلک گیا۔ اب مسکا برابر زمین پر گر رہا تھا۔ لیکن ان دونون سادہ دل اور پاکباز عاشقون کی نگاہین ایک دوسرے پر لگی ہوئی تھین۔ اس حیرت انگیز اور موثر سین کو لیلے کی مان نے دیکھا۔ اسکے ٹوکنے سے دونون مجنون کو ہوش آیا۔ مجنون اپنے گھر گیا اور لیلے مسکے کی مٹکی رکھنے کے بہانے سے کوٹھری مین جا چھپی۔ لیکن اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ لیلے کی مان نے قیس کو اپنے گھر آنے سے روک دیا۔ اس قصہ کی نسبت بھی ہم نہین کہہ سکتے کہ کہانتک سچ ہے۔

معتبر ذریعے سے ہم کو جو کچھ ملا ہے وہ یہ ہے کہ میان قیس کو عشق سے پہلے بھی کچھ

تھوڑی سی سنک تھی۔ صورت اور شکل کے لحاظ سے دیکھیے تو بڑے ہی خوشرو او۔
طرحدار تھے اور اسکے ساتھ لباس کا بڑا شوق تھا۔ کپڑے ہمیشہ اچھے پہنا کرتے تھے۔
ایک دن اس دہج سے آپ اپنے گہر سے نکلے کہ دو بھاری اور شاہانہ ٹھاٹ کی
قبائین بدن مین تھین۔ اور خوب صورت اونٹنی پر سوار تھے۔ یہ دہج عرب کی
لڑکیون کے پہسلانے کے لیے بہت کچھ مؤثر ہوسکتی تھی اور غالباً آپ نکلے بھی
اسی غرض سے تھے۔ جاتے جاتے آپ کا گذر ایک ایسے مقام پر ہوا جہان انھین کے
قبیلہ کی ایک عورت کریمہ نامی اپنی چند ہمجولیون کے ساتھ بیٹھی باتین کر رہی تھی۔
لیلی بھی اسکی ہمجولیون مین سے تھی جو اس وقت شریک صحبت تھی۔ قیس کے
حسن وجمال اور ان کی بانکی وضع کا جادو ان لڑکیون پر چل گیا۔ سبھون نے ان
سے درخواست کی کہ آؤ دم بھر ہمارے ساتھ بیٹھ کے باتین کر لو۔ یہ تو اس تاک
مین نکلے ہی تھے اوتر پڑے۔ اور مزہ مین جو آئے تو اپنے ہمراہی غلام کو حکم
دیا کہ میری اونٹنی ذبح کر کے پکا۔ غرض اونٹ کے کباب سبھون نے خوب مزے
سے کھائے اور دن بھر اسی پُرلطف صحبت مین میان قیس خوش گپیان اوڑاتے
رہے۔ وقت آخر ہو چلا تھا کہ ناگہان منازل نام ایک شخص جو قبیلہ بنی عامر ہی کا
ایک نوجوان تھا وارد ہوا۔ اور سب لڑکیان اوسکی صورت دیکھتے ہی قیس کو چھوڑ کے
اوس سے باتین کرنے لگین۔ یہ امر قیس کو ناگوار ہوا۔ برہم ہو کے اوٹھ کھڑے ہوئے
اور چند اشعار پڑھتے ہوئے چل دیے جنکا مطلب یہ تھا کہ "واہ مین نے اپنی اونٹنی
اسی لیے ذبح کی کہ میرے وصل مین منازل شریک ہو۔ اوسکی صورت دیکھتے ہی سب
کی سب اپنے گھونگھرو بجاتی ہوئی اودہر چل دین۔ حالانکہ ان گھونگھرون کی آواز مجھے
سخت ناگوار ہے"

اس صحبت مین اور سب باتین تو دل لگی ہی مین ٹل گئین۔ مگر لیلے کے دل پر قیس
کے حسن نے اپنا پورا قبضہ کر لیا۔ قیس کو تو لیلے کا خیال بھی نہ ہوا۔ اور وہ انکی
محبت مین پریشان ہو گئی۔ یہ چلے آئے اور اوس کی رات خدا جانے کس بیقراری
مین اوسنے گذری۔ میان قیس کل کی مزیداریون کو یاد کر کے دوسرے دن ایک
دوسری اونٹنی پر سوار ہوئے اور وہی شاہانہ لباس پہن کے قبیلہ بنی عامر کے

خیمون مین چکر لگانے لگے۔ پھرتے پھرتے لیلے کے خیمے پر گذرے۔ آج وہ اپنے خیمے مین اپنی دو ایک ہمجولیون کے ساتھہ بیٹھی دل بہلا رہی تہی۔ لیلے کی صورت دیکھتے ہی قیس نے اپنی اونٹنی ٹھہرائی اور صاحب سلامت کی۔ لیلے کے اشارے سے اوسکی ہمجولیون نے قیس سے کہا۔ آؤ دم بھر بیٹھکے لطف صحبت اوٹھا ہین اور کیون جی ایک ایسی عورت سے باتین کرنےکو تمہارا جی چاہتا ہے جو تمکو چھوڑ کے نہ منازل کی طرف متوجہ ہو اور نہ کسی اور کی طرف؟" قیس اونٹنی پر سے یہ کہتا ہوا اوترا۔ ہان ہان۔ خدا کی قسم یہی چاہتا ہون"

لیلے ایک عقلمند لڑکی تہی اس ملاقات مین اسنے اس بات کا اندازہ شروع کیا کہ میرے دل کی جو حالت ہے آیا کچھہ اوسکا اثر قیس کے دل پر بھی ہے یا نہین ہمجولیان تو مجنون سے باتین کرتی تہین اور وہ بار بار انکا ذکر کاٹ کے کسی اور کا ذکر چھیڑ دیتی تہی۔ اور اسکے ساتھہ ہی کن انکھیون سے دیکھتی جاتی تہی کہ اسکا اثر قیس پر کیا ہوتا ہے لیکن عشق کے غماز دونون کی آنکھون سے ناز و انداز کے سوال وجواب کرتے جاتے تھے۔ عشق کی جڑین دونون دلون مین جگہ پکڑ رہی تہین کہ لیلے نے ایک بہت ہی سخت امتحان کیا۔ وہ یہ کہ اتفاقاً قبیلۂ بنی عامر کا ایک اور لڑکا آگیا۔ لیلا نے صرف قیس کے چھیڑنے کے لیے اوسے الگ لیجاکے دیرتک گوشیان کین۔ عرصہ کے بعد اوسے رخصت کرکے آئی اور قیس کی صورت دیکھنے لگی۔ یہان آکے جو دیکھتی ہے تو قیس کے چہرے کا عجب حال ہے۔ مارے غصہ کے تمتمایا ہوا ہے اور شدت غیرت سے یہ عالم ہے کہ ایک رنگ آتا ہے اور ایک جاتا ہے۔ لیلے کے دل مین تو آتش عشق بھڑک ہی رہی تہی۔ صبر نہ ہو سکا۔ اور خودرفتگی مین اسکی زبان سے دو شعر نکل گئے جنکا صاف مطلب یہ تہا کہ ہم دونون کے دل مین عشق جوش مار رہا ہے اور دونون نے ایک دوسرے کے سینہ مین گھر کر لیا ہے۔ یہ اشعار سنتے ہی قیس کے رہے سہے حواس غائب ہو گئے غش کہاکے زمین پر گر پڑا۔ لیلے کی ہمجولیان گھبرا کے دوڑین مُنہ پر دیر تک پانی چھڑکا تو قیس کو ہوش آیا۔ قیس و لیلے کی عشق کی یہ ابتدا ہے اونکے درس عشق کا دراصل یہ مکتب تہا وہ نہین جو عام طور پر مشہور کیا جاتا ہے

اسی ایک صحبت نے دونون کے دل کو گرفتار محبت کر دیا۔ لیلے تو گھر کی بیٹھنے والی

وہ ایک سنجیدہ اور شریف طینت لڑکی تھی - اوسنے دل پر ہزار کوفت اُٹھائی - مگر کمرت ادھر پھر نہ نکالا - مگر قیس پر یہ اثر ہوا کہ مراقیت کا جوش ہوا - ماں - باپ - عزیز - دار - سب گھربار - سب کو چھوڑا اور صحرا کی راہ لی - قبیلہ بنی عامر کے فرودگاہ کے گرد جو جنگل تھا اوسی میں ہمیشہ اون پھرا کرتا اور شب و روز لیلے ہی لیلے پکارتا اپنا سب سے قطع تعلق کیا - اور ادھر سے گذرنے والے قافلے ہمیشہ اوسے برہنہ پا ریگستان و صحرا اور کہستان ہی میں رہتا تھا مگر لیلے کی کشش نے وادی نجد کو مرکز بنا دیا تھا - ان قبیلہ بنی عامر کا فرودگاہ وہیں تھا - اور قیس کو ہمیشہ انہیں تو دون سے علاقہ تھا جو قبیلہ کے قریب تھے - آپ ان تو دون پر رہتے تھے اور پھرنے جانے والا اپنا یا محبت و یا ایک تب کے لیے کی بہونچا دے - اگر کوئی پاس جاتا تو اوس سے بات کرتے اور نہ اوسکی بات کا جواب دیتے - ہان اگر اوسنے لیلے کا ذکر چھیڑ دیا تو اوسے بیٹھ چھوڑانا مشکل ہوجاتا - اور آپ باتین بھی ہوش و حواس کی کرنے لگتے -

اس زمانے مین اسلامی حکومت کا یہ قاعدہ تھا کہ جس طرح کفار سے جزیہ وصول کیا جاتا اسی طرح مسلمانوں سے بھی ایک ٹکس وصول کیا جاتا تھا - جس سے مراد زکوۃ ہے - اور اس اسلامی ٹکس کے وصول کرنے کے لیے ایک سرکاری عہدہ دار معین کیا جاتا تھا نوفل بن مساحق نام ایک شخص ان دنون تحصیل زکوۃ کے لیے بنی عامر پر معین کیا گیا - نوفل جب ادھر سے گذرا تو مجنون کو ریگستان مین آہ و نالہ کرتے دیکھ کے متفسر ہوا کہ یہ کون ہے اور کیون روتا ہے - لوگون نے قیس کا حال بیان کیا - نوفل کو ترس آیا و چاہا کہ پاس جاکے حال پوچھے - ہمراہیون نے کہا جب تک لیلی کا تذکرہ نہ کیجیے گا بات نہ کرے گا - نوفل نے مجنون کے سامنے آکے لیلے کا تذکرہ چھیڑا - مجنون نے نوفل سے خوب باتین کین اور خوب خوب اشعار سنائے - نوفل نے کہا "اچھا تم یہ چاہتے ہو کہ مین لیلے کے ساتھ تمھاری شادی کردون" مجنون کی اور تمنا کیا تھی - کہا "ہان" مگر بھلا یہ کیونکر ممکن ہے! نوفل نے مجنون کو عمدہ کپڑے پہنائے اور اپنے ہمراہ لے کے قبیلہ بنی عامر کی طرف روانہ ہوا -

جب بنی عامر کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو سب کے سب ہتھیار بند ہو کے لڑنے کو تیار ہو گئے اور نوفل سے کہا "خدا کی قسم یہ نہ ہوگا کہ مجنون ہمارے گھرون مین داخل ہو"

پہلے تو نوفل نے سب کو دھمکایا اور اپنی طرف سے بھی لڑائی کی مستعدی دکھائی - مگر جب دیکھا کہ بنی عامر جان ہی دینے پہ آمادہ ہین تو مجنون کی طرف مخاطب ہو کے کہا - "بھئی میرے نزدیک تمہارا ناکام واپس جانا صدہا آدمیون کے مارے جانے سے زیادہ اچھا ہے - لہذا مین اب مجبور ہون اور تمکو اجازت دیتا ہون کہ تمہارا جہان جی چاہے چلے جاؤ - نوفل کی یہ تقریر سُن کے مجنون بہت برہم ہوا اور غضب آلود لہجہ مین یہ اشعار پڑہتا ہوا اپنے اُنہین ریگستانی ٹیلون پر چلا گیا -

جب یہان تک نوبت پہونچ لی اور لیلے کے باپ کو کسی طرح رحم نہ آیا تو مجنون کے باپ نے اپنے تمام اعزا و اقربا کو جمع کیا اور سب کو لے کے لیلے کے پاس گیا اور درخواست کی کہ خدا کے لیے اب تو مجنون کے حال پر ترس کہاؤ - اس عشق نے اسے بالکل دیوانہ بنا دیا - جتنا مہر چاہو لو - ہم دینے کو تیار ہین - مگر مجنون کے ساتھہ لیلے کا عقد کر دو اس درخواست نے رحم کی جگہ لیلے کے باپ کو اور غضب آلود کر دیا - اس نے کہا میری جو کچہہ رسوائی ہو چکی وہ تہوڑی نہین ہے جواب اس رسوائی کو خود آپ اپنے سر اوڑہ لون اور مین قسم کہاتا ہون کہ چاہے کچہہ ہو جاے اپنی بیٹی مجنون کو نہ دون گا - مجنون کے واسطہ دار اودہر ناکام واپس آئے اور اودہر لیلے کے باپ نے اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھہ لیلے کا عقد نکاح کر دیا - یہ خبر مشہور ہوئی اور مجنون کی مایوسیون نے اور ترقی کی - اب اسے وہان ریگستان مین بھی کسی طرح چین نہ پڑتا تہا -

مجنون کی یہ حالت دیکھہ کے اوسکے قرابت دارون سے کسی طرح خاموش نہ بیٹھا جاتا تہا - آخر سبھون نے مل کے مجنون کے باپ سے کہا اب تو اوسکی حالت کسیطرح دیکھی نہین جاتی - اب کی بار موسم حج مین مجنون کو اپنے ساتھہ لے جا کے حج کراؤ اور وہان درگاہ الٰہی مین دعا کرو - شاید خدا تمہاری دعا قبول کرے - اور اس کی حالت دُرست ہو جائے - اس مشورے پر بھی عمل کیا گیا - اور مجنون جبراً و قہراً پکڑے باندہے اپنے باپ کے ساتھہ مکہ معظمہ مین گیا - بعد فراغت حج شب کو میدان منا مین جہان تمام حجاج جمع تہے کسی عورت نے کسی دوسری عورت کو اوس کا نام لے کے پکارا ادو یا لیلے " اوس عورت کا نام بھی لیلے تہا - اس آواز نے مجنون

کے سینہ مین آگ لگا دی۔ آواز کے سنتے ہی ایک چیخ ماری کہ لوگون کو خیال ہوا شاید اس
چیخ ہی کے ساتھ اوسکا دم نکل جائے گا۔ اور چیخ مارتے ہی غش کھا کے زمین پر گر پڑا۔
رات بھر بیہوش پڑا رہا۔ صبح کو ہوش آیا تو آنکھ کھولی۔ اور اپنے جذبات دل سے نغمون سے
غزل خوانی شروع کر دی۔ باپ کو یقین آگیا کہ اب مجنون کے مرض کے لیے کوئی
علاج کارگر نہین ہو سکتا۔ حج سے واپس آیا۔ اور پھر وہی مجنون تھا اور وہی
نجد کا ریگستان۔

لکھتے ہین کہ مجنون کا صحرائے نجد مین پھرتے پھرتے ایک بار لیلے کے شوہر کی طرف گذر
ہوا۔ مجنون نے اوسکو جانا تو پاس گیا اور اوسکے سامنے دو پُر درد اشعار پڑھے جنکا
مضمون یہ تھا کہ "تجھے اپنے پروردگار کی قسم بتا کبھی صبح کے پہلے تو نے لیلے کو اپنے
گلے سے لگایا ہے؟ یا اوس کے مُنہ کا بوسہ لیا ہے؟ اور کبھی تیرے جسم پر اوسکی
زلفین لہرائی ہین؟" یہ اشعار سُنکے لیلا کا شوہر مارے شرم کے پسینہ پسینہ ہو گیا اور
ندامت کے لہجہ مین بولا "اگر تو قسم دلاتا ہے تو ہان ایسا ہوا ہے" یہ جملہ سُنتے ہی
مجنون وحشت مین آیا اور لپک کے دونون ہاتھون مین دو انگارے اوٹھا لیے۔
گوشت چرچرا کے جلنے کی آواز لیلے کے شوہر کے کان مین آئی اور اس نے حیرت
سے دیکھا کہ انگارون کے ساتھ مجنون کی ہتھیلیون کی کھال چربی کی طرح بہ کر گر پڑی
اور خود وہ گھبرا کے اوٹھ کھڑا ہوا اور مجنون کے حال پر تاسف کرتا ہوا بھاگا۔

مجنون کے اشعار بہت ہین۔ اور ہر شعر سے اوسکی از خود رفتگی اور اوس کی پاک
محبت کی بو آتی ہے۔ آخر مین اوسکا حال یہ ہو گیا کہ انسان سے کوئی تعلق نہ رکھتا تھا
حیوانات سے ربط تھا۔ وحوش صحرا اوسے اپنا دوست سمجھنے لگے تھے۔ یہ اون مین پھرا
کرتا تھا اور وہ بھاگنا کیسا بھڑکتے نہ تھے۔ سب سے زیادہ اونس مجنون کو ہرنیون سے
تھا۔ جن کی آنکھین ادائے معشوقانہ دکھایا کرتی تھین۔ وہ اکثر ہرنیون کو "شبیہ لیلے"
یعنی تصویر لیلے کے لفظ سے تعبیر کیا کرتا تھا۔ بلکہ اپنے ایک شعر مین تو وہ صحرا کی
ہرنیون کی طرف مخاطب ہو کے کہتا ہے "اے ہرنیو! مجھے خدا کے لیے بتاؤ کہ لیلے
تم مین سے ہے یا آدمیون مین سے"

کہتے ہین کہ مجنون اپنے انہین جنون انگیز ولولون مین کوہ و صحرا کی خاک اوڑاتا

پہرتا تہا کہ لیلے اسکے غم مین گہُٹتے گہُٹتے مرگئی۔ لوگون نے دفن کردیا اور مجنون کو خبر بہی نہ ہوئی۔ دو چار روز بعد جب اوسکے گوش گذار ہوا کہ لیلے مرگئی تو بنی عامر کے قبرستان مین پہونچا۔ اور لوگون سے پوچھنے لگا کہ لیلے کی قبر کہان ہے۔ لوگون نے اس خوف سے کہ اسکی بہی جان جاے گی قبر کے بتانے سے پرہیز کیا۔ مجنون نے قبرون کی مٹی اوٹہا اوٹہا کے سونگہنا شروع کی۔ جب لیلے کی قبر کی مٹی اس کے ہاتہ مین آئی تو اوسے سونگہ کے ایک شعر پڑہا جسکا مطلب یہ ہے کہ "لوگ چاہتے ہین کہ اُسکے عاشق سے اوسکی قبر کو چہپائین مگر خود اسکی قبر کی مٹی کی خوشبو بتا رہی ہے کہ یہ اوسکی قبر ہے"۔ یہی شعر پڑہتے پڑہتے گرا اور مر گیا۔

لیکن یہ واقعہ بہی کسی قابل اعتبار ذریعے سے نہین معلوم ہوا اور جو کچہہ معتبر ذریعون سے ملا وہ یہ ہے کہ مجنون ریگستان کے تودون پر پہرتے پہرتے ایک دن مرا ہوا ملا۔ اوسکی موت کے وقت کوئی شخص موجود نہ تہا۔ ایک وادی مین جہان پتہر کی چٹانین کثرت سے تہین اوسکی لاش پڑی ہوئی ملی۔ جس شخص کی نظر پہلے پہل اوسکی لاش پر پڑی وہ قبیلہ بنی مرہ کا ایک شخص تہا جو کسی ضرورت سے اس وادی مین ہوکے گذرا۔ مجنون کی لاش دیکہتے ہی وہ بنی عامر مین آیا اور مجنون کے اعزہ کو اوسکی موت کی اطلاع کی۔ بنی عامر کے لوگ روتے اور سر پیٹتے اوس مقام پر پہونچے۔ اوسکی لاش کو غسل دیا۔ اور تجہیز و تکفین کرکے دفن کردیا۔ لوگون کا بیان ہے کہ بنی عامر کو کسی نے کبہی اتنا روتے اور ماتم کرتے نہین دیکہا تہا۔ جتنا کہ وہ لوگ مجنون کی تجہیز و تکفین کرتے وقت روئے ہین۔ ایک عام ماتم تہا جس مین مرد بہی شریک تہے اور عورتین بہی۔

لیکن یہ امر یقینی معلوم ہوتا ہے کہ لیلا مجنون سے پہلے مر چکی تہی۔ مجنون ۸۰ھ مین مرا ہے۔ جن دنون کہ بنی اُمیہ کا دور تہا۔ اور اون کی سطوت و جبروت کا ڈنکا چاردانگ عالم مین بج رہا تہا۔

یہ تہا وہ مجنون جسکا نام قریب قریب ساری دنیاے اسلام مین ہمیشہ جوش عشق کے موقع پر لیا جاتا ہے۔ جسکو ہمارے شعرا کبہی محمل لیلے کے ساتہہ دوڑاتے ہین اور کبہی جسکے ملنے کے لیے دشت نجد کی خاک چہاننے پر آمادہ ہو جاتے ہین۔ جسکی تصویر اونہین

مرتے ہوئے گوشے میں نظر آتی ہے۔ اور جسکے نالۂ جانکاہ کی آواز ہر دشت میں و... پیدا کرتے ہیں۔ یہی تھی وہ لیلا جسکے محمل کو ہر شاعر ایک نئی دھوم دہام سے نکالتا ہے ... جسکی رگ سے مجنون کے خون کے فوارے جاری کرتا ہے۔ اور یہی ہین ... عاشق جنکی شادی میں بقول ہماری عورتون کے وہ شخص شریک ہوگا جسکی ... ابتک بھی استرا نہ لگا ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ لیلے مجنون در اصل کوئی نہ تھے۔ صرف شعرا نے اپنے خیال سے حسن و عشق کے پتلے بنا کے تیار کیے ہین۔ جنکو ہمیشہ اپنی عاشقانہ ضرورتون کے وقت پیش کر دیا کرتے ہین لیکن یہ قول چندان قابل تسلیم نہین ہے۔ اس لیے کہ اکثر ...میں پورے پورے واقعات اور مانہ بتاتے ہین۔ اور قطع نظر سب سے ہمارے ہاتہ مین لیلے مجنون کا دیوان موجود ہے جو ایک خاص ایسے پُرجوش مذاق کی شہرت دیتا ہے جو تمام شعراے عرب کے مذاق سے جُدا گانہ ہے۔ ہان اس میں شک نہین کہ ان دونون کے نام کو ان کے مرنے کے بعد دُنیا مین شہرت نصیب ہوئی اور اسی وجہ سے غالباً اون کی موجودگی ایک مشتبہ امر ہوگئی ہے۔ بہر حال تھے ضرور۔ اور خدا دونون پر رحمت کرے اس لیے کہ بقول جناب سرور کائنات علیہ الف الف تحیات "من عشق فعف فمات فہو شہید" (جو شخص عاشق ہوا اور پاکبازی سے بسر کی اور مر گیا وہ شہید ہے۔" دونون شہید مرے۔

یک شبے مجنون بخلوت گاہ راز | گفت کاے پروردگار بے نیاز
از چہ رانامم تو مجنون کردہ | عشق لیلے در دلم چون کردہ
کردہ خوار منزل ... | ... بختم شب ہا ہر دشتن ناشتم
تو چہ خواہی زین گرفتاری مرا | اے خدا اے من ازین زاری مرا
ہاتفش گفتہ کہ اے مرد غریب | در محبت کردم این نعمہا نصیب
عشق لیلے منستا ... | حسن لیلے عکس رخسار من است

خوش نیابد گریہ شبہا ے تو
ذوق ہا دارم بہ یا رب ہاے تو

گذشتہ عورتون کی لیاقت

ہندوستان مین فی الحال یہ مسئلہ اکثر چھیڑا جاتا ہے کہ آیا عورتون مین تعلیم کا رواج ہونا چاہیے یا نہین۔ ہندوستان ہی پر منحصر نہین ہم اپنی واقفیت کی حد تک اگر بیان کرین تو کہہ سکتے ہین کہ ساری دنیاے اسلام مین تعلیم نسوان کے متعلق بڑی بڑی بحثین ہو رہی ہین۔ ابھی چند روز ہوئے ہم نے بیروت واقع شام کے ایک عربی ہفتہ وار پرچہ مین تعلیم نسوان پر ایک بڑا بھاری اور بسیط آرٹکل دیکھا تھا۔ اگرچہ تعلیم یافتہ گروہ نے اب قریب قریب مخالفین تعلیم نسوان پر فتح حاصل کر لی ہے اور ہم دیکھتے ہین کہ اس بحث کے چھیڑنے سے اتنا نتیجہ ضرور حاصل ہوا کہ موافق خواہ مخالف سب اپنی لڑکیون کو چند روز پہلے کی بہ نسبت اب زیادہ تعلیم دلانے لگے ہین۔ تاہم ابھی تک ہمارے کانون مین کبھی کبھی یہ آواز آ ہی جاتی ہے کہ "عورتون کے دلانے سے اونکے اخلاق پر برا اثر پڑے گا" اس بات کو ہم کافی اطمینان کے ساتھ ظاہر کرتے ہین کہ نہ شرعی حیثیت سے اور نہ فلسفیانہ حیثیت سے۔ نہ عقلاً اور نہ نقلاً ہم نے ثابت کر لیا کہ تعلیم کے اعتبار سے مرد اور عورت مین کسی قسم کی تفریق نہین کی جا سکتی۔ مگر ہان اتنی بحث باقی رہ گئی ہے کہ ہندوستانی اخلاق کے لحاظ سے ہم عورتون کے لیے ابھی تک جس آزادی کو ناپسند کرتے ہین تعلیم اوسکو پیدا کر دے گی۔ لیکن یہ صرف ایک غلط فہمی ہے جو بعض تجربات پر بے سبب کلیہ قاعدہ باندھنے کی وجہ پیدا ہوئی ہے۔

اس مین کوئی شک نہین کہ ہندوستان ایسی بعض نظائر پیش کر رہا ہے جنکو مخالفین تعلیم نسوان ہمیشہ ہمارے سامنے پیش کر دیا کرتے ہین۔ لیکن وہ نظائر ایسی نہین ہین کہ بداخلاقی کو تعلیم کا لازمی نتیجہ ثابت کر دین۔ اصل یہ ہے کہ ہندوستان مین جس عورت کا چال چلن بگڑتا ہے اوسی کا نام عام پبلک مین مشہور ہوتا ہے اور اسکا تعلیم یافتہ ہونا اس شہرت کو اور ترقی دلا دیتا ہے۔ بخلاف اسکے پاکدامن عورت کا نام چاہے وہ کتنی ہی تعلیم یافتہ ہو گھر کی چار دیواری سے باہر نہین نکل سکتا۔ اس دستور کی وجہ سے ہمکو یہ ضرر پہونچ رہا ہے کہ اگر ہزار تعلیم یافتہ عورتین پاک دامن ہون

تو اُسکا نام ہم کو نہین معلوم ہوتا کہ پیش کرین - اور اگر ایک تعلیم یافتہ لڑکی بھی
بگڑ جاتی ہے تو اُسکا نام ہر شخص تک پھونچ جاتا ہے اور تعلیم نسوان کی مخالفت
کے موقع پر ہمارے سامنے پیش کیا جاتا ہے - لہذا اگر ہم نظائر نہ پیش کرسکین مگر اسکو
یقین کے ساتھ بیان کرتے ہین کہ تعلیم یافتہ لڑکیون مین سے بگڑنے والیونکی تعداد
اُتنی ہی ہے جتنی تعداد کہ غیر تعلیم یافتہ لڑکیون مین ہے - مگر ہان فرق
یہ ہے کہ ہمارے مخالف جس طرح بگڑنے والیون کی فہرست پیش کرسکتے ہین
اُسی طرح ہم پاکدامن تعلیم یافتہ لڑکیون کی فہرست نہین مرتب
کر سکتے -

مگر ہمارے لیے اس موقع پر استدلال کا سب سے عمدہ پہلو یہ ہے کہ ہم اسلامی تاریخ
سے ثابت کرین کہ قرون اولی مین عورتین تعلیم یافتہ تھین یا نہین - انمین کوئی
شک نہین کہ اُنکا زمانہ علما کے ہر طبقے مین ہمارے سامنے عورتون کے نام پیش
کرتا ہے - خصوص فصاحت وبلاغت مین تو عورتون کی لیاقت کبھی کبھی مردون سے
بڑھی ہوئی ثابت ہوئی ہے - ہم ایک عورت کا حال بیان کرتے ہین جو تبع تابعین
کے عہد مین تھی اور فصاحت وبلاغت کے کمال سے اُسنے قرآن مجید پر اس قدر تصرف
حاصل کر لیا تھا کہ ہماری نظر مین اُسکی ذکاوت اور نیز اُسکا وہ ملکہ جسکی بدولت
وہ قرآن کی ہر آیت کو نہایت مناسب موقع پر استعمال کرتی تھی بہت ہی حیرت انگیز
چیز ہے - اور شاید اپنے اس کمال کے اعتبار سے اسلام کا تیرہ سو برس کی مدت
مین وہ منفرد ثابت ہوگی -

عبداللہ بن مبارک جو امام اعظم ابوحنیفہ کوفی علیہ الرحمہ کے رشید تلامذہ مین ہین بیان
کرتے ہین کہ ایک مرتبہ مین مکہ معظمہ گیا - اور ارادہ تھا کہ مدینہ طیبہ جاکے تربت حضرت
رسالت پناہ صلعم کی زیارت سے بھی شرفیاب ہون - لہذا مین اپنے اونٹ پر سوار تنہا
جا رہا تھا - اور عرب کے ریگستان اور پہاڑون کی گھاٹیان قطع کرتا چلا جاتا تھا کہ
راستہ مین ایک جگہہ دور پر کچھ سیاہی نظر آئی - قریب جاکے غور سے دیکھا تو معلوم
ہوا کہ ایک ضعیفہ عورت بیٹھی ہوئی ہے نہ کوئی آگے ہے نہ کوئی پیچھے - ایک سوتی
چادر اوڑھے ہے اور ایک سوتی خمار سر پر پڑی ہوئی ہے - مین نے حیرت سے اُسکی طرف

دیکھا اور کہا "السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اسنے جواب دیا "[1]سلام قولاً من رب رحیم" مین نے کہا خدا تمپر رحمت کرے یہان کیا کر رہی ہو جواب دیا "[2]ومن یضلل اللہ فلا ہادی لہ" اس جواب سے مین سمجھا کہ یہ راستہ بھول گئی ہے دریافت کیا "اور جاتی کہان ہو؟" بولی "[3]سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ" مین سمجھ گیا کہ حج سے فراغت کر کے اب بیت المقدس کو جاتی ہے۔ پوچھا "کب سے تم اس مقام پر پڑی ہو؟" بولی "[4]ثلاث لیال سویا" مین نے کہا "تمھارے پاس کچھ کھانے کو تو ہے نہین آخر کیسے بسر کی؟" کہنے لگی۔ "[5]ہو یطعمنی ویسقین" مین نے پوچھا "اور تم وضو کس چیز سے کرتی ہو؟" بولی "[6]فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً" مین نے کہا "میرے پاس کھانا ہے کھاؤ گی؟" بولی "[7]ثم اتموا الصیام الی اللیل" مین نے کہا "یہ رمضان کا مہینہ تو نہین ہے" جواب دیا۔ "[8]ومن تطوع خیراً فان اللہ شاکر علیم" مین نے کہا "لیکن سفر مین تو ہمین روزہ نہ رکھنا مباح ہے" کہا "[9]وان تصوموا خیر لکم ان کنتم تعلمون" آخر اسکی قرآن خوانی سے عاجز آ کے مین نے کہا "جس طرح مین تم سے باتین کرتا ہون اسی طرح آزادی سے تم مجھ سے باتین کیون نہین کرتین؟" کہا۔ "[10]ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید" مین نے پوچھا "تم کس قبیلہ کی عورت ہو؟" کہا "[11]ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا" مین نے کہا "مجھ سے خطا ہوئی معاف کرو"

---

[1] سلام قول ہے پروردگار مہربان کی جانب سے ۱۲ [2] جسکو اللہ گمراہ کر دے اسکو راہ بتلانے والا کوئی نہین ۱۲ [3] پاک ہے وہ اللہ جو لے گیا اپنے بندہ کو مسجد حرام (کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک [4] تین راتین پوری [5] وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے [6] اور نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرو پاک مٹی سے [7] پھر تمام کرو تم روزے کو رات تک [8] اور جو بطور نفل نیک کام کرے تو اللہ قبول کرنے والا اور جاننے والا ہے [9] اور اگر روزہ رکھو تو تمہارے حق مین بہتر ہے اگر تم جانتے ہو [10] نہین منہ سے نکالتا ہے کوئی بات مگر یہ کہ اسپر ایک جاسوس مہیا ہے [11] اور نہ واقف ہو تو اوس چیز سے جسکا تجھے علم نہین ہے۔ تحقیق کان اور آنکھ اور دل سب سے اسکے متعلق باز پرس ہوگی +

بولی۔ "لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ"[1] مین نے کہا "مین تمھین اپنی اونٹنی پر بٹھا کے چھوڑ آؤن چلو گی ؟" کہا "وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ یَعْلَمْہُ اللّٰہُ"[2] مین نے اونٹنی بٹھائی اور کہا آؤ سوار ہو۔ کہنے لگی "قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِہِمْ"[3] مین نے آنکھین اسکی طرف سے پھیر لین اور کہا لو سوار ہو۔ اسنے جیسے ہی سوار ہونے کا قصد کیا اونٹنی بھڑک لی اور اسکی چادر پھٹ گئی اپنی چادر کو پھٹتے دیکھ کے بولی "مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ"[4] مین نے کہا اچھا ذرا ٹھہر جاؤ مین اونٹنی کو باندھ دون تب تم سوار ہونا۔ جواب دیا "فَفَہَّمْنٰہَا سُلَیْمٰنَ"[5] مین نے اونٹنی کو باندھ کے کہا "اب سوار ہو" وہ سوار ہولی اور اونٹنی کی پیٹھ پر بیٹھ کے کہا "سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ہٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ"[6] مین نے اونٹنی کی مہار ہاتھ مین لی اور دوڑتا اور چلاتا ہوا چلا۔ یہ حالت دیکھ کے بولی "وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ"[7] یہ سن کے مین آہستہ آہستہ چلنے لگا اور چلانے کی جگہہ ضعیف آواز سے بطور ترنم کچھہ اشعار پڑھنے لگا۔ تو بولی "فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ"[8] مین نے کہا "اللہ نے تم مین بہت سی نیکیان پیدا کی ہین" بولی "وَمَا یَذَّکَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ"[9] تھوڑی دور چل کے مین نے دریافت کیا "تمھارے شوہر بھی ہین ؟" کہنے لگی "یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ"[10] یہ سن کے مین خاموش ہو گیا اب ہم چلتے چلتے قافلہ مین پہونچے اور اس ضعیفہ سے مینے دریافت کیا کہ "قافلہ مین تمھارا کون ہے ؟" کہا "اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا"[11] مین سمجھا کہ اسکے بیٹے قافلہ مین ہین۔ مین نے کہا "اور ان کا پتہ کیا ہے ؟" بولی "وَعَلٰمٰتٍ وَبِالنَّجْمِ ہُمْ یَہْتَدُوْنَ"[12] مجھے معلوم ہوا کہ اسکے لڑکے قافلے کے رہبر ہین،

---

[1] نہیں تم پر سرزنش آج اللہ تمہارے گناہ معاف کرے [2] اور جو نیکی کا کام تم کرو اللہ اسے جانتا ہے [3] کہہ دو مومنین سے کہ اپنی آنکھین بند کرین [4] اور تمہارے جو مصیبت پہنچے وہ خود تمہارے ہاتھوں سے ہے [5] پھر ہم نے سمجھایا ہے وہ سلیمان کو [6] پاک ہے وہ (اللہ) جسنے اسکو ہمارا مطیع کیا اور ہم اسکی طاقت نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف توجہ کرنے والے ہین [7] اور نرمی کرو اپنی چال مین اور پست کرو اپنی آواز کو [8] اور پڑھو جس قدر توفیق ہو قرآن سے [9] اور نہین سمجھتے ہین مگر صاحبان عقل [10] اے وہ لوگو جو ایمان لائے نہ سوال کرو ان چیزوں کا کہ اگر ظاہر ہو جائین تو تم کو بری معلوم ہون [11] مال اور اولاد جو دنیاوی زندگی کی زینت ہین [12] اور علامتین ہین اور ستارون سے وہ راستہ پاتے ہین

مین اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے خیمون مین پھرنے لگا۔ اور رہبر دن کے حلقے مین پھوتے ہے مین نے کہا "تمھارا خیمہ کون سے پہچانو"، کہنے لگی "وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاہِیْمَ خَلِیْلًا وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا یَا یَحْیٰی خُذِ الْکِتَابَ بِقُوَّۃٍ" مین سمجھہ گیا کہ یہ اسکے بیٹون کے نام ہین۔ اور آواز دی "اے ابراہیم اے موسے اے یحیٰے" ناگہان تین نوعمر لڑکے نکلے جو اس قدر خوبصورت تھے کہ گویا چاند کے ٹکڑے ہین۔ لڑکون نے اپنی مان کو اوتارا۔ اور ہم سے بیٹھہ کے باتین کرنے لگے یکایک اُس عورت نے چلا کے کہا۔ "فَابْعَثُوْا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ ہٰذِہٖ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ فَلْیَنْظُرْ اَیُّہَا اَزْکٰی طَعَامًا فَلْیَاْتِکُمْ بِرِزْقٍ مِّنْہُ" یہ سنتے ہی انمین سے ایک بازار دوڑا گیا اور جو کچھہ ملا لاکے میرے سامنے رکھدیا۔ وہ عورت بولی "کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ہَنِیْٓئًا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ"۔ مین ضعیفہ کی باتین سُن سُن کے اسقدر حیرت مین تھا کہ مین نے لڑکون سے کہا "سنو۔ مین اپنے اوپر تمھارے کھانے کو حرام سمجھتا ہون جبتک یہ نہ بیان کردو کہ یہ کون خدا کی پاک بندی ہے اور اسکی داستان کیا ہے"۔ لڑکون نے کہا "ہمین بیان کردینے مین کوئی عذر نہین۔ یہ ہماری والدہ ہین۔ چالیس برس ہوے جب سے سوا قرآن کی آیات کے اور کوئی لفظ انکی زبان سے نہین نکلا۔ اور انھون نے اس خوف سے اور باتین کرنا چھوڑ دی ہین کہ مبادا کوئی ایسا لفظ زبان سے نکلجائے جسکی قیامت کے دن جوابدہی کرنا پڑے۔ ابن مبارک کہتے ہین مینے اسکے تعجب کیا اور کہا "یہ خدا کی مہربانی ہے جسکے حال پر ہو جائے"۔

اس قصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تعلیم نے اس عورت مین کسقدر لیاقت پیدا کردی تھی کہ اپنا ہر کام قرآن ہی سے نکال لیا کرتی تھی۔ اور پھر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم نے اُسکے دل پر کسقدر پاک اثر پیدا کیا اور اُسے کتنا اعلےٰ درجہ اِتقا کا دکھادیا جو شاید کبھی مردون مین بھی نہ نظر آ رہا ہوگا۔

سلہ [۵۱] اور لیا اللہ نے ابراہیم کو دوست اور بات کی اللہ نے موسیٰ سے بات کرنے کو اے یحییٰ لے تو کتاب کو مضبوطی سے سلہ [۵۲] پس بھیجو اپنے مین سے ایک کو اپنے اس روپیہ کے ساتھ شہر کی جانب تاکہ دیکھے کہ کون چیز زیادہ پاک ہو کھانے کے لیے۔ پھر لائے وہ تمھارے پاس اُسمین سے کچھہ رزق سلہ [۵۳] کھاؤ اور پیو برکت کے ساتھ بعوض اُسکے جو گذشتہ خالی دنون مین تم کرچکے ہو۔

اسلام یورپ اور امریکہ مین

فی الحال ایک غیبی تائید سے خود بخود اسلام کا قدم اون ممالک مین جم گیا ہے جن مین اس کے پہلے کبھی توحید کی آواز نہین سنی گئی تھی۔ ہمارے فتوحات کی ہرین یورپ کے سواحل سے البتہ ٹکرائی تھین بلکہ بعض ممالک یورپ نے ہمارے آگے سر اطاعت بھی جھکا دیا تھا لیکن اسمین شک نہین کہ یورپ پر ہم اپنا اثر اوس قدر نہین ڈال سکے تھے جس قدر کہ ایشیا اور افریقہ کی طرف ہم نے تبلیغ دین کے لیے توجہ کی تھی۔ امریکہ ایسا مقام ہے جسے اوس وقت جبکہ ہم تبلیغ دین مین مصروف تھے کوئی جانتا ہی نہ تھا۔ بہرحال یہ دونون ملک (پہلا تو جزئیۃً اور دوسرا کلیۃً) دین الٰہی کی برکتون سے محروم رہتے۔

انقلاب زمانہ جو ہر قوم کو شہرت کے آسمان پر چڑہا کے ہمیشہ تحت الثری مین پھینک دیا کرتا ہے اوسنے اپنی رفتار کے مطابق جب ہمین بھی ہوا و ہوس کا بندہ دیکھ کے تحت الثری مین پھینکا تو یہ حالت ہوئی کہ دوسرون کو سمجھانا کیسا ہم کو خود اپنا ہی سنبھالنا مشکل ہوگیا اور ایسی بداخلاقیان اور جہالتین ہم مین پیدا ہوگئین کہ بالکل گرے گذرے ہوئے اور ایسے ہوگئے کہ نہ دین ہی کے کام کے رہے اور نہ دنیا کے۔ ایسی حالت مین سچ پوچھیے تو اسلام بالکل بے بس و بے کس تھا۔

لیکن اس سے زیادہ حقیت اسلام کی کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ جب خدا نے ہمین بیکار دیکھا تو خود اپنے دین کی مدد پر آمادہ ہوگیا۔ اوسنے ہم کو ہماری ہی حالت مین چھوڑا اس لیے کہ اوسے قیامت کے دن ہم سے بہت کچھ بازپرس کرنا تھی۔ اور اپنے پاک اور اطمینان بخش الہام کو چند ایسے لوگون کے دل مین بھیجا جو یورپ و امریکہ کے رہنے والے۔ وہان کے مذاق سے واقف وہان کی خوبو سے خبردار اور اون ممالک مین تبلیغ اسلام کے لیے ہر شخص سے زیادہ مناسب ہین۔ اور جس طرح عرب کے جاہلون کی ہدایت کے لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا جو اونہین لوگون کے ہم قوم اور اونہین کے ہم مذاق تھے اوسی طرح خدا نے یورپ کی ہدایت کے لیے مسٹر کوئیلیم کو اور امریکہ والون کی رہبری کے لیے

مسٹر الگزنڈر وب کو پیدا کیا- اور بالکل وہی ہوا جو خداوند جل وعلا نے اپنے کلام پاک میں فرمایا
ہے کہ "ہم نے تم ہی میں سے ایک رسول تمہارے پاس بہیجا-"
بے شک ہمارے لیے یہ تہوڑی عبرت کا معاملہ نہ تہا کہ باوجود مسلمان ہونے کے خدا نے
یہ دینی کام لینے کے لیے ہم میں سے کسی کو منتخب نہیں کیا- اور اس نعمت سے ہم یون محروم
رکہے گئے- اور اس عبرت کا نتیجہ یہ ہونا چاہیے تہا کہ ہم اپنے گناہون سے توبہ کرتے- اپنے
اخلاق کو درست کرتے- اور جہان تک امکان میں ہوتا اون خدا کے بہیجے ہوئے فرشتون
کی اعانت وقدر کرتے جو کوئلیم اور وب کے نام سے یورپ و امریکہ میں ظاہر ہوئے ہیں
لیکن نہیں ہم کو اب بہی عبرت نہیں ہوتی- اور آج تک گویا ہم یہ سمجہے ہی نہیں کہ قدرت
نے دینی کام میں ہماری طرف سے کتنی بڑی بے پروائی کی- اور خدا نے کس وضاحت کے
ساتہ بتا دیا کہ ہم کتنے بڑے مورد غضب ہیں-
لیکن نہیں ہماری بداعمالی اس حد سے بہی زیادہ گذری ہوئی تہی کہ ایسے عبرتناک موقع پر
ہم صرف سکوت ہی کیے بیٹہے رہتے- یا ہم سے فقط بے حسی اور لاپروائی ہی ظاہر ہوتی-
نہیں ہم اون معصومون کو برا بہلا بہی کہہ رہے ہیں جو تمام گذشتہ گناہون سے توبہ کر کے
ابہی ابہی پاک وصاف ہوئے ہیں- اور جن پر تہمت لگانا صرف گناہگار ہونا ہی نہیں ہے بلکہ
خدا کی ناشکری کرنا ہے- اور کافر کے لغوی معنون میں شامل ہو جانا ہے-
واقعی ہم سے زیادہ بدتر شاید کوئی قوم نہ ہوگی- ابہی چند روز ہوئے الگزنڈر وب حیدرآباد
میں تہے- ایک لامذہب شخص نے اون سے مل کے کہا "آپ مسلمان تو ہوئے ہیں
لیکن اگر یہان کے مسلمانون کی حالت دیکہیں گے تو آپ دین اسلام کو برا کہنے لگین گے"
الگزنڈر وب نے نہایت معقول جواب دیا جو درحقیقت آب زر سے لکہنے کے قابل ہے-
اونہون نے کہا "میں مسلمانون کو دیکہ کے مسلمان نہیں ہوا ہون- بلکہ میں اسلام کو
دیکہ کے مسلمان ہوا ہون" ہماری طرح سے مسٹر وب کے اس جواب کی داد دینے کو تو
غالباً سب ہی موجود ہو جائیں گے- لیکن اس پر غور کرنے والا اور عبرت حاصل کرنے والا
شاید کوئی نہ نکلے گا کہ سوال کرنے والے نے کتنی سچی اور پتہ کی بات کہی تہی- کیا کوئی کہہ سکتا
ہے کہ اوس لامذہب کا یہ جملہ کسی اعتبار سے غلط ہے؟ یا اس میں کوئی متعصبانہ مبالغہ ہے؟
ہرگز نہیں کہہ سکتا- بے شک ہم ایسے ہیں کہ ہم کو دیکہ کے مسلمان ہونا درکنار لوگ اور

اوسکے مرتد ہوجائین تو تعجب نہین -

عرصہ سے ہندوستان مین مسلمان کوشش کر رہے تھے کہ کسی واعظ کو تبلیغ دین کے لیے انگلستان روانہ کرین جو انگریزی مین اس فصاحت سے دین الٰہی کی منادی کرے کہ وہان کے لوگ اسلام کی حقیقت کو سمجھین اور اونکے دل پر اوسکے پند و نصایح کا اثر ہو باوجودیکہ اس بارہ مین بہت جستجو کی گئی مگر آخرالامر یہی ثابت ہوا کہ یہان کے مسلمانون مین ابھی کوئی اسکی صلاحیت نہین رکھتا - اور یقین ہوگیا کہ سو برس کی تعلیم کے بعد لینے مسلمان پیدا ہون تو ہون ابھی کوئی نہین ہے - اس وقت خدا نے یک بیک یون رنگ کردیا کہ بہت تعلیم یافتہ اور خوب سوچ سمجھ کے ایمان لانے والے ورہم سے بدرجہا زیادہ پرجوش مسلمان اونہین کی قوم مین پیدا کردے جو اونکی خوبو سے واقف ہین اونکے مذاق سے خبردار ہین - اور وہان تبلیغ دین کے لیے تمام دنیا کے واعظون سے اچھے ہوسکتے ہین - شرم کی بات ہے کہ قدر کرنا درکنار ہم اولٹے اونکی آزار دہی پر آمادہ ہوجائین -

اس بارۂ خاص مین سب سے زیادہ جہالت اور نالائقی کا اظہار مدراس مین ہوا - سنا جاتا ہے کہ مسٹر وب مدراس والون کے حسب الطلب جب مدراس مین گئے تو صرف اتنی بات پر کہ مسٹر وب نے اذان سُنتے وقت موذن کی زبان سے "اشہد ان محمداً رسول اللہ" سُن کے انگوٹھے نہین چومے تھے اون کو دغاباز - مکار سب ہی کچھ سمجھ لیا گیا - اور سخت ناراضی ظاہر کی گئی - ہم اس موقع پر کوئی فقہی بحث نہین چھیڑنا چاہتے ورنہ یہ بھی پوچھتے کہ انگوٹھون کا چومنا ہے کیسا - اور اس کا ثبوت کہان سے ہے - لیکن اتنا کہنے پر مجبور ہین کہ اس سے زیادہ جہالت شاید کسی قوم سے نہ ظاہر ہوگی جیسی کہ مسٹر وب کے مقابلہ مین مدراسیون سے ظاہر ہوئی - مسٹر وب جو ابھی نئے مسلمان ہوئے ہین - جن کو توحید رسالت کے اہم مسائل کے سوا اور کسی طرف توجہ کرنے کا ابھی موقع نہین ملا ہے جو اپنی زبان کے سوا عربی - فارسی - ترکی - اُردو کسی ایسی زبان سے واقف نہین ہین جس مین مسائل دینی لکھے ہوئے ہین اور جو در اصل ہنوز کسی جُزی مسئلہ کی پابندی کے مکلف ہی نہین ہین اون پر اعتراض بھی کیا گیا تو کس مسئلہ کا جو خود اہل سنت مین نہایت سے زیادہ مختلف فیہ ہے اگر ایسا ہی اسلام یورپ مین پھیلانا ہے کہ تثلیث کے ابطال سے پہلے وہابی بدعتی یا سُنی شیعہ کے مسائل چھڑ جائین تو ہمارے نزدیک شاید وہ

اب یہ مقابلہ اوس حالت کے اچھے ہین جسکی طرف بلائے جاتے ہین۔
ہم تو یہ خیال کرتے ہین کہ مسٹر ویب اور مسٹر کوئیلیم کا اسلام ہمارے اسلام سے ہم رجہا اچہا اور بالکل وہ خالص اور ٹھیٹھہ اسلام ہے جس کی طرف تیرہ سو برس ہوئے ہمارے پیغمبر (روحی فداہ) نے اہل عرب کو بلایا تہا۔ وہ جانتے ہین کہ خدا ایک ہے۔ وحدہ لاشریک ہے۔ اوسکے کوئی بیٹا نہین۔ تثلیث باطل ہے۔ شرک بڑا بہاری گناہ ہے۔ قرآن کلام الٰہی ہے۔ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اوسی طرح پیغمبر برحق ہین جس طرح تمام انبیاء سلف تہے۔ آپ خاتم الرسل ہین۔ اور گو آپ بعد آئے مگر بلحاظ اغراض نبوت آپ کی شان سب سے بڑہی ہوئی ہے۔ یہی اعتقادات ہین جن کی طرف آن حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری دنیا کو بلا رہے تہے۔ اور یہی اعتقادات ہین جن پر مسٹر کوئیلیم اور مسٹر ویب ایمان لائے ہین۔ اور جنکی طرف اپنے ہم وطنون کو بلا رہے ہین۔ جن لوگون نے قرآن پاک کو سمجھ سمجھ کے پڑہا ہے وہ جانتے ہین کہ اسلام کا مقصود سوا اسکے کہ شرک کی بیخ کنی ہو جائے اور کچہہ نہ تہا۔ نہ کوئی شرک کی رسم رہے نہ کوئی شرک کا شائبہ باقی رہے۔ حتے کہ مسلمانون کے حرکات وسکنات سے بہی توحید کی شان نمایان ہو۔ دیکھو قرآن مین اول سے آخر تک ہر مقام پر صرف شرک کی مخالفت ہے اگر قصہ ہین تو اون کا نتیجہ بہی یہی نکلتا ہے اگر مسائل ہین تو اسی قسم کے۔ مگر افسوس کہ ہم نے اسلام کی غرض شاید توحید کے سوا کسی اور چیز کو سمجھ لیا ہے۔
آنحضرت صلعم کے مبارک عہد مین نہ خلافت کے جہگڑے تہے۔ نہ ابوبکر وعلی کی پارٹیان تہین۔ نہ اون مین سے کسی کی بے انتہا تعریف کی جاتی تہی نہ کسیکو گالیان دی جاتی تہین۔ نہ فقہاے اربعہ کی فقہ تہی۔ نہ محدثین کی کتب حدیث۔ نہ شیعہ تہے نہ سنی۔ نہ معتزلہ تہے نہ اشاعرہ۔ نہ وہابی تہے نہ بدعتی۔ ایک سیدہا سادہ اسلام تہا جس مین چون وچرا کی بہت کم گنجایش تہی۔ یہی اسلام تہا جو آنحضرت کے مبارک زمانہ مین تہا اور یہی اسلام ہے جو اب مسٹر کوئیلیم کے دلون مین القا ہوا ہے۔ جو اسلام ان لوگون مین شروع ہوا ہے اوسکا دامن اون دہبون سے بالکل پاک وصاف ہے۔ جو ہماری نالائقیون کی وجہ سے ان گذشتہ تیرہ سو برس کے اندر دامن اسلام پر لگائے گئے۔ عبرت کا مقام ہے کہ اپنی اصلاح درکنار ہم چاہتے ہین کہ اب

طرح ان لوگون کو بہی انھین فساد انگیز جھگڑون مین ڈال کے مبتلا کر دین۔ ہم کو تو چاہیے تہا
کہ ان لوگون کی مثالون کو دیکھہ کے اور اپنی اصلاح کرتے۔ نہ کہ اپنے ساتھہ اُنکے بہی خراب
کرنے کی کوشش کرین۔

سب سے زیادہ لوگون کو اس امر مین چندہ کا ذکر ناگوار ہوتا ہے یہ آواز ابتداءً کئی بار
سرسید کے گروہ سے سُنی گئی تہی۔ لیکن جہان تک دریافت کرنے کا موقع ملا یہ معلوم ہوا
کہ خود سرسید کو تازہ مسلمانان یورپ و امریکہ کے ایمان مین تو کوئی شک نہین مگر ان کا
خیال کسی مصلحت سے یہ البتہ ہے کہ مسلمانان ہند کو پہلے روپیہ اپنے ہی اصلاح مین صرف
کرنا چاہیے۔ اور اونکا یہ کہنا اونکے لیے کسی حد تک زیبا بہی ہے۔ کیونکہ اونہون نے
ایک بہت بڑے کام کو اپنے ذمہ لیا ہے اور وہ اصل وہی ایک کام کر سکے ہین جس کو قوم
کی تاریخ مین ایک وقعت کے ساتھہ جگہہ دی جا سکے۔ اور اس بنا پر اگر وہ اپنے معاملہ
مین خود غرضی کرین تو اونکا حق ہے۔ اس مین کوئی شک نہین کہ اونکا شمار اون لوگون
مین ہے جو خود قوم سے روپیہ کے طالب ہین۔ اور یہ عام قاعدہ ہے کہ ایک مانگنے والا
ہمیشہ یہی کہے گا کہ جو کچہہ ہو ہمین کو دو اور ہم سے زیادہ کوئی مستحق نہین۔ مگر وہ لوگ جو روپیہ
کے دینے والے ہین وہ بجاے خود خیال کر سکتے ہین کہ مسلمان سب بہائی ہین اور
سب کی اعانت ایک ذی استطاعت پر فرض ہے۔ ان تمام فرائض مین سے جو جس فرض
کو پورا کر دے سمجہنا چاہیے کہ اوسنے اپنا قومی یا دینی حق ادا کیا۔ اور اگر قیاسات کی بنا پر
ترجیح کی بحث کی جاے تو ہم کو یہ کہنے کا پورا موقع ملے گا کہ ہمارے نزدیک تو سب سے
پہلے ہمین کو اون مسلمانان یورپ کی مدد کرنا چاہیے۔ اسلیے کہ ہمارے نزدیک [illegible]
(انقلاب دولت کی مار کھاے ہوئے) مسلمانان ہند سے ترقی کی کبہی اُمید نہین کیجا سکتی
اگر اب اسلام ترقی کر سکتا ہے تو اوسی وقت جبکہ جدید ترقی یافتہ قومین علم اسلام کندہے پر
رکھہ کے علمی جہاد شروع کرین۔ لہذا جسکو جو کچہہ دینا ہو انہین لوگون کو دے۔ اور اپنے
لیے کوئی کوشش کرنا تو ایک لا علاج مرض کا علاج کرنا ہے۔ شاید بعض حضرات کو ہمارا
یہ خیال ناگوار ہو مگر کیا کرین۔ مجبوری ہمین اپنی اصلی راے ظاہر کرنے پر مجبور کیے دیتی ہے
ابہی چند روز ہوئے معزز اور کل ہمعصر اتحاد کے کالمون مین کئی مراسلہ اسی شکایت مین
شائع ہوئے تہے کہ مسلمان کیون ایسی بے وقوفی کر رہے ہین جو اپنا روپیہ لیورپول یا امریکہ

والون کو دے رہے ہین - اون مضامین مین بہت کوشش کی گئی تھی کہ مسلمان اون آوازون کو سُنین اور اپنی ایسی دیندارانہ فیاضیون سے ہاتھہ روکین - ہم پوچھتے ہین کہ مسلمانون نے یورپول والون کو دے ہی کیا دیا جس پر یون لُٹ جانے کی دہائی مچائی گئی - تمام روپیہ جو برس بھر کی کوشش سے فراہم ہوا اوس کی تعداد دس ہزار سے زیادہ نہ ہوگی پھر اگر پانچ کرور آدمیون نے دس ہزار بارہ ہزار روپیہ دے دیے تو کون بڑی فیاضی کی - یہ وہی ہندوستان ہے جو لاکھون روپیہ چندہ مجروحان روم اور نہر زبیدہ کی مرمت مین دے چکا ہے - کیا اشاعت اسلام کا کام اون کامون سے بھی ادنے ہے؟ یہ بات کسی طرح سمجھ ہی مین نہین آسکتی کہ اون چندون کے وقت ہندوستان کی مفلسی اور اپنے مصائب کا دکھڑا کیون نہ دیا گیا - اگر آپ نے دس بارہ ہزار روپیہ دبے ہی دیے تو اون کا کونسا کام نکل گیا - بیچارے نے جن اغراض کے لیے کمر ہمت باندہی ہے اونکو ابھی تک استقلال کے ساتھہ اور اپنی آرزو کے موافق شروع بھی نہین کر سکے - اور کیونکر شروع کر سکتے ہین یورپ مین کسی اہم کام کا چھیڑنا کوئی معمولی بات نہین ہے - وہان ایشیا کی طرح کوئی کام تھوڑے سرمایہ سے نہین چل سکتا -

الگزنڈر وب نے ان دنون سارے ہندوستان کا دورہ کیا - اور قریب قریب کل بڑے شہرون مین جا کے اپنے اغراض مسلمانون کے سامنے بیان کیے - اُنہون نے ایک خاص دینی غرض کے لیے اسی ہزار روپیہ کی ضرورت بیان کی تھی آج تک اُمید نہین کہ اس رقم کی فراہمی کی صورت بھی پیدا ہوئی ہو - اور پھر اُنہون نے اس کام مین بعض مقامات کے متعصب یورپین حکام کے ہاتھون جو سختیان برداشت کین وہ اس ناکامی کے علاوہ ہین - الگزنڈر وب کو ہم نے دیکھا - ہم ہی نے نہین ہمارے ساتھہ ہزارون آدمیون نے دیکھا - ہر طرح سے اونکے خیالات اور ارادون - اور اون کے عقائد اور نیت کی جانچ پرتال کی - اور قطعی طور پر ہر شخص نے اپنا اطمینان کر لیا کہ ایسا آدمی ہرگز فریبی اور مکار نہین ہو سکتا - ہمارے دوست جنہون نے غالباً ایک پیسہ بھی ان اغراض کے لیے اپنی جیب سے نہ دیا ہوگا اور صرف اورون کی فیاضیون کے روکنے کی کوشش کر رہے ہین انکو کبھی اسپر غور کرنا تھا کہ ہندوستانی جو کچھہ دے رہے ہین وہ صرف اپنے اسلام اور اپنی دینداری کے اظہار کے لیے - ورنہ جو کام ہونے والا ہے وہ اونکے روکے نہ رُکے گا - خدا نے

جس طرح ان پاک نہاد لوگون کے دل مین اسنے الہام کے ذریعہ سے اسلام کا نور چمکایا۔ اور تبلیغ دین کے واسطے ان غیبی فرشتون کو کھڑا کر دیا اوسی طرح وہ دردیہ کا بہی سرانجام کردیگا جس کام کو خدا نے چاہا ہے وہ رکنے والا نہین ہے۔ ہم قیاس کرسکتے ہین کہ یورپ و امریکہ مین اسلام پہیلانا خدا کی مرضی مین ہے۔ اسلیے کہ اگر ایسا نہوتا تو وہ ایسے لوگون کو پیدا ہی نکرتا ہماری بے توجہی سے نہ ان لوگون کا کچہ بگڑیگا اور نہ یہ کام رکیگا۔ ہان البتہ یہ ثابت ہوجائیگا کہ ہم کیسے مسلمان ہین اور ہم کو اسلام سے کہان تک تعلق ہے۔ ہماری نالایقی کا اثر خود ہمین پر پڑیگا۔ اور ہمین اس جرم مین پکڑے جائینگے۔

کتنے بڑے افسوس کی بات ہے کہ نورافشان اور جیند اوہی کے ایسے دیگر عیسائی اخبار دان کے ساتہ چند مسلمان اخبار بہی اس امر مین اونکے ہم زبان اور ہم مذاق نظر آئین۔ اور اونکے ہاتہون بہی اسلام پر وہی ظلم ہو جو متعصب مسیحیون کے ہاتہون ہو رہا ہے۔

ہمین اس مخالفت کے پردہ مین بعض پارٹی فیلنگ والے بہی نظر آتے ہین۔ ہم دیکہتے ہین کہ بعض غیر مقلد اسلیے اختلاف پر جمے ہوئے ہین کہ یہ نومسلم مقلد ہونگے۔ اسی طرح بعض حضرات شیعہ اس خیال مین ہین کہ یہ لوگ سُنّی ہونگے۔ لیکن ہمین ایسے لوگون کی سمجہ پر نہین بلکہ مسلمانون مین ایسے لوگون کے موجود ہونے پر شرم آتی ہے۔ اول تو ابہی کون جان سکتا ہے کہ یورپ کے مسلمان کون ہونگے۔ اور کس طریقہ کو پسند کرینگے۔ کیونکہ ابہی تک وہ ان مباحث مین پڑے ہی نہین۔ اور اگر بالفرض کسی فرقہ مین ہون بہی تو کیا مضائقہ ہے۔ مسلمان تو ہونگے۔ اہل قبلہ مین تو اون کا شمار ہوگا۔ توحید و رسالت پر تو ایمان رکہینگے۔ مگر افسوس تعصب نے ہمین اسلام کے اغراض اس قدر بہلادیے ہین کہ ہمنے صرف فروعات کو ایمان سمجہ لیا ہے۔ ان لوگون کے نزدیک شاید نہ خدا پر ایمان لانا موجب نجات ہے۔ نہ رسول پر ایمان لانا۔ موجب نجات انکے نزدیک اگر سُنّی ہین تو ابوبکر و عمر کی محبت۔ اگر شیعہ ہین تو علی کی ولایت اور امام حسین کی شہادت۔ اگر مقلد ہین تو ائمہ اربعہ کی تقلید۔ اور اگر غیر مقلد ہین تو محدثین کی صرف زبانی تعریف۔ اگر بدعتی ہین تو قبرون کے آگے سجدہ کرنا۔ اور اگر وہابی ہین تو بزرگان دین کو گالیان دینا۔ یہ ہے وہ اسلام جسکی طرف ہمارا ہر فریق تازہ ایمان لانے والون کو بلاتا ہے۔ لیکن ہم تو یہ کہتے ہین کہ ان سب کے اسلام سے وہ اسلام اچہا اور پاک و صاف ہے جو مسٹر کوئیلیم اور مسٹر وب

دل مین ہے - خدا مسلمانان یورپ کو ان آفتون سے بچائے - اور اگر وہ بھی ان بلاؤن مین پھنسے تو پھر ترقی اسلام کی کوئی اُمید نہ باقی رہے گی -

اسلام کی اصلی غرض توحید تھی - جو اول سے آخر تک قرآن پاک کی ہر آیت سے ٹپکتی نظر آتی ہے - جب تک صحابہ صرف اوس غرض کو پورا کر رہے تھے اور توحید کے سوا کوئی خیال اونکے ذہن مین نہ جاتا تھا اوسوقت تک خدا نے اونکی ایسی مدد کی جو دنیا مین ہمیشہ یادگار رہے گی - لیکن مسلمانون نے ادہر اوس غرض کو چھوڑا اور اُدہر خدا نے اپنا برکت اور اعانت کا ہاتھہ اون کی جماعت پر سے اوٹھا لیا - بعد والے مسلمانون کا کیا ذکر ہم تو کہتے ہین کہ جس وقت علی اور معاویہ کی ہمدردی کے خیالات پیدا ہوئے اوسوقت خدا نے خود صحابہ کی مدد کرنا چھوڑ دی اور گویا اوسی وقت سے عمارت اسلام مین زوال کی دیمک لگ گئی -

اب تو اس بات کا زمانہ ہے کہ ان سب جھگڑون کو ہم چھوڑین اور اوس وحدہ لاشریک کی طرف توجہ کرین جو ہر مصیبت سے انسان کو نجات دلاتا ہے - کیونکہ بغیر اوسکی مدد کے کچھہ نہین ہو سکتا -

---

حاتم طائی

یہ عجیب و غریب بات ہے کہ جن لوگون کے نام شب و روز ہماری زبان پر رہتے ہین اون کے حالات سے واقف ہونا درکنار ہم یہ بھی نہین جانتے کہ وہ تھے کون - ہر قوم کی سوسائٹی اور ہر زبان کے عام محاورات مین چند ایسے لوگ ہوتے ہین جن کا نام کسی خاص صفت کے موقع پر ہر خاص و عام کی زبان سے سُنا جاتا ہے - اور ہر بچہ بھی اون نامون کو اون اوصاف کا ہیرو خیال کرتا ہے جن کے اظہار کے لیے وہ نام بار بار لیے جاتے ہین - دیکھو جب عشق کا تذکرہ ہوگا مجنون عامری کا نام کسی نہ کسی پہلو سے یاد ہی آجائے گا - حسن کی تعریف کی جاتی ہوگی تو ممکن نہین کہ یوسف صدیق کا معجز نما حسن نہ پیش کر دیا جائے - اور اسی طرح جب سخاوت کا تذکرہ چھڑے گا تو حاتم کا نام خواہ مخواہ کسی نہ کسی کی زبان سے نکل ہی جائے گا - ایسے لوگون کو عموماً قومین اور بڑی بڑی سوسائٹیان اون اوصاف کا

عظمت اون کی تسلیم کرتی ہین جن کے ساتھہ کہ اونکے نام کو مناسبت ہے اسی قسم کے لوگ اگلی قومون
مین خدا یا خدا کے دیوتا مانے جاتے تہے اور اس مین کوئی شک نہین کہ اگر ہمارا مذاق
توحید سے بدل نہ گیا ہوتا تو اس قسم کے اون لوگون کو جو ہماری سوسائٹی مین کسی خاص صفت
کے ساتھہ مشہور ہین ہم بھی دیوتا ہی مانتے۔

عبرت کی یہ بات ہے کہ اس قسم کے وہ لوگ جو ہماری سوسائٹی مین مشہور ہین اون کی
شہرت تو اس قدر ہے کہ شاید دنیاے اسلام کا کوئی بچہ بھی اونکے نام سے ناواقف نہ ہوگا
لیکن یہ کتنے بڑے غضب کی بات ہے کہ اون مین سے شاید ایک ہی آدہ ایسا خوش نصیب ہو
جسکے حالات زندگی سے ہمین کسی قدر واقفیت ہو۔ گذشتہ نمبر مین ہم مجنون عامری کے
حالات پر سے لاعلمی کا پردہ اوٹہا چکے ہین اور آج ہمین حاتم طائی کا نام یاد آیا ہے جس
[illegible] کے سوانح عمری قیس سے بھی زیادہ تاریکی مین پڑے ہوئے ہین۔ حاتم طائی کا
ایک قصہ اردو کی اونے سوسائٹیون مین شائع ہے۔ جو اپنے مقام پر ایک چھوٹی سی داستان
امیر حمزہ ہے۔ اون حالات کے خلاف نیچر اور بالکل مہمل و بے سروپا ہونے کے علاوہ
قیامت تو یہ کی گئی ہے کہ اوس قصہ مین حاتم کی حالت اور اوسکے کیرکٹر کا بھی پتہ نہین
لگتا۔ رومیون اور یونانیون نے اپنے دیوتاؤن کی متہالوجی (دیوبانی) بیان کرنے مین
افترا پردازی کا وہ کمال نہ دکہایا ہوگا جو مسلمانون نے حاتم کے حالات بیان کرنے مین
دکہا دیا ہے۔ بہرتقدیر ہمین افسوس ہے کہ حاتم کا ایسا نامور شخص اور اوسکے اصلی
حالات یون لاعلمی کے پردے مین چہپے ہوئے ہون۔ اور اسی وجہ سے آج ہم حاتم طائی
کے وہ حالات بیان کرتے ہین جو واقعی ہین اور جنکے جاننے کی لوگون کو ضرورت ہے۔

جاہلیت مین چار آدمی ایسے تہے جن سے زیادہ فیاضی کا اظہار اور کسی شخص سے نہین ہوا
حاتم بن عبد اللہ طائی۔ ہرم بن سنان۔ خالد بن عبد اللہ۔ اور کعب بن مامہ الایادی۔ اگرچہ
ان چارونکی فیاضیون کی دہوم تہی مگر حاتم اور کعب ایسے تہے کہ جود و سخا مین ضرب المثل
قرار پا گئے۔ اور گہرون کی بیٹہنے والیان تک ان کو مجسم فیاضی خیال کرتی ہین۔ خاص کر
حاتم طائی کو جو شہرت حاصل ہوئی وہ تو شاید دنیا مین کسی کو بہت کم نصیب ہوئی ہوگی۔
کعب کا واقعہ تو یہ ہے کہ ایک مرتبہ سفر مین پیاس کی شدت تہی۔ اور اس وقت شدت کہ
دم نکلا جاتا تہا۔ ایک دوست بہی ساتہہ تہا جسکی بہی یہی حالت ہو رہی تہی۔ اتفاقاً اتنا

پانی ایک مقام پر مل گیا جس سے ایک شخص پیاس بجھا سکے کعب نے وہ پانی تو اپنے دوست کو پلا دیا اور خود اوسی تشنگی مین تڑپ تڑپ کے جان دی - اس مین شک نہین کہ کعب نے ایسے موقع پر فیاضی کا ثبوت دیا جس وقت شاید کسی سے نہ ہوسکتا لیکن چونکہ اوسکی زندگی کا صرف ایک ہی واقعہ معلوم تھا لہذا اہل عرب مین اوس کے نام کی اتنی شہرت نہین ہوئی جتنی کہ حاتم کے نام کی۔

حاتم طائی کا نام سارے عرب مین اس قدر ہر دل عزیز تھا کہ ہم قیاس کرتے مین شاید اوسکے حالات بیان کرنے مین بھی کسی قدر مبالغہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ اوسکی فیاضی کا ایک ایسا نمونہ بتایا جاتا ہے جو بالکل خلاف قیاس ہے۔ عموماً عرب کہتے ہین کہ جب حاتم مرا تو لوگو نے تجویز کی کہ اوسکے بھائی کو سرداری قوم کے لیے منتخب کرین۔ حاتم اور اوس خلیفہ موہوم بھائی کی عزیزہ مان ہنوز زندہ تھی - یہ تجویز سن کے بہت بگڑی اور کہا "بھلا اس کو (دوسرے بھائی کو) حاتم سے کیا نسبت ہے جو اوسکے مقام پہ بٹھایا جاے - خدا کی قسم حاتم جب پیدا ہوا ہے تو اوس نے سات دن تک کسی طرح دودھ نہین پیا۔ جب مین ایک پڑوس کے غریب بچے کو دودھ پلا لیا تب اوس نے دودھ پینا شروع کیا - اور اس (دوسرے بھائی کا) یہ حال تھا کہ ایک طرف تو دودھ پیتا تھا اور دوسری چھاتی پر ہاتھ رکھے رہتا تھا کہ کوئی اور نہ پی جاے۔

عہد جاہلیت مین اہل عرب مین تاریخ نہ تھی اور نہ اونکے وہان کوئی سلسلہ تاریخ نگاری کا تھا - اسی وجہ سے اوس زمانہ کے لوگون کی تاریخ ولادت ووفات کا پتہ لگانا محال ہے - جاہلیت کی لڑائیان جو ایام عرب کے نام سے نامزد ہین اونکے مختصر حالات تو معلوم ہوجاتے ہین مگر اون مین سے ایک کے متعلق بھی یہ پتہ مشکل سے لگتا ہے کہ کس تاریخ اور کس سنہ مین ہوئی - لہذا ہم نہین بتا سکتے کہ حاتم کس دن پیدا ہوا اور کب مرا - مگر ہان اتنا کہہ سکتے ہین کہ آنحضرت صلعم کے مبعوث ہونے سے پہلے ہی مرچکا تھا - اور اوسکے بیٹے اوسوقت موجود تھے جب عرب نے دین اسلام اختیار کیا ہے - حاتم کے بیٹے عدی نے جب آنحضرت کی مخالفت پر آمادگی ظاہر کی تو آپ نے حضرت علی کو مقابلہ کے لیے روانہ کیا - لڑائی ہوئی اور عدی شکست کھا کے مع اپنے اہل وعیال کے ملک شام مین بھاگ گیا - اوسکی بہن سفانہ بنت حاتم چھوٹ گئی اور اوسکے ساتھ نہ جا سکی

جسکو جناب علی گرفتار کرکے مدینہ مین لائی اور آنحضرت کے سامنے پیش کیا- آپ کے
سامنے آتے ہی سفانہ نے کہا "افسوس ابا جان کا انتقال ہوگیا- بھائی نے بھاگ کے
اپنی جان بچائی- مناسب ہو تو مجھے چھوڑ دیجیے اور مجھے ذلیل کرکے تمام قبائل عرب کو
ذلیل نہ کیجیے- میرے والد سردار قوم تھے- اور مین حاتم طائی کی بیٹی ہون" اس کے
ساتھ ہی سفانہ نے حاتم کے تمام اوصاف بیان کرنا شروع کیے- آنحضرت نے سن کے
فرمایا- "اے لڑکی- یہ سب تو خاص مسلمانون کے اوصاف ہین" اسکے بعد آپ نے
صحابہ کی طرف دیکھ کے فرمایا "کوئی امیر قوم غریب ذلیل ہوجائے تو اوسکی عزت کرو"
چنانچہ آپ نے سفانہ کے چھوڑ دینے کا حکم دیا- اور اوسپر بہت کچھ احسان کیا- سفانہ نے
عرض کیا مجھے اپنی اجازت دیجیے کہ آپ کے حق مین چند دعائیہ کلمات کہون- آپ نے
اجازت دی اور وہ دعائین دیکے رخصت ہوئی اور اپنے بھائی سے جا ملی- وہان جا کے
اوسنے خوبی کے ساتھ آنحضرت کے محامد بھائی سے بیان کیے کہ دونون بھائی بہن مع
اہل وعیال کے حاضر ہوئے اور صدق دل سے ایمان لائے- سفانہ کی نسبت کہا جاتا
ہے کہ یہ بھی فیاضی مین بالکل اپنے باپ پر پڑی تھی- حاتم اپنے اونٹون مین سے
چند اونٹ اوسکو دیدیا تھا اور وہ ہمیشہ غریبون کو دیدیا کرتی تھی- آخر یہ رنگ دیکھ کے
ایک روز حاتم نے کہا "بیٹی- مال ودولت پر جب دو سخی جمع ہوجائین گے تو اوسے تباہ
کردین گے- یا تو تم سخی رہو اور مین بخیل بنون اور یا مین سخی رہون اور تم بخیل ہوجاؤ-"
اسکے جواب مین سفانہ نے کہا "ابا جان مین نے یہ عمدہ اخلاق آخر آپ ہی سے تو
سیکھے ہین" خیر حاتم کی اس نصیحت پر سفانہ تو فطرةً عمل نہ کرسکتی تھی مگر حاتم کی بی بی
اس غرض کے لیے نہایت مناسب تھی- جو اوتنی ہی بخیل تھی جتنا وہ فیاض تھا-
حاتم کی کنیت ابو سفانہ اور ابو عدی تھی- اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ دونون اولاد سے
اوسے برابر محبت تھی- عرب کے معمولی بہادرون کی طرح حاتم کی زندگی بھی لوٹ مار پہ بسر ہوتی
تھی- مگر اپنے مال غنیمت کا چوتھائی حصہ ہمیشہ لازمی طور پہ غربا اور معذورین کی نذر کردیا
کرتا تھا- اوس کا شمار شعرائے جاہلیت مین ہے- اسکے ساتھ بہادر اتنا بڑا تھا کہ کبھی
کسی سے نہین دبا- قول کا اتنا بڑا دھنی تھا کہ جو کہتا تھا وہی کر گذرتا تھا- فیاض اتنا
بڑا تھا کہ سائل کبھی اوس سے درخواست کرکے محروم نہ رہ سکتا تھا- رحم دلی اوسکے

مزاج مین اس قدر تہی کہ جس کسی کو گرفتار کرتا تہا فوراً ترس کہا کے چہوڑ دیتا تہا۔ فیاضی نے اس قدر ہر دل عزیز بنا دیا تہا کہ جس وادی مین جا کے پڑاو ڈالتا تہا فوراً اوسکا مسکن لوگون مین مشہور ہو جاتا تہا۔ جاڑون کی راتون مین اپنے غلامون کو حکم دیتا تہا کہ جا بجا مقامات پر آگ روشن کرین تاکہ مسافرون کو معلوم ہو اور آکے اوسکے مہمان بنین یا کوئی راستہ بہول گیا ہو تو آگ کے پاس چلا آئے۔ ماہ رجب کی تمام قبائل مضر مین بڑی تعظیم کی جاتی تہی۔ حاتم کا قاعدہ تہا کہ اس مہینہ مین پہلی سے تیسوین تک ہر روز دس اونٹ ذبح کرتا تہا جن سے دور دور تک لوگون کی مہمانی کی جاتی تہی۔ مسافر اور محتاج کے سامنے اوسے اپنے تمام مال و دولت مین سے کسی چیز کے ساتہہ محبت نہ ہوتی تہی بے تکلف ہر چیز کو دے ڈالتا تہا۔ ہان اوسکے فیاض ہاتہہ سے اگر کوئی چیز محفوظ تہی تو اوسکا گہوڑا اور تمام سامان جنگ۔ جو در اصل اوس کی سپہگری کا زیور اور اوسکے معاش کا آل تہا۔

ماویہ بنت عفیر اوسکی بی بی تہی۔ ماویہ کے بہتیجے ملکان نے ایک بار اوس سے کہا کہ "پہوپہی کچہہ حاتم کے حالات بیان کرو" اس پر ماویہ نے کہا کہ اور سب باتین تو خیر ہوتی ہی رہتی تہین مگر مجہے حاتم کے ایک واقعہ پر حیرت ہو گئی۔ ایک سال قحط پڑا تہا اور ہر طرف بہوک کی ایسی شکایت پیدا ہو گئی کہ لوگ اپنے مویشیون کو کہا کہا کے بہاگ کہڑے ہوئے۔ قحط کا اثر ہم پر بہی پہونچا اور ایک دن کہانا نہ نصیب ہوا۔ دن تو جس طرح بنا کاٹ دیا اب رات ہوئی۔ اور بہوک کے مارے ہم دونون کی یہ حالت تہی کہ کسی طرح قرار نہ آتا تہا۔ اور سب سے زیادہ آفت یہ تہی کہ دونون بچے عدی اور سفانہ ملک ملک کے رو رہے تہے۔ آخر ایک بچہ کو مین نے گود مین لے لیا اور ایک کو حاتم نے اونکو بڑی مصیبتون سے پہسلا پہسلا کے سُلایا۔ اور ہم دونون لیٹ کے باتین کرنے لگے یہ مین جانتی ہون کہ حاتم کو مجہہ سے زیادہ بہوک لگی تہی۔ اور اوسکی گرسنگی پر مجہے بار بار ترس آتا تہا آخر مین نے خیال کیا کہ انکو کسی طرح نیند آجائے تو اچہا ہے۔ مگر وہ باتین کیے جاتا تہا جن سے زیادہ تر میری دلدہی مقصود تہی۔ آخر مین مُنہ لپیٹ کے پڑ رہی تاکہ وہ چُپ ہو اور خموشی مین خواہ مخواہ آنکہہ لگ جائے گی۔ حاتم نے دو ایک بار مجہے پکارا مگر جب مین نہ بولی تو سمجہا کہ مین سو گئی۔ یکایک ایک آہٹ سے معلوم ہوا

کہ کوئی شخص ہمارے خیمہ مین آیا ہے۔ حاتم نے اوٹھ کے دیکھا تو ایک عورت کھڑی ہوئی تھی پوچھا کون۔ عورت نے کہا حاتم مین تمہارے پاس دو ایسے لڑکون کے پاس سے آئی ہون جن کی بھوک کے مارے بہت بُری حالت ہو رہی ہے۔ یہ سنتے ہی حاتم نے بلا تامل کہا "اچھا جاؤ اپنے بچون کو لے آؤ" یہ جواب سُن کے عورت تو اپنے بچون کو لینے گئی۔ اور مجھے اس قدر حیرت تھی کہ ضبط نہ ہو سکا اور مین نے تکیے سے سر اوٹھا کے کہا حاتم ہم خود کئی دن سے تو بھوکے پڑے ہین تم کھلاؤگے کیا جو اس عورت کے بچون کو بلایا ہے۔ حاتم نے کہا "خدا کی قسم مین تمہارے اور اوس کے دونون کے بچون کو کہانا کھلا دون گا" یہ کہہ کے چھری ہاتھ مین لی اور اپنے گھوڑے کو ذبح کر ڈالا۔ آگ روشن کی اور گوشت کے ٹکڑے اوس عورت کے ہاتھ مین دیکے بولا لو بھونو اور کھاؤ۔ پھر مین نے اپنے بچون کو جگایا۔ ہم سب آگ کے گرد بیٹھے تھے اور حاتم نے کہا بھئی یہ تو بڑی بے غیرتی ہے۔ ہم بیٹھے اپنا پیٹ بھر رہے ہین اور سارا قبیلہ بھوکا پڑا ہے۔ یہ کہتے ہی اوٹھا اور قبیلہ مین ہر ہر خیمہ کے دروازے پر گیا اور کہا آگ کے پاس چل کے کھانا کھاؤ۔ الغرض سارے قبیلہ نے اوس گھوڑے کے گوشت مین حصہ لگایا۔ اور خود حاتم صرف کھلانے اور مہمانداری ہی مین مشغول رہا۔ مین قسم کھا سکتی ہون کہ اوس گوشت مین سے ایک ریشہ بھی اوسکے مُنہ مین نہین گیا۔

اوس کی بی بی ماویہ جس کی زبانی گذشتہ واقعہ بیان کیا گیا۔ اپنے ذاتی بخل کیوجہ سے حاتم کو ہمیشہ لعنت ملامت کیا کرتی تھی۔ مگر حاتم کا قاعدہ تھا کہ سُن تو سب کچھ لیتا تھا مگر کرتا وہی تھا جو اوس کی فیاضی کا مقتضیٰ ہوتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ حاتم تو اپنی بی بی سے تنگ نہین آیا مگر اوسکی ماویہ ہی اوس کے ہاتھون عاجز آگئی۔ ماویہ کو شکایت پیدا ہو چلی ہی تھی کہ مالک نام اوسکے ایک ہم قبیلہ ذی ثروت نے اوس سے کہا "حاتم کے پاس پڑے پڑے گھر بیٹھے فائدہ جو سب اودھر اودھر لٹا دیتا ہے اور تمہارے بچون کے لیے بھی کچھ نہین چھوڑتا۔ حاتم کو طلاق دو۔ اور مجھ سے نکاح کر و کہ تمہارے لڑکے ہمیشہ خوش رہین۔ ماویہ نے اوسکے کہنے پر عمل کیا۔ اور حاتم ایک دن پلٹ کے آیا تو دیکھا کہ بی بی

ٹ جاہلیت مین عورتین بھی مردون کو طلاق دے سکتی تھین۔ اگر وہ اپنے شوہر کو طلاق دینا چاہین تو اونکے لیے یہ طریقہ مقرر تھا کہ بادون کے جن خیمون مین رہا کرتی تھین اون کا رُخ بدل دیا کرتی تھین۔

خیمہ کا رُخ پلٹ دیا۔ سمجھا کہ عمر بھر کی رفیقہ سے مفارقت ہوئی۔ اپنے بچون کو لیکے چلا گیا اور ایک وادی مین جاکے اوترا۔ دوسرے روز پچاس سوار ماویہ کے خیمہ کے گرد آکے اوترے اس لیے کہ اس خیمہ کو وہ حاتم کا خیمہ خیال کرتے تھے۔ ماویہ پریشان ہوئی کہ ان کی خبرگیری کیونکر کرے۔ ماویہ نے اپنی لونڈی کو مالک کے پاس بھیجا اور کہا اوس سے کہنا کہ حاتم کے پچاس مہمان ہمارے ہان آکے اوترے پڑے ہین۔ کچھ بھیجو کہ ہم اون کی خبرگیری کرین۔ اور تھوڑا سا دودھ بھیجو کہ اون کو پلائین۔ اس کے ساتھ ماویہ نے اپنی لونڈی سے کہا تو یہ کہہ کے مالک کی صورت دیکھنا اگر وہ بخوشی خاطر اور بشاش چہرے سے یہ چیزین دے تو لے آنا اور اگر چین بجبین ہوکے اور برہم و منغص ہوکے دینا چاہے تو خبردار نہ لینا اور خالی ہاتھ واپس آنا اور ہان یہ بھی کہدینا کہ یہ صرف آج ہی کی رات کے لیے ہے اسلیے کہ لوگون کو ابھی یہی خیال ہے کہ یہ حاتم کا خیمہ ہے۔ پھر ضرورت نہ ہوگی۔ غرض لونڈی گئی۔ اور مالک نے یہ پیام سُنتے ہی غصہ سے اپنا سر پیٹنا شروع کیا اور داڑھی نوچ کھسوٹ ڈالی۔ اور کہا ماویہ سے میرا سلام کہہ کے کہنا کہ اسی لیے تو مین نے تم کو صلاح دی تھی کہ حاتم کا ساتھ چھوڑ دو۔ اور میرے پاس اتنا دودھ نہین ہے جو حاتم کے مہمانون کے لیے کافی ہو سکے۔ لونڈی جب خالی ہاتھ واپس آئی تو ماویہ نے اوسے حاتم کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ لوگ جانتے ہین یہ تمھارا خیمہ ہے اور اوس وجہ سے یہان پچاس مہمان آگئے ہین۔ لہذا ایک اونٹنی بھیجو کہ ذبح کرکے کھلائین اور اتنا دودھ دو کہ اون کو پلائین۔ لونڈی حاتم کے پاس گئی اور سارا حال بیان کیا۔ حاتم فوراً دو اونٹنیان اور بہت سا دودھ لےکے خود آیا اور اطمینان سے بیٹھ کے مہمانون کو کھلانے لگا۔ یہ حال دیکھ کے ماویہ خیمہ کے اندر سے چلائی دو حاتم مین نے اسی وجہ سے تم کو طلاق دی۔

---

۴ یعنے جدھر دروازہ ہوتا تھا اودھر پشت کرتی تھین۔ اور جدھر پشت ہوتی تھی اودھر دروازہ کر دیتی تھین۔ مرد یہ خیمہ کا رُخ بدلا دیکھ کے سمجھ جاتا تھا کہ بی بی کا مزاج بدل گیا اور وہ اوس گھر سے علیحدہ ہو جاتے تھے۔

تم مہمانون کے پیچھے دیوانے ہو رہے اور میرے بچے مرے جاتے ہین اون کی کچھ خبر نہین لیتے۔" حاتم نے سُن کے کہا "ماویہ - یہ تمھاری غلطی ہے۔ جس نے پیدا کیا ہے وہ سب کے رزق کا ذمہ وار ہے - ہمارے دینے اور نہ دینے سے کچھ نہین ہوتا۔"

حاتم کی ایک اور عجیب و غریب فیاضی مورخین کے ذریعہ سے ہم کو معلوم ہوئی ہے جو اپنی وضع پر ان سب باتون سے زیادہ قابل حیرت ہے۔ لیکن صرف ایک اوسی قصہ سے اوس کی طینت کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ ایک بار قبیلہ طے پر عرب کے کسی اور قبیلہ نے حملہ کیا۔ حاتم جو اپنی فیاضی کے برابر ہی جری اور بہادر بھی تھا اسلحہ سے آراستہ ہو کے مقابلہ کو نکلا۔ اور اس بہادری سے مقابلہ کیا کہ سب کو مار کے بھگا دیا۔ غاصتہً دشمن کے سرگروہ کے تعاقب مین دور تک بڑھتا چلا گیا۔ جس وقت یہ اوس کے تعاقب مین چلا جاتا تھا اوس نے پھر کے کہا "حاتم یہ اپنا نیزہ مجھے دیدو۔" اتنا سُنتے ہی حاتم نے اپنا نیزہ اوسکی طرف پھینکدیا اور نہتا واپس آیا۔ حاتم کی اس کارروائی پر دشمنون کو بھی حیرت ہو گئی۔ جب اپنے لوگون مین واپس آیا تو سبھون نے الزام دیا کہ ایسی فیاضی کس کام کی۔ اور اگر وہ لوگ مار ڈالتے۔ یہ سُن کے حاتم نے کہا "ہان یہ تو صحیح ہے۔ مگر جب کوئی کہے کہ مجھے یہ چیز دیدو تو اسکا جواب سوا اسکے اور کیا ہو سکتا تھا۔"

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حاتم نہین کا لفظ جانتا ہی نہ تھا۔ اور فیاضی اوس کے رگ و ریشہ مین سرایت کر کے اوس کا نیچر ہو گئی تھی۔ اور ایسے شخص کی نسبت یہ کہنا کوئی تعجب کی بات نہین کہ اوس نے بغیر دوسرے بچے کے پلائے اپنی مان کا دودھ نہ پیا۔

بہرحال حاتم نے اگرچہ اسلام کا زمانہ نہین پایا۔ اور مشرکین عرب مین اوس کا بھی شمار ہے لیکن اوس کی فیاضی کی بنا پر اُمید ہے کہ خدا وند جل علا اوس کے دیگر گناہون کو معاف کرے گا۔

نظر عنایت

ہمارے احباب دلگداز کے دوبارہ اشاعت پانے پر مسرت ہی نہین ظاہر کر رہے ہین بلکہ بہت کچھ ہمدردی کا وعدہ کرتے ہین۔ ہم انکے فیاضانہ توجہ کو دیکھہ کے شکریہ کے بعد اونکی اس توجہ سے صرف اتنی امید کرتے ہین کہ اگر انکو دلگداز کے کارخانہ کو پوری قوت دینا ہے تو براہ کرم کوشش کر کے صرف ایک ہی ایک خریدار پیدا کرنا اپنے ذمہ لے لین۔ یہ کوئی بڑی بات نہین ہے۔ اونکی یہ ہمدردی اوس دلگداز کو جو اونکو بہت زیادہ عزیز ہے انتہا سے زیادہ مضبوط کر دے گی لیکن خریدار پیدا کرنے کے معنے یہ نہین ہین کہ نام لکھہ کے بھیجدین بلکہ اون کی قیمتین وصول کر کے ارسال فرمائین۔

مہتمم دلگداز

عاشقانہ مضامین

ہمارے بعض تعلیم یافتہ اور روشن خیال دوست ہی نہین بلکہ بعض بزرگان قوم ہم پر بڑی بڑی یورشین کر رہے ہین کہ دلگداز کے صفحون پر ایسے مضامین کیون شایع ہوتے ہین جن سے صرف دلی جذبات اور خاصتہً عاشقانہ بیتابیون کا اظہار ہوتا ہے ہمین اب کی مرتبہ اپنے گہر سے نکل کے معلوم ہوا کہ اکثر اہل الرائے کے نزدیک ہم بہت بڑے قومی مجرم ہین ہم اس جملہ کو کبھی نہ بہولین گے جو ہمارے قومی بزرگ اور فاضل مولوی سید حسین صاحب بلگرامی نے پہلے ہی ملاقات مین ہم سے کہا تہا۔ وہ یہ کہ "ایسے مضامین دلگداز کو بہت محدود کر دیتے ہین۔ دلگداز کو ایسا ہونا چاہیے کہ ہم بے کہٹکا اوسے اپنی عورتون اور اپنی لڑکیون کے ہاتھ مین دے سکین" مولوی سید حسین کا یہ ریمارک بہت قیمتی اور در اصل آب زر سے لکہنے کے قابل ہے۔ ہم ہمیشہ سے تعلیم نسوان کے بہت بڑے طرفدار ہین۔ مگر افسوس دلگداز کے اس رنگ کو ہم نے اس پہلو سے کبھی نہین دیکہا تہا۔

پیشتر بہی بارہا ہمارے پاس اکثر لوگون کے خطوط آئے جن مین ایسے مضامین کی شکایت تہی۔ یہ تو ہم نہ کہین گے کہ ہم نے اون خطوط کی طرف توجہ نہین کی۔ لیکن پبلک سے دریافت کرنے کے بعد ہمین ہمیشہ یہی معلوم ہوا کہ خریداران دلگداز مین زیادہ طرفدار اوسی رنگ عبارت کے ہین۔ اس مین شک نہین کہ عام لوگون کو حسن وعشق کی داستان مین اکثر زیادہ مزہ آیا کرتا ہے۔ اور ہے بہی یہ ظالم عشق مزے کی چیز۔ دنیا مین کوئی درد مزے کا نہین ہے۔ بلکہ فلسفیانہ طور پر درد کبہی مزیدار ہو ہی نہین سکتا۔ لیکن عشق مین یہ قیامت کی معجزہ نمائی ہے کہ کمبخت ہے تو درد مگر مزے کا ہے۔ بہر حال جو کچھہ ہو ہمین بزرگون کا ادب کرنا چاہیے۔ ایسا لطف کس کام کا جو انسان کو رسوا اور بدنام کرے اگرچہ ہم نے اپنے بیتابانہ جذبات کی ایک عالم مین دہوم مچا دی۔ تہوڑے عاشقانہ مضامین نہین لکہے اور کم بدنام نہین ہوئے۔ بلکہ بقول میر مرحوم ؎

"ہو چکی شہر بشہر رسوائی"

تاہم اب اون خیالات کو چھوڑتے ہین - اور اپنے اون عاشقانہ نغمون اور جنون انگیز ولولون سے توبہ کرتے ہین - بہتر ہو کہ ہمارے ساتھ ہمارے وہ احباب بھی توبہ کرین جو ایسے جذبات کے والہ و شیدا تھے -

قطع نظر اسکے ایک یہ بھی بات ہے کہ جس وقت ہم نے اوس رنگ کو شروع کیا تھا اوس وقت اکیلے ہم ہی تھے جو اوس قسم کی عبارت کے لکھنے والے سمجھے جاتے تھے اب زمانہ نے بہت لوگ ایسے پیدا کر دیے ہین جو اوسی رنگ کی عبارت اخبارات اور رسالون کے ذریعہ سے شائع کیا کرتے ہین - اور کیا عجب کہ اون مین اکثر ہم سے بھی اچھے لکھنے والے ہون - اب ہمارا جوش پھیکا پڑ گیا - اور وہ ہمارے قدیم جذبات دیگر نوجوانون کے قلم سے ظاہر ہونگے جو ہم سے زیادہ تعلیم یافتہ ہین اور جن کے دل مین عشق کی آگ بڑے جوش و خروش سے بھڑک رہی ہے - لہذا جن حضرات کو ابھی توبہ کرنا نہین منظور ہے وہ اپنے مذاق کے مضامین دیگر ذرایع سے بہم پہونچا سکتے ہین -

آئندہ دلگداز کے صفحون پر تاریخی مضامین نامور متقدمین کی سوانح عمریان - یا وہ پولٹیکل مضامین جن کو قومی اغراض سے تعلق ہو اور انتہا سے زیادہ مہتم بالشان ہون اور کبھی کبھی علمی مضامین شایع ہونگے - ہان ایک حصہ ناول ضرور ہمراہ رہیگا جسکے صفحون پر ضرورت کے اوقات مین کبھی کبھی عشق کی داستان البتہ نظر آ جائیگی اسلیے کہ ہزار احتیاط کی جاے ناول کو ہم ایسے خیالات سے نہین بچا سکتے -

اگرچہ پالسی کے اس تغیر سے بہت ہی روکھے پھیکے سبجکٹ ہمارے ہاتھہ مین رہگئے ہین - مگر ہم وعدہ کرتے ہین کہ حتے الامکان دلگداز پہلے سے زیادہ دلچسپ ثابت ہوگا - اور جو تاریخی حالات اور جو مضامین اس کے صفحات پر آئندہ شایع ہونگے اون کی نسبت اُمید کیجا سکتی ہے کہ ہر مسلمان اونہین اپنا حرز جان بنائیگا - یہ دعوے جو دلگداز کی اشاعت کے وقت ابتداءً کیا گیا تھا کہ دلگداز اُردو لٹریچر مین ایک نئی روح پہونکے گا - اس دعوے کی تکمیل کی اب بھی اوسی طرح کوشش کیجانے کی جس طرح پہلے کیجاتی تھی - بلکہ ہم دعوے کرتے ہین کہ اب پہلے سے زیادہ ایسے مضامین شائع ہونگے جو اُردو زبان مین ایک تو ی اور پرجوش جان ڈالین - تاکہ

قومی فیلنگ مین کامیابی کے ساتھہ جوش وخروش پیدا کیا جاسکے۔
اس مین کوئی شک نہین کہ اب وہ زمانہ نہین رہا کہ ہم دلگداز کو ایک نثر کا گلدستہ بنائین جن دنون ہم نے اپنا کام شروع کیا ہے اوس وقت ایک حد تک ضرورت تھی کہ ہم اوس پلن کو متوجہ کرنے کے لیے اخلاقی مضامین مین ہم تھوڑی بہت عاشقانہ باتون کی چاشنی دیتے رہین۔ لیکن اب ملک کو خود علمی اور تاریخی باتین سُننے کا شوق ہو گیا ہے ہم دیکھتے ہین کہ نوجوانون کی نگاہین عموماً تاریخی باتون کو ڈہونڈہتی رہتی ہین۔ اور ایسے اب کوئی ضرورت نہین باقی ہے کہ اپنے پرچے کے ہر دل عزیز بنانے کے لیے ہم اون ذرائع کو اختیار کرین جو اب تجربہ کے بعد ناجائز ثابت ہوئے۔ ان تمام گذشتہ خیالات کی بنا پر ہمین اُمید ہے کہ دلگداز اوسی قدر نہین بلکہ اب پہلے سے بہی زیادہ قدردانی اور دلچسپی کی نگاہون سے دیکھا جایگا

خاندان نبوت

انگلستان کے نامور اور مستند مورخ مسٹر گبن نے خاندان نبوت کی نسبت لکھا ہے کہ ایران کے شاہی خون سے ملا کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا خاندان معزز اور شریف بنایا گیا۔ اگرچہ ہم کو یہ بیان دیکھہ کے یقین ہو گیا کہ باوجود ایک بہت بڑی اور عمدہ تاریخ لکھہ دینے کے مسٹر گبن عرب کی طبائع کا بالکل اندازہ نہین کر سکے۔ لیکن سرزمین عرب کے حالات گبن نے جس تفصیل سے لکھے ہین اونکے لحاظ سے یہ خیال کرنا بہی مشکل ہے۔ کیونکر کہدیا جاسے کہ اتنا بڑا مصنف اوسی ملک کی تاریخ سے اس درجہ ناواقف تہا جسکے حالات بیان کرنے مین اوس نے بہت کچہہ تنقیح وتحقیق سے کام لیا ہے۔ دراصل ایسا خیال ناواقفیت یا لاعلمی کی وجہ سے نہین قائم کیا گیا بلکہ اسکی بنا تعصب پہ ہے۔ متعصبانہ خیالات کو تحقیق کے لباس مین ظاہر کرنا ایک فن ہے جس مین عیسائی مورخون اور خاصتہً انگریزون کو دنیا بھر کی قومون سے زیادہ کمال حاصل ہے۔

بیشک جو لوگ جاہلیت عرب کے حالات سے ناواقف ہین اون کو مسٹر گبن کے اس قیاسی فیصلہ پہ یقین آجاسے گا۔ بلکہ کیا عجب اکثرون کے نزدیک یہ امر بہی گبن کی نکتہ رسی

اور دقیقہ سنجی کا ایک اعلےٰ نمونہ خیال کیا جاتا ہو۔ اسلیے کہ بادی النظر مین اہل عرب بالکل وحشی و جاہل تھے اور صحرائی لوٹیرون سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ ان مین وہ ذاتی شرافت کہان جسکو اپنی مفتوح شائستہ اور نامور قومون کے سامنے پیش کر کے وہ سرخروئی حاصل کرتے۔ لہذا کوئی تعجب نہین بلکہ بالکل قرین قیاس اگر یہ کہا جاے کہ انہون نے اس تدبیر سے خاندان نبوت مین شرافت پیدا کرنے کی کوشش کی۔

ہم چاہتے ہین کہ اس بحث کو تفصیل کے ساتھ لکھین تاکہ لوگون کو عام طور پر معلوم ہو جاے کہ یہ کوئی تاریخی تحقیق نہین بلکہ اسلام پر ایک نہایت ہی متعصبانہ اور شرمناک حملہ ہے بیشک ہم اوس طلسم کو توڑ دین گے جسے مسٹر گبن نے قائم کیا ہے۔ گبن کے بعد عموماً یہ خیال انگریزی مورخون کے نزدیک طے شدہ مسئلہ ہو گیا ہے۔ ہم پہلے وہ واقعہ بیان کرتے ہین جسکی وجہ سے مسٹر گبن کو ایسا کہنے کا موقع ملا۔

جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد مین جب ایران فتح ہوا۔ اور فارس کا مال غنیمت اور وہان کے لونڈی غلام دار الخلافہ مدینہ مین آئے تو اون مین پچھلے شہنشاہ ایران یزدجرد کی تین بیٹیان بھی تھین۔ لونڈیان جب بیت المال کی طرف سے فروخت ہو چکین تو ان تینون شاہزادیونکی نوبت آئی۔ حضرت عمر جو بالکل نیک نفس اور انصاف پسند خلیفہ تھے اور جن کی نظر مین دنیاوی مدارج و مراتب کی ایک ذرہ برابر وقعت نہ تھی انہون نے بلاتکلف حکم دیدیا کہ وہ شاہزادیان بھی فروخت کر ڈالی جائین۔ حضرت علی یہ کاروائی دیکھ رہے تھے انہون نے جناب عمر کو روکا اور کہا "شاہزادیون کے ساتھ وہی برتاؤ نہ کرنا چاہیے جو عام قیدیون کے ساتھ کیا جاتا ہے۔" حضرت عمر نے حیرت سے پوچھا پھر کیا کیا جاے جناب علی نے فرمایا "انکی قیمت کا اندازہ کر لیجیے اور جب یہ معلوم ہو جاے کہ اس سے زیادہ قیمت نہین ہو سکتی تو وہ قیمت سب کو بتا دیجاے جو دینے پر آمادہ ہو عزت کے ساتھ انکا ہاتھ پکڑ لے جاے۔" غالباً حضرت علی کا یہ منشا ہو گا کہ انکے بکنے کا حال خود ان کو نہ معلوم ہو۔ حضرت عمر نے اس کارروائی کو جائز رکھا اور جب اُن لڑکیون کی پوری قیمت ہو گئی تو حضرت علی نے خود وہ قیمت ادا کر کے اونکو لے لیا۔ اور اوسی صحبت مین آپ نے وہ تینون لڑکیان قریش کے تین نوجوانون پر تقسیم کر دین۔ ایک جسکا نام سلافہ تھا اپنے چھوٹے

٭ ان شاہزادیون مین سے صرف ایک کا نام سورخین بتاتے ہین جو جناب امام حسین کو دی گئین۔ منہ

صاحبزادے جناب امام حسین کو دی ایک محمد بن ابی بکر کو اور ایک عبداللہ بن عمر کو۔ اگرچہ پونیے تو یہ تینون قریشی نوجوان ہی شاہزادگی کی حیثیت رکھتے تھے گو امام حسین کو یہ حیثیت اوسکے بہت دنون بعد حاصل ہوئی۔ ان تینون شاہزادیون کے بطن سے تین لڑکے پیدا ہوئے جن مین سے ہر ایک بجاے خود ایک بہت بڑا عالم بہت بڑا فقیہ اور بہت بڑا محدث اور انتہا سے زیادہ متقی و پرہیزگار تھا۔ وہ تینون لڑکے کون ہین؟ اول قاسم بن محمد بن ابی بکر۔ دوسرے سالم بن عبداللہ بن عمر۔ تیسرے علی بن حسین بن علی بن ابی طالب الملقب بہ زین العابدین جو امامیہ اثنا عشریہ کے اعتقاد مین چوتھے امام ہین۔ اول دونون لڑکے قاسم اور سالم کو ہی وہ وقعت حاصل ہوئی ہے جو شاید اوس عہد مین کسیکو کم نصیب ہوئی ہوگی۔ تابعین مین انکا نام سب سے اول لیا جاتا ہے۔

یہ وہ واقعہ جس نے مسٹر گبن کو ایسا خیال قائم کرنے کا موقع دیا ہے۔ اس لیے کہ سیدون کا زیادہ گروہ جناب زین العابدین ہی کی نسل مین ہے جو باپ کی طرف سے جناب سیدۃ النسا کے پوتے اور ماں کی طرف سے آخری تاجدار ایران یزدجرد کے نواسے تھے۔ لیکن تعجب ہے کہ مسٹر گبن کو یہ یاد نہ آیا کہ سیدون کا ایک معتدبہ حصہ جناب سبط اکبر کی اولاد مین ہے۔ اگرچہ امامیہ کے عقائد کے مطابق امامت صرف امام حسین کی نسل مین رہی لیکن بہ حیثیت سیادت وہ لوگ بھی امام حسن کی اولاد کو اوسی قدر قابل تعظیم اور ویسا ہی شریف تسلیم کرتے ہین جس قدر کہ امام حسین کی اولاد کو۔ اور اہل سُنت کے نزدیک تو ہر بات مین دونون برابر ہین۔ بلکہ اونکے عقائد مین داخل ہے کہ امام مہدی جناب امام حسن ہی کی نسل سے ہونگے۔ بہرحال جناب سیدہ کے دونون صاحبزادون کی اولاد مین باعتبار شرافت نسبی اسلام کے کسی فریق کے نزدیک کوئی امتیاز نہین۔ اول تو مسلمانون کے اعتقاد مین شرافت نسبی کوئی چیز ہی نہین۔ اسلام ایک عام

۱؎ لیکن اونکے نام مین بھی اختلاف ہے۔ مورخون کا کوئی گروہ تو سلافہ کہتا ہے۔ بعض کہتے ہین کہ اون کا نام غزالہ تھا۔ بعض شہربانو بتاتے ہین جو عوام مین سب سے زیادہ مشہور ہے۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نام تو شہربانو ہی تھا مگر عرب مین آنے کے بعد یہ دو نام سلافہ اور غزالہ رکھدیے گئے۔ ورنہ کوئی وجہ نہین ہے کہ ایران کی شاہزادیون کے عربی نام ہون۔

اخوت مین دنیا کی تمام قومون کو دے - ہا تھا کیونکر ممکن تھا کہ وہ اس قسم کے تفرقۂ نوع انسان مین باقی رکھتا - اسلام تو صرف دین کو اک شرافت سمجھتا ہے جس کے اندر ہر شخص شامل ہوسکتا ہے - اسلام نے شرافت کو کبھی ہندؤن کے مذہب کی طرح آبائی ورثون کے ساتھہ وابستہ نہین رکھا - اوسکے نزدیک تو شرافت وہ چیز ہے جسکو ہر شخص حاصل کرسکتا ہے - اور اسی ضرورت سے آنحضرت نے صاف صاف فرما دیا - "ان ربکم واحد و ان اباکم واحد و انہ لا فضل لعربی علی عجمی ولا لاحمر علی الاسود الا بالتقوی الا بلغت" یعنی خوب جان لو کہ تمہارا نبی ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے - نہ عرب والے کو کسی غیر ملک والے پر کچھہ فضیلت ہے اور نہ سرخ چہرے والے کو سیاہ چہرے والے پر ہان اگر فضیلت ہے تو پرہیزگاری کے اعتبار سے - آگاہ ہوجاؤ کہ مین نے اپنا فرض تبلیغ ادا کردیا - ہم تسلیم کرتے ہین کہ دوسری قومون کے اعتبار سے مسلمانون مین نسبی شرافت کے خیالات پیدا ہوگئے اور علما کی سستی سے روزبروز اتنی قوت پکڑتے گئے کہ اب ہر مسلمان کے رگ ریشہ مین سرایت کر گئے ہین - آن حضرت نے اپنی عترت (اولاد) کے بارہ مین (جس سے مراد جناب سیدہ کی اولاد سمجھی جاتی ہے) مسلمانون کو بعض نصیحتین کی ہین - مگر اس عقدے کو خود آن حضرت کا یہ قول قطعی طور پر حل کردیتا ہے کہ "من سلک علی طریقی فہو آلی" جو میری راہ پر چلے وہی میری اولاد ہے - غرض اسلام مین بلحاظ دین شرافت نسبی کی کچھہ وقعت نہین - اور اس بنا پر یہ خیال کرنا کہ اہل اسلام نے ایران سے شاہی خون سے کوئی فخر حاصل کیا بڑی فاش غلطی ہے -

تاہم ہم کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ مسلمانون مین ہمیشہ کسی نہ کسی حد تک اپنے نسب پر فخر کرنے کا خیال رہا - جاہلیت مین اہل عرب کو اپنے نسبون پر جس قدر دعوی تھا شاید دنیا کی کسی قوم کو نہ ہوا ہوگا - یہ دعوے عرب والون کے نیچر مین داخل ہو گیا تھا - اسلام نے اسکو بہت کچھہ مٹایا تاہم عرب مین کسی نہ کسی قدر اسکا مادہ باقی تھا - عرب اگرچہ جاہل اور وحشی تھے مگر اونکو یقین تھا کہ آبائی شرافت مین دنیا کی کوئی قوم اون کا مقابلہ نہین کرسکتی وہ ریگزارون مین کملیان تان کے ہتے تھے مگر اس ذلت مین بھی کسرے و قیصر کو اپنے آگے ذلیل خیال کرتے تھے - خصوص قریش جو سارے عرب مین اپنے آپکو افضل و اشرف جانتے تھے - یہ ہم مانتے ہین کہ اسلام نے اونکے اون جاہلیت کے

دعوون مین بہت کچھ کمی کردی تہی لیکن اونکی نسبت یہ کہدینا کہ وہ کسریٰ کی بیٹی کو اپنے لیے سوجب ننگ و یا وشرافت سمجھے شاید کسی سمجھدار آدمی کا کام نہوگا۔

نوشیروان عادل نے ایک عربی مشیر زید بن عدی کے کہنے سے جب شمالی و مغربی اضلاع عرب کے سردار نعمان بن منذر کو لکھا کہ اپنی بیٹی یا اپنے قبیلہ کی کوئی لڑکی پیشکش کرے۔ تو نعمان کو نہایت ناگوار ہوا۔ اور نوشیروان کو معلوم ہوگیا کہ عرب لوگ اپنے آپ کو شاہان ایران سے بہی زیادہ شریف سمجھتے ہین۔ نعمان کو اس انکار کا انجام معلوم تہا۔ اوس نے حکومت سے کنارہ کشی کی اور اپنے اہل و عیال کو قبیلہ بنی شیبان کے سردار کی حفاظت مین چہوڑ کے دربار نوشیروان مین حاضر ہوا۔ نوشیروان نے اوسکو قید کردیا اور اوسی کی قید مین مرگیا۔ نوشیروان نے نعمان کے مرنے کے بعد اوسکے اہل و عیال کو بنی شیبان سے طلب کیا۔ وہ بہلا کب دینے والے تہے۔ اور جب ایرانی فوج مقابلہ کو آموجود ہوئی تو گو جانتے تہے کہ کسریٰ کا مقابلہ کسی طرح نہین ہوسکتا مگر مارنے اور مرجانے پر تیار ہو گئے۔ مقام ذی قار مین لڑائی ہوئی۔ اور بنی شیبان نے فی الحقیقت بڑی جوانمردی کے نمونے دکہائے۔ اس سے پہلے عربون کو ایرانیون کے مقابلہ مین کبہی کم جرأت ہوئی تہی۔ یہ اسی لڑائی کا تذکرہ ہے کہ ایک شیبانیہ لڑکی نے میدان مین آ کے ایک ایسا پرجوش شعر پڑہا کہ یکایک سات سو آدمیون نے اپنی قباؤن کی آستینین نوچ کے پہینک دین اسلیے کہ تلوار چلانے مین اولجہتی تہین۔ عرب نے ذی قار مین ایرانیون کو شکست دی اور ایرانی ایسے بہاگے کہ پہر اودہر کا رخ نہ کیا۔

کیا کسی کے قیاس مین آسکتا ہے کہ یہی عرب جو اپنی بے مائگی اور دشت نوردی کے عہد مین اپنی شرافت کا اتنا بڑا دعوے رکہتے تہے کہ قبیلہ کے قبیلہ کٹ گئے اور شہنشاہ ایران کو ایک عربی نژاد لڑکی نہ دی گئی وہی عرب اب ترقی کر کے اور ساری دنیا مین فتح و نصرت کا ڈنکا بجا کے اپنے تئین اتنا ذلیل خیال کرنے لگے کہ نبوت کے خاندان کو یزدجرد کی بیٹی کے ذریعہ سے معزز بتائین۔ عرب تو بعد اسلام بہی اتنے سخت تہے کہ غیرون کو ہمیشہ اپنے آگے ذلیل خیال کرتے تہے۔ غیر تو غیر خاص قریشی نسل کے جو لوگ عرب سے باہر جا کے رہ پڑے تہے اگرچہ اون مین کوئی خرابی نہین پیدا ہوئی تہی مگر وہ اون سے بہی سمدہیانہ پیدا کرتے ہوئے ہچکچاتے تہے۔ عبدالملک بن مروان

جو بنی اُمیہ مین سب سے زیادہ زبردست خلیفہ تھا اوس نے عقیل بن علقمہ سے جو صحراے عرب مین اپنے قدیم مذاق کی سادی زندگی بسر کیا کرتا درخواست کی کہ اپنی کوئی بیٹی میرے کسی لڑکے کے عقد مین دو۔ یہ پیغام دار الخلافت دمشق سے شاہی اہتمام کے ساتھ بھیجا گیا۔ عقیل نے پہلے تو انکار کر دیا۔ مگر خلیفہ کے زیادہ اصرار پر کہنے لگا در اچھا پھر مجبوری ہی ہے تو مین راضی ہون مگر دیکھو کسی غیر عربیہ کے لڑکے سے مجھے مصیبت مین نہ پھنسانا یہ خیالات آخر عہد تک باقی تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ جس طرح شیر جنگل ہی مین زیادہ شریف اور شجاع نظر آتا ہے اوسی طرح ہم ہی اپنے صحراؤن ہی مین زیادہ شریف رہ سکتے ہین یزید کی مان میسون ایک بادیہ نشین عرب کی بیٹی تھی۔ جناب معاویہ نے ہزار کوشش کی مگر اوسے خلافت کے عیش و عشرت مین کسی طرح مزہ نہ آیا۔ یزید حمل مین تھا دمشق مین اوسکے پیدا ہونے کی دعائین مانگی جا رہی تھین اور میسون نے اپنے ریگزار کی تیاریان کر دین۔ جناب معاویہ کی ایک نہ چلی۔ میسون اپنے صحرائی جھونپڑے مین چلی گئی۔ اور یزید وہین پیدا ہوا۔

ہم تو یہ خیال کرتے ہین کہ وہ اولاد جو ان شاہزادیون سے ہوئی عرب کی سوسائٹی مین کبھی باوقعت نہ سمجھی جاتی مگر بات یہ تھی کہ اہل عرب اپنی بیٹیون کے دینے مین چاہے کتنی ہی احتیاط کرتے ہون مگر سلسلہ نسب کو ہمیشہ باپ کی طرف سے لیا کرتے تھے مان کی شرافت کا خیال کم کیا جاتا تھا۔ اور یہی وجہ ہوئی کہ جناب امام حسین اور عبد اللہ بن عمر اور محمد بن ابی بکر کی اولاد کبھی کم وقعتی کی نظر سے نہ دیکھی گئی۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ عرب لوگون مین مان کی شرافت کا خیال بالکل تھا ہی نہین۔ کسی حد تک ضرور رہتا تھا بعض شرفا اس کا بہت کچھ خیال کرتے تھے۔ امام زین العابدین اور سالم اور قاسم جو ہمیشہ سب کے نزدیک وقعت کی نگاہون سے دیکھے گئے اسکی یہ وجہ تھی کہ ان لوگون نے کمالات دینی مین ایسی اعلے ترقی کی تھی کہ انکے خاندانی نقصان پر کسی کی نظر پڑتی ہی نہ تھی۔ ماؤن کا عیب ان کے زہد و اتقا کے دامن مین چھپ کے فنا ہو گیا تھا۔

ابن خلکان نے امام نحو مبرد سے ایک قریشی شخص کا واقعہ خود اوسکی زبانی نقل کیا ہے کہ اوسنے کہا " مین سعید بن مسیب کے پاس اکثر جایا کرتا تھا ایک دن اونہون نے

مجھ سے پوچھا تمہارا ننہال کہان ہے - مین نے کہا میری مان تو لونڈی تھی - یہ جملہ میری زبان سے نکلتے ہی مجھے معلوم ہوا کہ جیسے اونکی نظر مین میری بے وقعتی ہوگئی - مین بیٹھا ہی تھا کہ سالم بن عبداللہ بن عمر آگئے - جب تھوڑی دیر بیٹھ کے وہ چلے گئے تو مین نے سعید سے پوچھا جناب یہ کون بزرگ ہین - اونھون نے حیرتناک ہو کے کہا واہ وا - ایسے شخص کو اور تم نہ جانو! یہ تمہاری قوم قریش مین سے ہین - اور عبداللہ بن عمر بن الخطاب کے بیٹے سالم ہین - مین نے پوچھا ان کی مان کون تھین - اونھون نے کہا لونڈی تھین - تھوڑی دیر کے بعد قاسم بن محمد بن ابی بکر آئے اور جب وہ گئے تو مین نے اونکی نسبت بھی وہی سوال کیا - اونھون نے بھی وہی کہا کہ بھلا ایسے شخص کو اور تم نہ جانو - یہ بھی تمہاری قوم کے نامور شخص قاسم بن محمد ہین - مین نے کہا اور ان کی مان کون تھین - کہا لونڈی تھین - اتنے مین اتفاقاً علی بن حسین بن علی بن ابی طالب آگئے - اور جب اوٹھ گئے تو مین نے اون کی نسبت بھی تجاہل عارفانہ کر کے دریافت کیا اور یہ کون ہین؟ کہا واہ! ان کو نہ جاننا قیامت ہے - یہ تو وہ ہین کہ ممکن نہین کوئی مسلمان ہو اور ان کو نہ جانتا ہو - یہ علی بن حسین ہین - مین نے پھر کہا اور ان کی مان کون تھین کہنے لگے وہ بھی لونڈی تھین - اب مین نے اون سے کہا اپنے آپ کو کنیزک زادہ بتا کے مین آپ کی نظر مین ذلیل ہوگیا تھا - لیکن اب عرض کرتا ہون کہ اس خاندانی معاملہ مین یہ میرا فخر نہین ہے کہ مین ایسے ایسے لوگون کا ہمپایہ ہون - میری یہ تقریر سُنتے ہی سعید کے بشرے سے معلوم ہونے لگا کہ گویا وہ مجھے بہت ہی باوقعت خیال کرتے ہین۔“

بلکہ بعض تاریخی بیانون سے تو صراحتہً معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ ہمیشہ لونڈیون کی اولاد کو اپنی سوسائٹی مین نہین ملاتے تھے مگر جب قاسم بن محمد اور سالم بن عبداللہ اور علی بن حسین نے نشو و نما پا کے مدارج علمی اور دینی مین ترقی کی تو وہ خیال جاتا رہا اور عموماً لونڈیون کی اولاد خاندان مین شریک سمجھی جانے لگی - اصلیت تو یہ ہے کہ اہل عرب نے اون لوگون کو بغیر اونکی دینداری کا امتحان لیے اپنی برادری مین لیا اور مسٹر گبن فرماتے ہین کہ نہین اہل عرب نے اون کی رگون مین ایران کے شاہی خاندان کا خون دوڑا کے خاندان نبوت کی عزت بڑھائی - اگر تحقیق تاریخی چھوڑ کے مذہبی اصول سے ہم بحث کرین تو کہین گے کہ جو مسلمان ایسا اعتقاد رکھے وہ کافر سمجھا جائیگا - نہ کہ مسلمانون نے

ایسی کارروائی خود اپنی کوشش سے کی ہو۔

اور سب سے زیادہ گبن کے خیال کی بے وقعتی اس واقعہ سے ہوتی ہے جسکو ابن خلکان نے ابن قتبہ سے نقل کیا ہے کہ جناب امام حسین کی شہادت کے چند روز بعد امام زین العابدین نے اپنی والدہ کا عقد جناب امام حسین کے غلام زید سے کر دیا۔ اور اوسی زمانہ مین اپنی ایک لونڈی کو آزاد کرکے اپنے نکاح مین لیا۔ یہ خبر سُن کے عبد الملک بن مروان نے آپ کے پاس ایک خط بھیجا جس مین ان دونون باتون پہ آپ کو شرم دلائی تھی۔ امام زین العابدین نے اوسکے جواب مین جو تحریر بھیجی اوس مین پہلے تو یہ آیت لکھی تھی "لکم فی رسول اللہ اسوۃٌ حسنۃٌ" جس کا مقصود یہ ہے کہ مسلمانون کو رسول اللہ صلعم کی پیروی کرنا چاہیے۔ اور اوسکے بعد لکھا تھا "رسول اللہ نے صفیہ بنت حیی بن اخطب کو آزاد کرکے اپنے نکاح مین لیا تھا۔ اور زید بن حارثہ کو آزاد کرکے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش کو اونکے عقد مین دے دیا تھا۔ اس سے زیادہ اس بات کا کیا ثبوت ہوگا کہ اسلام مین نسبی شرافت کوئی چیز ہی نہین ہے۔ اور اگر جناب شہربانو سے کوئی شرافت ہی حاصل کی گئی تھی تو پھر اونکے ذریعہ سے ایک آزاد شدہ غلام کیون خاندان نبوت کا رقیب بنایا گیا۔

مسٹر گبن کا یہ خیال ہم نے حضرات شیعہ مین سے بعض جہلا مین بھی پایا ہے۔ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیعون کو بمقابلہ سُنیون کے ایران کے ساتھ خاص ہمدردی ہے بے شک ہم مذہبی ایسے تعلقات پیدا کر دیتی ہے۔ اور ایسے تعلقات کو ہم نہایت ہی قابل قدر سمجھتے ہین۔ لیکن اوسی حد تک کہ دین کی توہین نہ ہونے پائے۔ ہمارے اعتقاد مین تو عربی شریعت پہ ایمان لانے والون مین سے تو ہر شخص کو ایسے خیال سے پرہیز کرنا چاہیے اسلیے کہ اس مین صاف صاف خاندان نبوت کی توہین ہے۔

یہ سمجھنا کہ عرب لوگ اپنے فتوحات کے وقت لونڈیون مین باعتبار عالی نسبی یا امارت یا شاہزادگی کے کوئی تفریق کرتے تھے بہت بڑی غلطی ہے۔ عرب لوگون مین اول تو اُن دنون صرف دین کا نام شرافت تھا۔ اور اگر قدیم شرافت کا کچھ خیال تھا بھی تو اپنے قبائل مین۔ اور دیگر ممالک کی عورتون مین سے تو وہ سب کو ایک ہی نظر سے دیکھتے تھے۔ عام اس سے کہ وہ وزیر زادی ہون یا شاہزادی۔ امیر زادی ہون یا فقیر زادی

اب اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ ہرقل کی بیٹی فتح دمشق کے بعد جب مسلمانون کے ہاتھ مین گرفتار ہوئی تو ایک شامی نومسلم کے سپرد کردی گئی جس سے وعدہ کیا گیا تہا کہ اوس کی معشوقہ اوسکو دیجاے گی۔ اور جب معلوم ہوا کہ اوسکی معشوقہ نے خودکشی کرلی تو ہرقل کی بیٹی کا ہاتہہ اونکے ہاتہہ مین دیدیا گیا۔ مگر اوس شامی سے اسکی نجات نہ ہوئی۔ اور آخر ہرقل کے حسب الطلب وہ لڑکی عزت کے ساتہہ انطاکیہ بہیج دی گئی جہان خود ہرقل موجود تہا۔

اگر سچ پوچہیے تو اوس فتمندی کے زمانہ مین صدہا شاہزادیان عرب مین آگئین جہان ان مین سے بعض دیگر قریشیون کے گہر مین تہین۔ بعض عرب کے غلامون کے پاس تہین۔ وہان ایک جناب امام حسین کے گہر مین بہی تہی۔ لیکن وہ جو غلامون کے پاس تہین اون کا تو خیال بہی نہین کیا جاتا مگر ہان ایک جو پیغمبر کے نواسہ کے پاس تہی اوسکی بدولت خاندان نبوت معزز بنایا جاتا ہے۔ خود شہربانو کی دو بہنین دو قریشی نوجوانون کے پاس تہین جن کا ذکر ہوچکا۔ طرابلس واقع افریقیہ کے گرگوری کی بیٹی فلیانا عبداللہ بن زبیر کے گہر مین تہی۔ جو ایسی حسین ایسی تعلیم یافتہ ایسی بہادر اور میدان جنگ مین سپہگری کے جوہر دکہانے والی تہی کہ خود مسٹر گبن کو اوس کے حال پر بڑی رقت ہوئی ہے۔

ہم ایک اور مسیحیہ اور یورپین شاہزادی کا حال اس موقع پر بیان کرتے ہین جس نے خود اپنے شوق سے ایک عربی غلام کے ساتہہ شادی کرلی تہی۔ یہ خاص اسپین کی شاہزادی تہی۔ اور مسلمانون مین قوطیہ کہلاتی تہی۔ وجہ یہ کہ وہان نسل گاتہہ حکمران تہی۔ گاتہہ کو مسلمان قوط کہتے تہے۔ اور اسی خاندان کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے اوسے قوطیہ کہا کرتے تہے۔ یہ شاہزادی رزریق سے پہلے فرمانرواے اسپین وٹزا (غیطشہ) کی پوتی تہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ طارق نے جب اسپین کو فتح کرلیا تو بعض اضلاع پر شاہ وٹزا کے بیٹے حکمران کیے گئے۔ جنہون نے اپنی اس بہتیجی پر ظلم کیا۔ بلند ہمت شاہزادی نے دادخواہی کی غرض سے دمشق کا سفر کیا۔ اور ہشام بن عبدالملک کے دربار مین حاضر ہوئی۔ یہان آکے اوسنے عمر بن عبدالعزیز ہی اموی کے غلام عیسی بن مزاحم سے عقد کرلیا۔ ہشام نے اس شاہزادی کو ایک پروانہ لکہدیا جو خطاب شعبی کلبی والی اندلس کے نام تہا۔

اور جس مین اوسکی رعایت وخاطرداری کی بہت کچہہ تاکید کی تہی - شاہزادی اپنے شوہر اور اوس پروانے کو لے کے اسپین مین پہونچی اور خاص قرطبہ مین مقیم ہوئی - عیسی بن مزاحم کی اس شاہزادی کے بطن سے وہان اولاد ہوئی - اور ایک نسل شروع ہوئی جو اندلس کے آخری اسلامی دور تک باقی تہی - اور اون سب کے نام کے ساتہہ اسی شاہزادی کی وجہ سے ہمیشہ قوطی کا لفظ لکہا جاتا رہا - ابو بکر بن محمد قرطبی معروف بہ ابن قوطیہ جو اندلس مین ایک بڑے امام وقت گذرے ہین اور جن کا چوتہی صدی ہجری کے آخر مین انتقال ہوا ہے اسی شاہزادی کی نسل سے تہے - اور اسی وجہ سے ابن قوطیہ اونکا لقب تہا - ابن قوطیہ نے خاصتہً علم لغت مین جو کمال حاصل کیا وہ بہت کم کسی کو نصیب ہوا ہے - اون کی کتاب " المقصور والممدود " کی نسبت علامہ ابن خلکان کہتے ہین کہ اوسکو تصنیف کر کے وہ تمام گذشتہ اہل لغت سے بڑہ گئے - اور بعد آنے والے ویسی کتاب لکہنے سے عاجز ہین - اونکے تبحر کا سب سے بڑا سرٹیفکٹ یہ ہے کہ ناصر الدین اللہ کا بیٹا خلیفہ حکم جو علم وفضل مین سلاطین عالم پر فوقیت لے گیا ہے جس کا کتب خانہ مشہور ہے اور جس کی نظر سے تین لاکہہ تصنیفین گذر گئی تہین - اور جس نے اون سب کا مطالعہ اس توجہ سے کیا تہا کہ اون مین سے بہت کم تہین جن پر اوسنے اپنے ہاتہہ سے کچہہ نہ کچہہ تحشیہ نہ کی ہو - اوس نے ابو علی قالی سے جب پوچہا کہ باعتبار لغت سب سے زیادہ متبحر ہمارے شہر مین تم نے کس کو پایا - ابو علی نے فوراً ابن قوطیہ کا نام لیا -

اگرچہ یہ خاندان ابو بکر کے وقت سے بہت زیادہ معزز ہو گیا - لیکن یہ فضیلت تو علم سے حاصل ہوئی ہم کو یہ نہین بتایا گیا کہ ہمارے اس غلام کو یورپ نے ایک مسیحیہ اور نسل گاتہہ کی شاہزادی دے کے کون سی شرافت دے دی - ہمارے مسیحی دوست اوسی شرافت سے نہ بحث کرین جو وہ پارسیون سے لے کے ہمین دیتے ہین - وہ یہ بتائین کہ خود اپنی فیاضی سے اوںہون نے ہمکو کون سی شرافت بخشی -

---

دار الخلافت قرطبہ

نمبر ۱

اس سال چونکہ ہم اپنے ناول کے ذریعہ سے ناظرین کو ملک ہسپانیہ اور خاصتہً وہان کے معروف و مشہور شہر قرطبہ کی سیر کرائینگے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مستقل طور پر قرطبہ کے تمام تاریخی اور سچے حالات بتا دین تاکہ لوگون کو اس باعظمت و جلال شہر کا پورا علم ہو جائے۔ اور ہموطنون کی نظر سے اوسکی ایک تصویر گذر جائے جسکے بعد وہ ناول کے ہر مضمون سے پورا لطف اوٹھا سکین اور خلافت اسپین کے متعلق اون کی واقفیت وسیع ہو جائے۔

مسلمانون کے فتح کرنے سے پہلے حکومت اسپین کا دار السلطنت شہر طلیطلہ تھا جسے انگریزی مین ٹالڈو کہتے ہین۔ طارق نے دریائے غاولیت یعنی وادی لکہ کے کنارے شاہ راڈرک کو شکست فاش دے کے اپنی فوج کے تین حصے کیے اور تین طرف روانہ کیا۔ کہ نہایت عجلت کے ساتھہ تمام شہرون پر قبضہ کر لیا جائے۔ اسلیے کہ اب کسی ایسے مقابلہ کی امید نہین رہی تھی جسکے لیے تمام فوج کے یکجا کرنے کی ضرورت پیش آئے۔

ان فوجون مین ایک حصہ شہر قرطبہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ یہ ایک چھوٹی فوج تھی جس مین سات سو سوارون سے زیادہ نہ تھے اور ایک رومی پرجوش سپاہی جو مغیث رومی کے نام سے مشہور تھا اس مختصر لشکر کا سپہ سالار تھا مغیث بلا کا آدمی تھا۔ صرف بہادر ہی نہ تھا بلکہ بڑا تجربہ کار اور چالاک افسر تھا۔ جس روز اس نے جاکے قرطبہ کا محاصرہ کیا ہے اوسی رات کو پوری فتح حاصل کر لی۔ یہ فتح کیونکر ہوئی اس کی نسبت مختلف بیانات ہین مگر زیادہ تر قرین قیاس یہ ہے کہ مغیث نے جس کے اور شہر کے درمیان مین دریائے وادی الکبیر بہہ رہا تھا اور ہنوز پار نہین اوترا تھا اوس پار ہی سے قرطبہ کی شہر پناہ کو دیکھہ کے اندازہ کر لیا کہ فلان مقام پر فصیل کمزور ہے۔ یہ اندازہ اوس نے اپنے دل ہی مین کیا اور دل ہی مین رکھا۔ جب آفتاب غروب ہوا اور رات کی تاریکی نے مخفی کارروائیون کے راستہ کھول دیے اوس وقت اپنے تمام ہمراہیون کے ساتھہ

وادی الکبیر سے اوترکے فصیل کے نیچے عین اوس مقام پر پہونچا جسکو اپنی کاروائی کے لیے اوس نے پہلے سے تجویز کرلیا تھا خوش نصیبی سے اس وقت ابر گھر آیا - اور ترشح ہونے لگا جس نے تاریکی کو اور زیادہ غالب کردیا - اور شہر کے جو لوگ دیوار کے قریب موجود تھے وہ بھی مینہ سے بچنے کے لیے کونون مین جا چھپے - روم کے تجربہ کار سپاہی نے اس موقع کو بہت غنیمت سمجھا - اور فصیل شہر کو وہان پر مسمار کرانا شروع کیا - جفاکش سپاہیون نے اپنے افسر کی ولدہی سے ایسی سرگرمی دکھائی کہ تھوڑی ہی دیر مین دیوار توڑ کے اتنا - راستہ کرلیا گیا کہ کئی سپاہی گذر سکین - مسلمان جب اس راستہ سے اندر داخل ہوئے تو آبٹ پا کے چند مسیحی اندلسی سپاہی مزاحم ہوئے - مگر قبل اسکے کہ وہ شہر والون کو خبر کرسکین عربی تلوارون نے اونکا کام تمام کردیا -

الغرض مغیث اس راستہ سے رات ہی کو قرطبہ مین داخل ہوگیا - اور اپنے سپاہی چارون طرف پھیلا دیے - صبح تڑکے نماز کے وقت ایک تکبیر کی آواز بلند ہوئی جس سے سارے شہر کی عمارتین ہل گئین - رعایا کے دل دہل گئے - مسیحی والی قرطبہ اور اوسکے فوج کے لوگ حیرت زدہ تھے کہ یہ کیا ہے - کیونکہ اوس آواز نے قیامت برپا کردی تھی - اوسکے سنتے ہی مسلمان سوار چارون طرف سے شہر پر حملہ آور ہوئے - شہر والے بدحواسی کے ساتھ ادہر اودھر بھاگنے لگے - سپاہیون نے شہر سے نکل کے دیگر بلاد کی راہ لی - سارا مسیحی لشکر درہم و برہم ہوکے خدا جانے کیا ہوگیا - گھبراہٹ مین والی شہر سے اور کچھہ نہ بنی صرف چار سو سپاہیون کے ساتھہ جو اوسوقت موجود تھے وہ عالی شان گرجے مین پناہ گزین ہوا اگرچہ یہ بھی اوسے پناہ نہ دے سکا - مسلمان اوسے پناہ دیدیتے مگر اوس نے سپاہیانہ موت کو فاتحون کی اطاعت پر ترجیح دی - گرجے سے نکل کے لڑا اور اپنے تمام جان نثارون کے ساتھہ مارا گیا -

اس طور پر ۹۱ھ ہجری مین قرطبہ جو اوس علاقہ کا مستقر حکومت تھا مسلمانون کے قبضہ مین آیا - اوسوقت تک تمام ممالک اسلامی خلافت دمشق کے تابع تھے - لہذا اندلس بھی اون صدہا ممالک کی فہرست مین شامل ہوگیا جن پر علم اسلامی لہرا رہا تھا - اب ضرورت ہوئی کہ کوئی خاص شہر اون والیون کا مستقر مقرر کیا جائے جو خلافت بنی امیہ دمشق کی طرف سے مقرر ہو کے آتے تھے اور جزیرہ نمائے اندلوسیہ پر حکومت کرتے تھے - گو کہ قرطبہ

کے بعد ہی طلیطلہ بھی فتح ہو گیا مگر مسلمانون کو اپنے مذاق مین قرطبہ زیادہ اچھا معلوم ہوا جو آبنائے جبل الطارق سے قریب ہی تھا جس پر سے گذر کے مسلمان یہان آ یا کرتے تھے - اگرچہ والیون کا زمانہ کوئی ایسا زمانہ نہ تھا جس کے اعتبار سے کہا جائے کہ قرطبہ کو کوئی معتدبہ سربسبزی حاصل ہوئی - تاہم سارے ملک کا مستقر قرار پا جانے کی وجہ سے ممکن نہ تھا کہ اوسکی آبادی ورونق مین کچھ نہ کچھ زیادتی اور ترقی نہ نمایان ہوتی جس کا ثبوت اس سے ہوتا ہے کہ ۹۳ھ مین تو قرطبہ فتح ہوا اور دس برس بعد ۱۰۳ھ مین جبکہ دمشق مین سریر خلافت پر عمر بن عبد العزیز کا ایسا عادل اور پاک نفس خلیفہ جلوہ افروز تھا والی اسپین سمح بن مالک خولانی نے اوس خدا ترس خلیفہ کے حکم سے دریائے وادی الکبیر پر ایک پل تعمیر کرایا - یہ عالیشان پل آج تک قائم ہے - اور اوس دور کی برکتون کو یاد دلا رہا ہے - اس کی خوبصورتی اور شاندار ی اس درجہ مسلم الثبوت تھی کہ اسلامی شعرائے اسپین کو دعوے تھا کہ دنیا مین کوئی پل اسکا مقابلہ نہین کر سکتا - اور کیا عجب کہ اوس عہد مین اوسکو ایسی وقعت حاصل ہو کہ عجائبات عالم مین شمار کیے جانے کے قابل ہو - چونکہ یہ پل اب ایک سناٹے مین پڑا ہوا ہے لہذا انگریزی مؤرخ کا یہ جملہ بالکل اسکے حسب حال ہے کہ " ایک سکوت کے عالم مین آج تک کھڑا خلافت بنی امیہ کی اگلی عظمت و جبروت کو یاد کر رہا ہے - اس مین سترہ در ہین - آٹھ سو گز لمبا بیس گز چوڑا اور سطح آب سے ۶۰ گز اونچا ہے - اسکے اوپر اونچے خوشنما برج بنے ہوئے ہین جو بطن غالب ویرانہ پسند طیور کے مسکن ہین -

اس عہد سے برابر اون گورنرون کا سلسلہ جاری رہا جو خلافت کی طرف سے یہان کے والی مقرر ہو کے آتے تھے - قرطبہ اون سب کا مستقر رہا - یہان تک کہ مشرق مین بنی امیہ کا زمانہ تمام ہوا - اور بنی ہاشم کی مدد سے بنی عباس کے سر پہ خلافت کا تاج رکھا گیا - عموماً حکم دیدیا گیا کہ نسل امیہ کا کوئی مرد یا عورت بوڑھا یا بچہ دنیا مین زندہ نہ باقی رہے اس حکم کی تعمیل مین جو وحشیانہ مظالم دکھائے گئے اونکے بیان کرنے کی اس وقت ہمین فرصت نہین - بہرحال انتقام لینے والون نے اپنے نزدیک دنیا کو گذشتہ باعظمت خاندان خلافت کی زندہ یادگارون سے خالی کر دی تھی - مگر نہین خدا کو منظور تھا کہ وہ نسل باقی رہے - اس لیے کہ اوسے اوس سے بہت سے کام لینا تھے - الغرض بنی عباس

نے ظلم تو بہت کیے مگر جو چاہتے تھے وہ نہ ہوا۔ ایک مروانی شاہزادہ اون کے ہاتھ سے بچ کے نکل ہی گیا۔

مورخین کو غالباً اس مین کوئی شک نہ ہوگا کہ حکومت کرنے کی جیسی صلاحیت بنی اُمیہ کے لوگون مین تھی بنی عباس مین نہ تھی۔ خلفاے عباسیہ نے علم کو ترقی دی دولت و عشرت کے سامان بہت زیادہ بڑہائے۔ مگر دور دور از ملکون پر جس طرح بنی اُمیہ اپنا رعب بٹہا سکتے تہے بنی عباس کی قوت سے باہر تہا۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت بنی اُمیہ کے ہاتہ سے نکلتے ہی ضعیف ہونے لگی۔ سندہ جسکو بنی اُمیہ نے فتح کر کے آخر عہد تک اپنے قبضہ مین رکہا تہا بنی عباس کے زمانہ مین خودسر ہو گیا۔ اور مسلمانون کو ناکامی کے ساتہہ اوسکے سواحل پر سے واپس آنا پڑا۔ یہی حال اسپین کا ہوا کہ بنی اُمیہ اوسکی برابر نگرانی رکہتے تہے۔ والیون کو جلد جلد بدل دیتے تہے۔ اور ہر والی سے ادنے غفلت پر ایسی باز پرس کرتے۔ تہے کہ اون مین خود سری کی قوت کبہی پیدا ہی نہ ہو سکتی تہی۔

بنی عباس سے ایسی بیدار مغزی نہ ہو سکی۔ اور ایسے غافل ہوئے کہ گویا اونہین یاد ہی نہ تہا کہ اسپین بہی اونکے قبضہ مین ہے۔ اودہر تو یہ غفلت تہی اُدہر اسپین مین طوائف الملوکی شروع ہو گئی۔ ہر شہر پر جو شخص حکمران تہا اپنے بالادست کی مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ اون مین سے جو زیادہ قوت رکہتے تہے اونکی باہمی لڑائیون نے رہے سہے انتظامات مین اور خلل ڈالدیا۔ اور چند روز کے لیے یہ حالت ہو گئی کہ کوئی کسیکی نہ سُنتا تہا۔ رعایا کے جان و مال خطرون مین پڑے ہوئے تہے۔ زن و مرد پر ایک عام مصیبت نازل تہی جسکی داد و فریاد کہین نہ سُنی جا سکتی تہی۔

اودہر اسپین کی تو یہ حالت تہی اودہر نسل اُمیہ کا ایک ہونہار نوجوان عبد الرحمن بن معاویہ جو گذشتہ عہد کے باجبروت خلیفہ عبد الملک بن مروان کا پوتا تہا دمشق سے بہاگ کے مصر ہوتا ہوا افریقہ کے صحراؤن مین گہسا جہان اپنی زندگی کو تجربات سے مضبوط کرتا پہرتا تہا عبد الرحمن نے جن مصائب کو برداشت کیا اور جیسے جیسے خوف و دہشت مین مبتلا ہو ہو کے اپنی جان بچائی ہے اونکے بیان کے لیے ایک دفتر چاہیے۔ بہرحال وہ پہرتا پہرتا مراکو مین پہونچا۔ اور ایک شریف قبیلہ مین اطمینان کے ساتہ زندگی بسر کرنے لگا۔ لیکن اسکا نام بعض ذریعون سے اسپین والونکو معلوم ہو گیا تہا۔ — باقی آئندہ

محمد بن تومرت المہدی المغربی
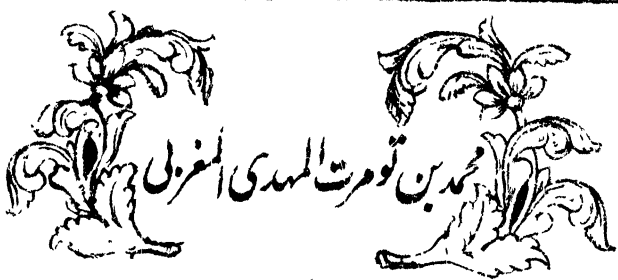
دنیا مین کوئی مذہب نہین جس مین یہ نہ بتایا گیا ہو کہ ایک دینی مقدس مقتدا آخر عہد مین پیدا ہوگا جس کی بابرکت کوششون سے ساری دنیا اسی دین کی پابند ہو جائے گی۔ یہ کچھہ مسلمانون ہی کے ساتھہ مخصوص نہین کہ وہ امام آخر الزمان کے منتظر ہین۔ ہنود۔ آتش پرست۔ یہودی۔ عیسائی۔ سب کسی شخص کے منتظر ہین۔ اس مین یہ فلسفیانہ فائدہ تو ضرور ہے کہ انسان کبھی مایوس نہین ہونے پاتا۔ مگر اوس کے ساتھہ ہم دیکھتے ہین کہ بعض اوقات جو نقصان پہونچ جاتا ہے وہ کسی طرح مٹائے نہین مٹتا۔ اگر انصاف کیجیے تو اس قسم کی پیشین گوئی اسلام مین بہت ہی ضعیف الفاظ مین کی گئی۔ اور اس مین کوئی شک نہین کہ ایسی روایات کے چمکانے مین بنی اُمیہ۔ بنی عباس۔ اور بنی ہاشم کی پولیٹکل مخالفتون نے بہت مدد دی۔ مگر اب تو اہل اسلام عموماً اپنے اعتقاد مین امام مہدی کے منتظر ہین۔ تاہم اس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ جن ذریعون سے دیگر مذاہب والے کسی آنے والے ریفارمر کا انتظار کر رہے ہین وہ ذریعہ بجائے خود مسلمانون کی روایات سے قوی ہین۔ لیکن مسلمانون مین خدا جانے کس بے صبری سے انتظار کیا گیا کہ جتنے مدعیان مہدویت ان کی تاریخ مین نظر آتے ہین اور کہین نہین نظر آتے۔

ہندوستان کی تاریخ مین ملا محمود جونپوری موجود ہین جن کے دعوے کی یادگار مین آج تک فرقہ مہدویہ دکن مین پورے استقلال کے ساتھہ قائم ہے۔ ملا محمود جونپوری کو باوجود ہزار کوششون کے پولیٹکل قوت نہ حاصل ہو سکی۔ لیکن اس مین شک نہین کہ وہ ممالک مشرق کے زبردست اور کبھی نہ بھولنے والے مدعی مہدویت تھے۔ اب انکے مقابل مین ہم اون بزرگ کو دیکھتے ہین جنھون نے ارض مغرب مین مہدویت کا دعوے کر کے سارے افریقہ اور اندلس مین ہل چل ڈال دی تھی۔

یہ بزرگ محمد بن عبداللہ بن تومرت تھے - اگر پولیٹکل حیثیت سے دیکھا جائے تو محمد بن تومرت عجیب و غریب قوت و حسن تدبیر کا شخص تھا - ہم اس شخص کے حالات ذرا تفصیل سے لکھنا چاہتے ہین تاکہ معلوم ہو کہ چالاکیان زہد و اتقا کے دامن مین چھپ کے کس قدر بے خبر ہوتی ہین - محمد بن تومرت اگرچہ مسلمانون مین بہ حیثیت دین و قعت کی نظر سے نہ دیکھا جائیگا مگر اوسکی سوانح عمری سے اکثر تجربات حاصل ہونگے جنکی اہل اسلام کو ہمیشہ ضرورت ہونا چاہیے اور خاصتہً آج کل ہے -

اکثر مورخین مغرب کا بیان ہے کہ جن دنون امام غزالی نظامیہ بغداد مین درس دیتے تھے اور اون کے حلقہ درس مین اطراف عالم کا ایک عجیب مجموعہ مرتب رہتا تھا - اتفاقاً ایک روز وہ بیٹھے درس دے رہے تھے کہ ایک نوعمر بے ریش و بروت طالب علم بغداد کی معمولی وضع کے خلاف ایک سوتی ٹوپی پہنے ہوئے مدرسہ مین آیا - امام غزالی نے غور سے اوسکی صورت دیکھی اور متحیر ہو کے پوچھا ”تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟“ نوجوان نے کہا ”مین ارض مغرب کے شہر سوس اقصےٰ کا رہنے والا ہون“ امام غزالی نے حیرت سے کہا ”اوہ! تو غالباً تم قرطبہ کے مدرسہ مین بھی رہے ہو گے جو دنیا کے تمام مدارس سے عمدہ خیال کیا جاتا ہے؟“ طالب علم نے عرض کیا - ”جی ہان“ اسکے بعد امام غزالی قرطبہ کے مشہور علما کے حالات دریافت کرتے گئے اور وہ نوجوان بتاتا گیا - اوسکے جوابات سے امام نے اندازہ کر لیا کہ بے شک اپنے بیانات مین یہ شخص سچا ہے - اور جس سنجیدگی سے اوس نے ہر خیال کو ظاہر کیا اوس سے اونہون نے جانا کہ طالب علم ذہین و دانا بھی ہے - دریافت کیا ”تم نے میری کتاب احیاء العلوم بھی دیکھی ہے؟“ نوجوان نے کہا ”جی ہان مین اوسکی زیارت کر چکا ہون“ امام نے پوچھا ”اچھا بتاؤ اوس کی نسبت علماے قرطبہ کے کیا خیالات ہین؟“ طالب علم نے اس سوال پر سر جھکا لیا اور کچھ جواب نہین دیا - امام نے اوسکے سکوت کو نہایت حیرت سے دیکھا اور کہا ”جو بات ہو تم بے خوف آزادی سے بیان کرو“ امام کے مضطربانہ اصرار پر اوس نوجوان طالب علم نے کہا ”اگرچہ اس امر کا عرض کرنا گستاخی ہے مگر اب آپ اصرار فرماتے ہین تو بحکم الامر فوق الادب عرض کرتا ہون - آپ کی کتاب پر وہان کفر و الحاد کا الزام لگایا گیا - علماے قرطبہ نے اوس پر خوب غور کرنے کے بعد باہم مشورہ

کرکے حکم دیا کہ احیاء العلوم علانیہ جلادی جائے - اس کارروائی کے بعد سبہون نے بادشاہ علی بن یوسف کو اطلاع دی کہ احیاء العلوم یہان کثرت سے پہیلتی جاتی ہے اور اوس سے مسلمانون کے عقاید بگڑ جانے کا اندیشہ ہے - جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ بادشاہ کے حکم سے قرطبہ کے بعد مراکش - مدینہ فاس - قیروان اور مغرب کے اون تمام شہرون مین جن مین علم ہے احیاء العلوم علانیہ جلادی گئی،، نوجوان کا یہ بیان سُنتے ہی امام غزالی کا چہرہ متغیر ہوگیا - فوراً اونہون نے اپنے ہاتہہ آسمان کی طرف اوٹہائے - اور کانپتے ہوئے ہونٹہون سے خدا کی درگاہ مین اس توہین کی صلاح دینے والے علما اور نیز اوس بادشاہ کے حق مین جسکے حکم سے اون کی کتاب کی ایسی توہین ہوئی تہی بد دعا کی - جو لوگ اس موقع پر موجود تہے اون کا بیان ہے کہ بادشاہ علی بن یوسف کے حق مین امام کی زبان سے یہ الفاظ نکلے تہے -- ،، بار الہ! جس طرح اوس نے میری کتاب کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے برباد کیا ہے اوسی طرح اوس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے تباہ کر - اوسکی تمام حکومت اور جو کچہہ اوسے ورثہ مین ملا ہے سب اوسکے ہاتہہ سے چہین لے،، امام کی اس دعا پر طلبہ کے حلقہ سے ،، آمین،، کی آواز بلند ہوئی امام غزالی نے ہنوز ہاتہہ نیچے نہین کیے تہے کہ یہ مغربی نوعمر طالب علم آگے بڑہا اور کہا ،، یا امام اپنی دعا مین اتنا اور اضافہ فرما دیجیے کہ ان باتون کی تعمیل خاص میرے ہاتہہ سے ہو،، امام نے اپنے ہاتہہ دعا مین روک کے کہا ،، اور خداوندا! اس دعا کی تکمیل خاص اسی شخص کے ہاتہون سے ہو،، اور طلبہ نے پہر آمین کہی - یہ طالب علم محمد بن تومرت تہا جنے یہان سے مغرب مین واپس جا کے دعوی مہدویت کیا -

اس مین کوئی شک نہین کہ محمد بن تومرت کے جی مین دینی اور دنیاوی دونون قسم کی حکومت حاصل کرنے کا ایک مضطربانہ شوق تہا - وہ اپنے عنفوان شباب ہی سے اسی اودہیڑبُن مین رہا کرتا تہا - جس طرح امام غزالی کا یہ واقعہ اوس کے اس شوق کی خبر دیتا ہے اوسی طرح ایک اور واقعہ ہے جس نے اوسکے ارادون مین بہت زیادہ قوت دیدی تہی - علامۂ ابن خلکان اوسکے حالات مین لکہتے ہین کہ ایام طالب علمی مین اوسے علم جفر کی ایک کتاب مل گئی - اس کتاب کا اوس نے خوب غور سے مطالعہ کیا اور اوسکے احکام سے اوسے معلوم ہوا کہ سوس مین نسل نبی فاطمہ

سے ایک شخص پیدا ہوگا جو لوگون کو خدا کی طرف بلائے گا - اوسکا مستقر ایک مقام قرار پائے گا جسکے نام مین حروف ت ی ن م ل ہونگے - اوسے ایک اور شخص ملے گا جسکی مدد سے وہ اپنے اغراض مین کامیابی حاصل کرے گا - اوس شخص کے نام مین حروف ع ب د م و م ن ہونگے - طالب علمی کے بعد اپنی زندگی اوس نے اس شہر اور اس نام کے شخص کے ڈھونڈھنے مین صرف کرنا شروع کی تاکہ خود اپنے آپ کو وہ شخص ثابت کرے جو سوس مین پیدا ہونے والا ہے - اسلیے کہ اطراف سوس مین پیدا بھی ہوا تھا اور نسل بنی فاطمہ سے بھی تھا -

محمد بن تومرت نسباً امام حسن علیہ السلام کی نسل سے تھا اور کوہستان سوس مین عشرہ کے دن ۵۰۸ھ مین پیدا ہوا تھا - پہاڑون مین نشو و نما پا کے کم عمری ہی مین بغرض طالب علمی وطن سے نکلا - پھرتے پھراتے اسپین و مصر ہوتا ہوا بغداد پہونچا - تین برس امام غزالی کی صحبت مین رہا - اسی زمانہ مین امام ممدوح کے علاوہ کیا ہراسی اور طرطوشی وغیرہ دیگر اساتذہ بغداد کے فیض درس سے بھی فیضیاب ہوا - تحصیل علم سے فارغ ہو کے بغرض حج مکہ معظمہ گیا - مدت تک وہان مقیم رہا اور علوم دینی مین علماے حرمین سے بھی بہت کچھ فائدہ اوٹھایا

ابن تومرت نہایت ہی متقی و پرہیزگار شخص تھا - اوسکی دینداری اس حد تک پہونچی ہوئی تھی کہ خود مخالفت شرع نہ دینا درکنار کسی اور کو بھی کوئی خلاف شرع بات کرتے نہ دیکھہ سکتا تھا اپنے ان جذبات کے ظاہر کرنے مین اس قدر جری اور آزاد تھا کہ نہ کسی بادشاہ کا خوف اوسکے دل پر بیٹھتا تھا - نہ عوام کی برہمی سے ڈرتا تھا - نہ ایسے موقعون پر علما و فضلا کا کچھ پاس و لحاظ کرتا تھا - یہ آزادی ابتداءً ہی فطرتی طور پر اوسکے مزاج مین کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی - اب علم و فضل نے اس مین اور زیادہ جرأت اور ضد پیدا کر دی - ذرا سی بات پر بلا تامل علما سے لڑ بیٹھتا تھا - اور اسی وجہ سے اکثر شہرون مین اوسے سخت ذلتون کا سامنا کرنا پڑا - مگر اوس نے کبھی اس امر کی پروا نہ کی - مکہ معظمہ سے آخر اسی قسم کی آزادانہ خودسریون کی بدولت اوسے نکلنا پڑا - مکہ سے نکل کے مصر مین پہونچا - وہان بھی اسی طرح کی صورتین پیش آئین اور وہان سے بھی نکالا گیا - سلطنت نے جبراً و قہراً اوسے شہر بدر کیا -

یہ آزادیان اوس سے نبھہ بھی خوب جاتی تھین - اس لیے کہ زبان اتنی شیرین پائی تھی اور عربی مین ایسی فصیح و بلیغ بلکہ سحر نما تقریر کرتا تھا کہ جہان اسکی مخالفت کا شور ہوتا تھا

وہان ہمت سے اوسکے طرفدار بھی ہوجاتے تھے - دولت دنیا وہی کی اوسے کچہہ پروانہ تھی اور اس سادگی سے سفر کرتا تھا کہ سوا ایک چھڑی اور چھوٹے مشکیزے کے کبھی کوئی چیز اپنے ہمراہ نہ رکھی - مخالفت کے طوفان مین پڑکے اوس نے نجات کی یہ آخری تدبیر نکالی تھی کہ سیڑھی سودائی بنجاتا اور بہکی بہکی باتین کرنے لگتا - قاہرہ سے جب نکلوایا گیا تو سکندریا مین جاکے جہاز پہ سوار ہوا اور مغرب کے رُخ چلا -

جہاز والان مین کم ایسے تھے جو پابند شرع ہون - محمد بن تومرت نے اس بات پہ اوپر پڑنا شروع کیا - مگر سودائیان اوس کا رعب ایسا بیٹھ گیا کہ کسی کو علانیہ مخالفت کی جرأت نہوئی خفیف ناراضیان دل ہی مین دب گئین - اور جب یہ مہدیہ کے ساحل پر اوترا ہے جہاز مین کوئی نہ تھا جو پابند صلوٰۃ نہ ہو یا کسی دن تلاوت قرآن مین ناغہ کرتا ہو - محمد بن تومرت ۵۰۵ھ مین داخل مہدیہ ہوا -

مہدیہ مین ان دنون امیر یحیٰے بن تمیم بن معز کی حکومت تھی - یہ جاکے ایک مسجد مین اوترا جو شہر کی ایک سڑک کے کنارے پہ واقع تھی - مسجد کے اوس جھروکے مین جو سڑک کی طرف تھا بیٹھا - گذرنے والون کو دیکہا کرتا تھا - اور جہان کسیکو کسی خلاف شرع حالت مین دیکھتا فوراً اوٹہ کے دست و گریبان ہوجاتا - دو ہی تین دن مین بہتون کی ڈہولکین پہاڑ ڈالین بہتون کے طبل پاش پاش کیے - بہتون کی بوق و قرنا توڑے - بہتون کے تنبورے چھین کے زمین پہ دے مارے - سیکڑون شراب کے خم اور دیگر ظروف شراب چکنا چور کیے - غرض سارے شہر مین ایک آفت مچادی - ان کارروائیون سے اوس کی شہرت ہوگئی - عام لوگ معتقد ہونے لگے - اور دھوم ہوگئی کہ ایک بڑے متبحر عالم وارد مہدیہ ہوئے مین - طلبہ نے آکے گہیرا اور سلسلہ درس شروع ہوا - ہوتے ہوتے اس کی شہرت امیر کے کان تک پہونچی اوس نے دربار مین بلوایا - بڑی قدر و منزلت کی - اور بہت کچہہ حسن عقیدت ظاہر کرکے رخصت کیا -

ابن تومرت کو ایک جگہ قرار کیونکر آسکتا تھا اس لیے کہ وہ اپنے دل مین ایک خاص مشن کے اغراض پورے کرنا چاہتا تھا - وہ علم رمل کے بتائے ہوئے رفیق اور شہر کو ڈہونڈہتا پہرتا تھا - غرض چند روز کے بعد مہدیہ چہوڑ کے بجایہ مین پہونچا وہان بھی حسب معمول اپنی آزادانہ خودسریون کی مشق کرتا رہا - اتفاقاً اپنے قیام بجایہ کے

زمانہ مین ایک مرتبہ ایک گاؤن مین گیا۔ جس کا نام ملالہ تھا۔ اس گاؤن مین راہ چلتے چلتے اسنے ایک نوعمر اور خوبصورت لڑکے کو دیکھا جس کے چہرے پر اوسے ذہانت و ذکاوت کے علاوہ دولت واقبال کے ستارے بھی چمکتے نظر آئے۔ اس لڑکے کی صورت مین کچھ ایسی دلفریبی تھی کہ محمد بن تومرت اپنے جذبات کو بالکل چھپا نہ سکا۔ بے اختیار اوس کے قریب گیا اور کہا "میان صاحبزادے تمھارا نام کیا ہے؟" لڑکے نے اپنی فتنہ انگیز آنکھین اوس کی طرف اوٹھائین اور کہا "عبدالمومن" اس نام کے سنتے ہی وہ بے اختیار چونک پڑا اور دل مین کہا اوٹھا "مین تمھاری ہی تلاش مین تو مدتون سے سرگردان ہون!"

عبدالمومن کا نام سنتے ہی محمد بن تومرت کی وہ کیفیت ہوئی جو افریقیہ کے جادوگر کی حسن مین علاءالدین کی صورت دیکھکے ہوئی ہوگی۔ کیونکہ اوسے از غیبی دولت وسلطنت کے ملنے کا یقین ہوگیا۔ پھر محمد بن تومرت نے عبدالمومن سے پوچھا "اور تمھارا مکان کہان ہے؟" جواب ملا "کومیہ مین" دریافت کیا "ارادہ کیا ہے؟" کہا "ارض مشرق مین جاتا ہون" پوچھا "کیون؟" بتایا "علم کے شوق مین" ابن تومرت نے کہا "علم وفضل و دولت وثروت سب چیزین تم کو خدا نے دین۔ آؤ میرے ساتھ آؤ۔ مین وہ باطنی رموز تم پر ظاہر کرونگا کہ تم کو میرے کہنے کا یقین آجائیگا" اس کے بعد ابن تومرت نے سارے راز اوس پر ظاہر کردیے۔ اور یقین دلادیا کہ وہ ایک بہت بڑا شاہنشاہ ہونے والا ہے۔ الغرض اسوقت سے عبدالمومن اوس کے ہمراہ ہوا۔

جب یہ دونون شخص ایک دوسرے کے رموز سے واقف ہولیے تو ایک تیسرا شخص ہمراہ ہوا اور ایک مضبوط اتحاد ثلاثہ قائم ہوگیا۔ یہ تیسرا شخص جس کا نام عبداللہ شیرانشی تھا بڑا زبردست فقیہ اور متبحر عالم تھا۔ قرآن مجید اور موطا ے امام مالک کا حافظ تھا اور فصاحت وبلاغت مین ابن تومرت کا ہم پلہ تھا۔ اب ملالہ ہی مین تینون نے مل کے اپنی کارروائی شروع کرنے کی تجویز کی۔ اور پہلی حکمت عملی یہ قرار پائی کہ شیرانشی بالکل گونگا بنجائے۔ اور اپنے تمام علم وفضل اور فصاحت وبلاغت کو اوس موقع پر یکایک ایک معجزے کی طرح ظاہر کرے جب اوس کی ضرورت پیش آئے گی۔ یہ تجویز بہت مناسب خیال کی گئی اور شیرانشی ایک گونگے مرید کی طرح ابن تومرت کے ساتھ ہولیا۔ اب اس بات کی کوشش کی گئی کہ مریدون کی ایک چھوٹی اور مضبوط

جماعت اپنے ساتھ سے۔ ابن تومرت کی ایک حکمت عملی یہ بہی تہی کہ ایسے لوگون کو مرید بنا کے اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کرتا تہا جو علم کے اعتبار سے تو معمولی لیاقت کے لوگ ہون مگر خوب صورت ہون اور ہاتھ پاؤن کے بہت اچھے ہون۔ اس لیے کہ ایسے لوگ پورے ارادت کیش ہی ہو سکتے تھے اور لوگون پر اون کا اثر بہی بخوبی پڑسکتا تہا۔ الغرض اسی قسم کے چہ سات آدمی اوس نے چن چن کے فراہم کیے جو ہمیشہ اوسکے بارونق جلوس کا کام دے سکتے تھے۔

اس مختصر دلفریب اور رعب دار جماعت کے ساتھ بجایہ سے نکل کے وہ شہر مراکش مین پہونچا۔ اور یہی سلطنت تہی جسکو اوس نے اپنا شکار بنانے کی کوشش کی۔ کیونکہ سارے ارض غرب مین ان دنون اس سے بڑہکر کوئی باہیبت قوت نہ تہی۔ سبتے کہ اس عہد کے فرمان۔ روایان اسپین بہی اس سلطنت کے آگے سر جہکائے ہوئے تہے۔

محمد بن تومرت مع اپنے رفقا کے شہر کے باہر ایک ویران مسجد مین اوترا۔ اپنی عادت کے موافق عوام شہر۔ عہدہ دارون۔ علما و فضلا۔ حتے کہ خود سلطنت پر شرعی نکتہ چینیان شروع کر دین۔ اور اسکے ساتھ ہی وعظ مین بادشاہ پر جو در اصل نہایت ہی نیک دل تاجدار تہا سختی سے لعن و طعن کا دروازہ کہولا۔ یہ خبر ہنوز شہرت کے انتہائی درجہ تک نہ پہونچی تہی کہ ایک دن محمد بن تومرت نے ایسی جرأت کر دی کہ سارے شہر مین ہلڑ ہو گیا۔

وہان رسم تہی کہ شاہزادیان بہت کم پردے کی پابندی کرتی تہین۔ غالباً نصارائے اسپین کے اختلاط سے وہان پردہ چندان ضروری نہ خیال کیا جاتا ہو۔ اسی رسم کے مطابق ایک روز بادشاہ وقت ابو الحسن علی بن تاشقین کی بہن اپنی لونڈیون کے ساتھ گہوڑے پر سوار بے نقاب شہر کی سڑکون پر سے گذری۔ محمد بن تومرت کی بے روک طبیعت بہلا اس بات کو کیونکر گوارا کر سکتی تہی۔ اپنے آٹھ نو مریدون کے گروہ سے عورتون کے غول پر بے تکلف جہپٹ پڑا۔ اور اکثر لونڈیون کو مار پیٹ کے زخمی کر دیا مارتا جاتا تہا اور کہتا جاتا تہا کہ مسلمان عورتین اور یون بے پردہ سیر کرتی پہرین۔ خود شاہزادی کے گہوڑے پر اتنے ڈنڈے مارے کہ وہ انتہا سے زیادہ بہڑکا اور شاہزادی اوسکی پیٹہ پر سے گر کے زخمی ہو گئی۔ عبد اللہ بن تومرت تو مار پیٹ کے چلدیا

اور لوگ شہزادی کو اوٹھا کے محل سراے شاہی مین لے گئے۔ یہ خبر سارے شہر مین پھیلی اور لوگ ان لوگون کی اتنی بڑی جراٗت و دلیری پر تعجب کرنے لگے۔

اس واقعہ کے بعد جمعہ کا دن آیا اور محمد بن تومرت مع اپنے مریدون کے مسجد جامع مین پہونچا۔ اور سب ہمراہی تو ادہر ادہر بیٹھ گئے مگر خود خاص اوس جگہ پر جا کے کھڑا ہوا جہان بادشاہ نماز پڑہا کرتا تہا۔ وہ عہدہ دار جس کے ہاتہ مین مسجد کا انتظام تہا اوس نے قریب آکے کہا "کیا آپ کو نہین معلوم ہے کہ یہ جگہ صرف بادشاہ اسلام کے لیے مخصوص ہے؟ اور اوسکے سوا یہان اور کوئی نہین کھڑا ہو سکتا ہے" اس پر محمد بن تومرت نے نہایت ہی برہمی کے ساتہ اوسکی طرف گہور کے دیکہا اور سنجیدگی کے لہجہ مین کہا "ان المساجد للہ" (مسجدین صرف اللہ کی ہین) لوگ اس دلیری پر حیرت کرنے لگے۔ اور اوس نے اون کی طرف متوجہ ہو کے خلاف شرع امور کی تردید مین ایک پرجوش تقریر شروع کر دی۔ یہ تقریر ہو ہی رہی تہی کہ بادشاہ آگیا اور لوگ حسب عادت چارون طرف سے آداب شاہی بجالانے لگے۔ محمد بن تومرت بادشاہ کی جگہ پر جہان کھڑا تھا بیٹھ گیا۔ اور سلام کرنا کیسا اوس نے بادشاہ کی طرف سے منہ پہیر لیا۔ بادشاہ ابو الحسن واقعی نہایت ہی نیک نفس متحمل تہا اوس نے اس بات کی پروا بھی نہ کی اور دوسری جگہ کھڑے ہو کے نماز پڑہ لی۔ بعد نماز جیسے ہی امام نے سلام پہیرا محمد بن تومرت کھڑا ہو گیا۔ اور بادشاہ کی طرف متوجہ ہو کے پہلے تو "السلام علیک" کہا اور پھر کہنے لگا "اے بادشاہ رعایا پر جو مظالم ہو رہے ہین اونکی خبر مانا کہ اون کی آواز تیرے کان تک نہین پہونچی۔ مگر خدا کے ہان جب جواب دہی کرنا ہوگی تب تو یہ کہہ کے نہ چہوٹ سکے گا کہ مجھے خبر نہ تہی غریبون کی جان و مال کی حفاظت کا تو ذمہ دار ہے" بادشاہ نے اسکا کچھ جواب نہ دیا اس لیے کہ اوس نے محمد بن تومرت کا کچھ حال ابھی تک نہین سنا تہا۔ اس کی اس وقت کی تقریر سے اوس نے خیال کیا کہ شاید یہ کوئی عالم ہے اور کچھ غرض رکہتا ہے۔ اسی خیال سے جاتے وقت بعض لوگون سے کہتا گیا کہ اس شخص سے دریافت کرو اگر اسکی کوئی غرض اٹکی ہو تو پوری کر دیجائے محمد بن تومرت کو جب بادشاہ کا یہ پیام پہونچایا گیا تو بولا "اوس سے کہدو میری غرض دنیا نہین ہے مین صرف مسلمانون کی بہلائی چاہتا ہون"

اب اس واقعہ کے بعد بادشاہ کو محمد بن تومرت کے تمام حالات معلوم ہوئے کہ

سلطنت کی مخالفت کرتا ہے۔ اور شاہزادی کو بھی اسی نے زخمی کیا۔ تو اوس نے تمام
علما سے دربار سے کہا اس سے میرے سامنے بُلا کے مناظرہ کرو۔ آخر معلوم تو ہو کہ اس کی
غرض کیا ہے۔ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ اور محمد بن تومرت دربار شاہی مین حاضر ہوا۔
بادشاہ کی طرف سے مریہ کے قاضی محمد بن اسود نے تقریر کی اور کہا "کیا یہ صحیح ہے جو
مشہور ہو رہا ہے کہ تم بادشاہ کو بُرا بھلا کہتے پھرتے ہو؟ اور بادشاہ بھی کون جو نیک نفس۔
پرہیزگار۔ خواہشات نفسانی کا دشمن۔ اور احکام ربانی کا پابند ہے؟" اس کے جواب
مین محمد بن تومرت نے بادشاہ کے سامنے جُرأت اور فصاحت کے ساتھ کہا "یہ جو آپ
پوچھتے ہین کہ بادشاہ کے خلاف کلمات مین نے کہے یا نہین اس کا جواب یہ ہے کہ ہان
مین نے کہے اور بے شک کہے۔ باقی رہا یہ کہ بادشاہ متقی پرہیزگار ہو۔ خدا ترس ہے ان
کی نیکی بس اسی قدر کافی ہے کہ اوس نے تمہاری باتون پر اعتبار کر لیا۔ اور جو تم سب
کہتے ہو اوسی کو سچ جانتا ہے۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ وہ سلطنت کی تمام خرابیون
کا ذمہ دار ہے۔ خدا کے سامنے یہ کہہ کے چھوٹ نہ جائے گا کہ مجھے اس کی اطلاع نہین
ہوئی۔ قاضی صاحب۔ کیا آپ نے نہین سُنا کہ مسلمانون کی آبادی مین سؤر مارے
مارے پھرتے ہین؟ شراب علانیہ بک رہی ہے؟ اور یتیمون کے مال پر دست ستم
دراز ہے؟" یہ تقریر اس قدر مؤثر اور دل مین چبھتی ہوئی تھی کہ بادشاہ نے آبدیدہ
ہو کے نہایت ندامت سے سر جھکا لیا۔ اور دل مین کہا بے شک یہ سچ کہتا ہے۔ تمام
علما نے عرض کیا "حضور اس شخص کی باتون سے بوے بغاوت آتی ہے۔ اس سے
مطمئن نہ ہونا چاہیے" اور سب سے زیادہ اس بات پر علامہ مالک بن وُہیب نے
زور دیا جو بادشاہ کے مزاج مین بہت دخل رکھتے تھے اور کہا "اگر اس کا قتل خلاف
مصلحت ہے تو کم سے کم یہ ہونا چاہیے کہ یہ حراست مین رکھا جائے اور اسکے مصارف
کے لیے روزانہ ایک دینار مقرر کر دیا جائے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس ایک دینار کے عوض
مین اس کا ہاتھ سارے شاہی خزانہ تک نہ پہونچ جائے" مگر بادشاہ کے ایک وزیر
نے کہا "یہ لوگ روٹیون کو تو محتاج ہو رہے ہین سلطنت کو کیا ضرر پہونچا سکین گے
بس انکی سزا کے لیے یہ کافی ہے کہ خارج البلد کر دیے جائین" بادشاہ نے آخری راے
سے اتفاق کیا۔ اور جوش رحم سے کہا "مین تو ایسے صاحب علم ناصحون پر ایسا ظلم نہین

گوارا کر سکتا۔" غرض شاہی حکم کے مطابق محمد بن تومرت مع اپنے ہمراہیون کے شہر مراکش سے نکال دیا گیا۔

یہان سے نکل کے یہ لوگ مراکو کے ایک چھوٹے شہر اغمات مین پہونچے - وہان عبد الحق بن ابراہیم جو اوس شہر کا ایک با اثر عالم تھا ان کے حق مین بہت ہی بکار آمد مشیر اور دوست ثابت ہوا۔ اوس نے محمد بن تومرت سے کہا "اگر بادشاہ کی ملک مین رہ کے تم آزادی سے اوسکی مخالفت کرنا چاہو تو تم کو شہر اغمات مین نہ رہنا چاہیے اسلیے کہ یہ شہر تمہاری حفاظت نہ کر سکے گا۔ ایسی کارروائیون کے لیے سب سے زیادہ مناسب اور موزون مقام ایک کوہستانی قصبہ ہے جو پہاڑون کے شوار گذار درّون مین واقع ہے۔ اور یہان سے ایک دن کی راہ ہے۔ اوس گاؤن کا نام تینمل ہے - تینمل کا نام سنتے ہی محمد بن تومرت مارے خوشی کے اوچھل پڑا۔ اس لیے کہ یہی وہ نام تھا جو اوسے جفر کے فرشتہ نے بتایا تھا۔ اب اوسے اپنی کامیابیون کا بالکل یقین ہو گیا۔ فوراً عبد الحق سے رخصت ہوا اور تینمل کی راہ لی۔

اہل تینمل نے انھین علما اور طلبہ کے لباس مین دیکھ کے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ بڑی عزت سے اوتارا۔ اور ان کے رہنے کو اپنے اچھے اچھے مکان خالی کر دیے۔ ابن تومرت نے یہان چند ہی روز کے بعد سے بادشاہ کے خلاف وعظ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ کوہستان کے تمام لوگ جوق جوق آتے اور اوس کی زیارت کو موجب برکت خیال کرتے - ہر آنے والے سے یہ بادشاہ کی مخالفت کا کلمہ پڑھواتا۔ اور جو لوگ اوس کی راے سے اتفاق کر دیتے اون کو اپنے مخصوصین مین شامل کرتا۔ ایک یہ بھی اصول تھا کہ توانا و تندرست نوعمرون اور مالدارون کو زیادہ عزیز رکھتا۔ کوہستان کے ذی عقل اور صاحب اثر لوگ اگرچہ اوس کے بالکل مخالف تھے - مگر عوام مین سے اکثر کو اوس نے تھوڑے ہی عرصہ مین اپنے موافق کر لیا۔

اسی اثنا مین محمد بن تومرت کو اپنے اغراض پورے کرنے کا ایک نہایت عمدہ موقع ملگیا وہ یہ کہ وہ اہل کوہ کو اکثر دیکھتا تھا کہ وہ تو سانولے تھے مگر اکثر لڑکے زرد اور بھورے رنگ کے تھے - ایک دن اوس نے لوگون سے اس کا سبب پوچھا جس کے جواب مین اونھون نے سکوت کیا اور ندامت سے سر جھکا لیے - ابن تومرت کے زیادہ اصرار پر اونھون نے

بیان کیا۔ "ہم لوگوں سے خراج سلطنت وصول کرنے کے لیے ہر سال شاہی غلام آیا کرتے ہیں جو عموماً رومی یونانی اور افرنجی ہیں۔ اگرچہ بادشاہ کو اس کی خبر غالباً نہ ہوگی مگر وہ لوگ ہماری بڑی رسوائی کرتے ہیں۔ آتے ہی ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیتے ہیں اور ہماری عورتوں کو بے عزت کرڈالتے ہیں۔ جب تک وہ لوگ یہاں رہتے ہیں ہمیشہ یہی ظلم رہتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ہماری عورتوں کی اولادیں اونکے رنگ پر ہوتی ہیں"۔ محمد بن تومرت نے نہایت غیظ و غضب کے لہجے میں کہا "خدا کی قسم اس زندگی سے موت اچھی ہے!" سبھوں نے کہا "بے شک"۔ پوچھا "بھلا اگر کوئی اس بارے میں تمہاری دادرسی کرنا چاہے تو اوس کا ساتھ دوگے؟" سب نے بالاتفاق کہا "ساتھ دینا کیسا ہم اوسکے حکم پر اپنی جانیں نثار کرنے کو موجود ہیں گے"۔ یہ وعدہ لے کے ابن تومرت نے کہا "تو اچھا۔ اب کی مرتبہ جب وہ غلام آئیں تو حسب معمول اونکو اپنی بی بیوں سے ملانا اور اون کو خوب شراب پلانا"۔ اہل تینمل نے کہا "بہتر"۔ چند روز کے بعد وہ زمانہ آگیا۔ شاہی غلام آئے اور ابتداءً بڑی خاطرداری کے ساتھ گھروں میں اوتارے گئے۔ اور شرابیں پلا پلا کے بدمست کردیے گئے۔ یہ کام پورا کرکے لوگوں نے ابن تومرت کو خبر کی۔ اوس نے فوراً قتل عام کا حکم دیدیا۔ اور سب غلام مارڈالے گئے۔ صرف ایک غلام جو اتفاقاً کسی کام کے لیے اپنی فرودگاہ سے باہر گیا ہوا تھا باہر ہی خبردار ہوگیا اور بھاگ کھڑا ہوا۔ دوسرے دن گھاٹیوں سے نکل کے بادشاہ کے دربار میں پہونچا۔ اور غلاموں کے قتل ہونے کا حال بیان کیا۔ اوس نے یہ بھی کہا کہ وہاں محمد بن تومرت سب کا سردار بنا ہوا ہے۔ اور اوسی کے حکم سے یہ کارروائی ہوئی۔

بادشاہ کو یہ سن کے بڑی فکر پیدا ہوئی اور پچھتانے لگا کہ ابن تومرت کے بارے میں بے شک مالک بن وہیب ہی کی راے ٹھیک تھی۔ اس خونریزی کے انتقام کے لیے دس ہزار سوار روانہ کیے گئے۔ جو فوراً مراکش سے چل کے تینمل کی گھاٹیوں میں گھسے۔ محمد بن تومرت اس نتیجہ کو پہلے ہی سے سمجھ چکا تھا۔ اور جانتا تھا کہ بادشاہ کی فوج ضرور آئے گی۔ اوس نے تمام پہاڑوالوں کو دروں میں دونوں طرف پہاڑوں پر بٹھادیا تھا اور حکم دیدیا تھا کہ جیسے ہی بادشاہ کی فوج آئے تم اوپر سے پتھر لڑھکانا اور مارنا شروع

کردو۔ یہ حکمت نہایت بکار آمد ثابت ہوئی۔ دس ہزار سوار دن بھر کی کوہستانی منزل مین تھہ بتن کے نیچے کچل کچل کے اور چوٹ کھا کھا کے تباہ ہو گئے۔ اسی حالت مین رات ہو گئی۔ جسکے اندھیرے مین باقیماندہ سوار بالکل درہم و برہم ہو کے بھاگے۔ جب یہ آفت رسیدہ لشکر مراکش مین پہونچا اور بادشاہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو بہت پریشان ہوا۔ اور مجبوراً فیصلہ کر لیا کہ تینمل والون سے اب کوئی مزاحمت نہ کی جاے۔ آخر کب تک بغاوت کرتے رہینگے

اب محمد بن تومرت کو اس بات کی ضرورت معلوم ہوئی کہ اپنی جماعت کو زیادہ قوی کرے کیونکہ اپنی حفاظت تو وہ بہت اچھی طرح کامیابی کے ساتھہ کر چکا اور اب وقت آگیا کہ پہاڑون سے نکل کے بادشاہ کے شہرون پر حملہ آور ہو۔ یہ ضرورت یون پوری ہوئی کہ ایک روز صبح کو نماز کے وقت ونشریشی نے کہا ”مین کچھ کہنا چاہتا ہون“۔ ابن تومرت پہاڑ والون کے سامنے چونک پڑا۔ اور کہنے لگا کہ ایک گونگے شخص کا بات کرنا بالکل عجیب بات ہے فوراً اوس نے تمام لوگون کو بلوا بھیجا۔ جب سب آگئے تو ابن تومرت کی اجازت سے عبداللہ ونشریشی ممبر پر جا کے کھڑا ہوا اور سب کی طرف خطاب کر کے کہنے لگا ”دیا معاشر آج تک مین گونگا تھا لیکن الحمدللہ کہ آج خدا نے مجھے تمام جسمانی و روحانی نقصانات سے پاک کر دیا۔ رات کو ایک فرشتہ آسمان سے اوتر کے میرے پاس آیا اوس نے میرا سینہ شق کر کے ساری برائیان اور سارے نقصانات نکال ڈالے۔ اور مجھے بالکل فرشتون کی طرح معصوم بنا کے میرے دل مین ایمان و علم کو بھر دیا۔ یہی سبب ہے کہ مین جو کل ایک جاہل اور گونگا تھا آج ایک زبردست عالم حافظ قرآن و موطا مبارک ہوں اور اس فصاحت سے کھڑا تقریر کر رہا ہون“ اس معجزے نے سب کے دل مین بڑا جوش پیدا کر دیا۔ اور ہر شخص صدق دل سے اوس پر ایمان لایا۔ محمد بن تومرت نے اوٹھہ کے کہا ”الحمدللہ کہ خدا نے آپ کو ہمارے لیے ایک معیار بنا دیا۔ اور آپ کے ذریعہ سے ہمین معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم مین کون کیسا ہے۔ فرمائیے ہم لوگون کی نسبت آپ کی کیا راے ہے“ ونشریشی نے کہا ”تم مہدی قائم بامر اللہ ہو۔ جو کوئی تمہاری پیروی کرے وہ ناجی ہے اور جو مخالفت کرے وہ ناری ہے“ ونشریشی کے اس جملہ سے یہ فائدہ اوٹھایا گیا کہ پہاڑ پر جتنے لوگون کی نسبت مخالفت کا گمان تھا عام اس سے کہ وہ عالم و فاضل ہی کیون نہ ہون سب قتل کر ڈالے گئے۔ اور تینمل مخالفون سے بالکل خالی ہو گیا

اسی وقت سے ابن تومرت نے لڑائی شروع کر دی۔ اور دس ہزار کوہستانیون کی ایک فوج عبدالمومن اور ونشریشی کے ہمراہ کر کے مراکش روانہ کی۔ اس لڑائی کا نتیجہ ایسا اولٹا ہوا کہ یقیناً سارا اپنا بنایا کھیل بگڑ گیا ہوتا مگر مہدی کی ہوشیاری اپنا پورا کام کر گئی۔ لڑائی مین فوج کو بڑی فاش شکست ہوئی۔ ونشریشی مراکش کی دیوار دن کے نیچے مارا گیا۔ اور عبدالمومن چند رفقا کے ساتھہ ناکام و شکستہ دل واپس آیا۔ عبدالمومن تینمل تک پہونچا بھی نہ تہا کہ قضا نے ابن تومرت کا کام تمام کر دیا۔ ابن تومرت کو مرتے وقت اس شکست کی خبر معلوم ہو گئی تہی اوس نے تمام موجودہ لوگون کو بلا کے کہا۔ "مین تو تم سے رخصت ہوتا ہون مگر میرا یہ پیام عبدالمومن کو پہونچا دینا۔ میرے بعد دین کی تقویت کے لیے خدا نے اوسی کو میرا جانشین بنایا ہے۔ میری طرح اب اوس کی اطاعت سب پر فرض ہے۔ لڑائی مین شکست ہوئی تو کوئی مضائقہ نہین۔ معرکہ ہاے جنگ مین ہمیشہ یہی رہا ہے کہ آج ہم غالب رہے اور کل کوئی اور۔ مگر ہان انجام مین عبدالمومن ہی کو کامیابی ہو گی۔ اس لیے کہ خدا کی مرضی یہی ہے۔ جو کام شروع ہوا ہے عبدالمومن سے تاکید کر دینا کہ اوس کے لیے برابر پاکبازی سے کوشش کرتا رہے"۔ یہ کہہ کے اوس نے دنیا سے مفارقت کی۔ اگرچہ عبدالمومن نے ابن تومرت کے مرنے کی خبر سن کے بڑا صدمہ اوٹھایا مگر اوس کی وصیت پوری کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ اور اسی کا یہ نتیجہ تہا کہ چند ہی روز بعد عبدالمومن سے بڑا کوئی بادشاہ سرزمین مغرب مین نہ تہا۔ اگر انصاف سے پوچھیے تو عبدالمومن کے لیے وہ سب سامان تیار کر گیا تہا۔ لیکن یہ حسرت دل مین لے گیا کہ جس سلطنت کی بنیاد ڈالی تہی اوس سے خود بالکل نفع نہ اوٹھا سکا۔ ابن تومرت ۵۲۴ھ مین مرا۔

دارالخلافت قرطبہ

نمبر ۳

اوس وقت تمام شیوخ قرطبہ نے باہم مل کے مشورہ کیا کہ دارالخلافت بغداد تک تو ہماری آواز پہونچ نہین سکتی۔ اور وہان کے خلیفہ کی توجہ کے انتظار مین ہم تباہ ہوئے جاتے ہین

یہان ملک کی جو حالت ہو رہی ہے ظاہر ہے - مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس اموی شاہزادے کو بلا کے ہم اپنا فرمان روا بنائین جو ہماری خوش قسمتی سے یہان آکے پناہ گزین ہوا ہے - اور بے شک وہ خاندان خلافت سے ہے جسکے ہم نمکخوار اور احسانمند ہین - سبھون نے اس راے کو پسند کیا - اور قرطبہ والون نے اس صلاح کے مطابق چند معززین کو اپنا وکیل بنا کے مراکو مین عبد الرحمن بن معاویہ کے پاس بھیجا - عبد الرحمن نے اون کی وفاداری پر بھروسا کر کے اپنے میزبان قبیلہ مین سے چند لوگ ساتھ لیے - اور ابو جعفر منصور دوسرے خلیفہ عباسی کے عہد مین ۱۳۸ھ مین آکے جبل الطارق سے اوتر کے اسپین مین قدم رکھا - اور سیدھا قرطبہ کی طرف روانہ ہوا - قرطبہ مین اوسکی بڑی قدر و منزلت کی گئی - تمام لوگون نے اوس کے ہاتھ پر بیعت کی - مخالفین یہ خبر سُن کے مقابلہ کو آمادہ ہو گئے مگر ہر موقع پر عبد الرحمن نے ایسی شجاعت کے جوہر دکہائے کہ اوس کے ہمدردون نے جس قدر داد دی اوسی قدر دشمنون نے اوس کا لوہا مان لیا - آخر تمام اسپین جو حکومت اسلامی مین تھا اوسکے قبضہ مین آگیا - طوائف الملوکی ختم ہوئی - اور تاریخ مین ایک نئی باعظمت سلطنت قائم ہوئی - اوسکے بعد حکومت اسپین بہت پشتون تک اوسی کے قبضہ مین رہی -

یہ کہنا چاہیے کہ قرطبہ کی رونق و ترقی کا دور اب شروع ہوا - جبکہ وہ کسی صوبہ کا ہیڈکوارٹر نہین رہا - بلکہ ایک سلطنت کا مرکز اور ایک عظیم الشان قوت کا دار السلطنت قرار پایا - عبد الرحمن بن معاویہ کی زندگی بہت سادی گذرتی تھی - وہ اپنے مذاق سے ایک بادشاہ نہین ایک جرار سپہ سالار بلکہ ایک جانباز سپاہی تھا - اپنی حکومت کا ابتدائی زمانہ اوس نے صرف جنگ جوئی - فتوحات اور سلطنت کے مضبوط کرنے مین صرف کیا - اس طرف سے جب ذرا اطمینان ہو لیا تو ۱۷۰ھ (مطابق ۷۸۶ء) مین اوس نے جامع قرطبہ کی بنیاد ڈالی - اس ارادہ کا محرک یہ امر ہوا کہ سرحدی ممالک پر عیسائیون کے مقابلہ مین اوس کو بہت سی عظیم الشان فتحین حاصل ہوئین اور ان فتوحات مین بے انتہا نقد رقم ہاتھ آئی - عبد الرحمن نے یہ نہ پسند کیا کہ اس روپیہ کو کسی اور کام مین لگائے - اس لیے کہ چاہتا تھا جو رقم خدا کی مدد سے حاصل ہوئی ہے وہ خدا ہی کے کام مین صرف ہو - اور تعمیر مسجد سے زیادہ خدا کا کون کام

ہو سکتا تھا - معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح دمشق کے بڑے گرجے کا نصف حصہ خالد بن ولید اور ابو عبیدہ بن الجراح نے مسیحیوں کے قبضہ مین رہنے دیا تھا اور نصف کو اپنے قبضہ مین لے کے اوس پر مسجد بنائی تھی اوسی طرح ابتدائی فاتحان اسپین نے قرطبہ کے بڑے گرجے مین بھی اپنا حصہ لگا لیا تھا - اور گرجے کی آدھی زمین پر اپنی مسجد بنا لی تھی - مگر یہان یہ سختی تھی کہ حکم دیدیا گیا تھا کہ اوس گرجہ کے سوا جس مین سے نصف مسجد کے لیے لیا گیا باقی تمام گرجے جو قرطبہ مین ہون منہدم کر دیے جائین - مسجد اور کلیسا یونہین عبد الرحمن بن معاویہ کے عہد تک رہے - عبد الرحمن نے اب اس مسجد کے بنانے کا انتظام کیا - اور عیسائیون سے درخواست کی کہ وہ نصف حصہ جس پر گرجا بنا ہے سلطنت کے ہاتھ فروخت کر ڈالین اور اپنے لیے دوسرا گرجہ بنا لین - عیسائیون نے ابتدا اوسے نامنظور کیا اور آخر مین یہ درخواست کی کہ اگر ہمین اپنے کل منہدم شدہ گرجون کے پھر قائم کرنے کی اجازت دیجائے تو البتہ ایک لاکھ دینار پر مطلوبہ گرجا دیدین گے - یہ درخواست عبد الرحمن نے نہایت فیاضی سے منظور کی - عیسائیون نے اپنے تمام گرجون پر قبضہ کیا - اور بادشاہ نے جامع قرطبہ کی تعمیر شروع کی - وہ کنیسہ منہدم کیا گیا اور اوسی کی زمین پر مسجد جامع کا بنیادی پتھر رکھا گیا - عبد الرحمن نے اپنی زندگی مین اسی ہزار اشرفیان تعمیر کے بابت صرف کین - آخر اوسکی زندگی پوری ہو گئی اور مسجد پوری ہونے کو نہ آئی - اوسے اس جامع کی تکمیل کا بڑا شوق تھا - اور معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی آخر عمر کی ساری اُمیدین اسی جامع کے ساتھ وابستہ تھین - اور اس کے واسطے اوس کے بڑے بڑے ارادے تھے - ہر روز بلاناغہ ایک گھنٹہ بھر آ کے مسجد کے کام کو دیکھتا تھا - اور تجویز تھی کہ اس جامع کے متعلق دار العلوم - مدارس اور شفاخانے بھی کھولے جائین - یہ مسجد اوس نے بالکل دمشق کی جامع بنی اُمیہ کے نقشہ کے مطابق بنانا شروع کی تھی - لیکن چاہتا تھا کہ اسکی رونق و عزت اوس سے بھی زیادہ ہو اور اسی لیے تاکید کر دی تھی کہ بیت المقدس کی مسجد اقصے سے ہرگز کم نہ ہو - انھین اہتمامون مین تھا کہ اوسے عالم جاودانی کا سفر کرنا پڑا -

اب ہونہار اور باپ کی مرادین بر لانے والا بیٹا ہشام سلطنت کے تمام کاروبار کے ساتھ اس مسجد کا بھی متولی ہوا - لیکن باپ ہی کے ایسے حوصلے چونکہ ارس کے

دل مین بھی موجود تھے۔ لہذا اوس نے یہ نہ پسند کیا کہ باپ نے جس خالص روپیے اس دینی عمارت کو شروع کیا ہے اوس مین سلطنت کے روپیہ کو ملا دے۔ تخت پہ بیٹھتے ہی اوس نے حدود مشرق کی طرف کوچ کیا۔ اور پیرینیز سے نکلتے ہی فرانس کے شہرون پر حملہ کیا۔ اس سفر مین اوس نے عیسائیون پر متعدد فتوحات حاصل کین اور بہت سا مال غنیمت لے کے قرطبہ مین واپس آیا۔ اور یہ روپیہ تعمیر جامع مین صرف کرنا شروع کیا۔ اور یون ۹ برس کی مسلسل تعمیر کے بعد ۱۷۹ھ (مطابق ۷۹۳ء) مین یہ مسجد تکمیل کو پہونچی۔ اور چونکہ بڑی توجہ سے بنوائی گئی تھی لہذا اس کا شمار بھی دنیا کی اول درجہ کی عمارتون مین ہے۔

گو کہ ہشام نے اس جامع کو اپنے خیال کے مطابق تکمیل کو پہونچا دیا تھا مگر نہین در اصل اسکی مرمت اوس وقت تک جاری رہی جب تک کہ یہ خاندان اسپین پر حکمران رہا۔ ہر بعد آنے والے خلیفہ نے اس کو ایک خاندانی یادگار سمجھ کے اپنی نیکنامی کا ذریعہ خیال کیا۔ اور کوئی کم ایسا خلیفہ ہوا ہوگا جس نے اس مین کوئی نئی بات اپنی یادگار قائم رکھنے کے لیے نہ پیدا کی ہو۔ کسی نے ستونون پر سونا چڑھوایا کسی نے کوئی نیا مینار قائم کر دیا۔ کسی نے کوئی محراب بنوا دی۔ غرض یونہین یہ جامع مسجد ہر روز ایک تازہ شان و شوکت حاصل کرتی رہی۔ جس ترتیب سے آئندہ خلفا نے اس مسجد کو بارونق بنایا اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ عبد الرحمن بن معاویہ نے تعمیر شروع کی۔ اوسکے بیٹے ہشام نے تکمیل کو پہونچایا کیونکہ عبد الرحمن ناتمام چھوڑ کے مر گیا تھا۔ ہشام کے بیٹے عبد الرحمن اوسط نے کوشش کی کہ یہ جامع بمقابلہ سابق کے اور بڑی ہو جائے۔ اس امر کی کوشش اوس نے شروع کی تھی کہ ناتمام چھوڑ کے مر گیا۔ عبد الرحمن اوسط کے مرنے کے بعد محمد بن عبد الرحمان الاوسط نے اپنے باپ کی ناتمام کوششون کو پورا کیا۔ المنذر نے اس کی ترمیم کی۔ الناصر الدین اللہ نے بعض حصون کو از سر نو بنوایا۔ اور پرانا برج منہدم کرا کے نیا برج تعمیر کرایا۔ جو نہایت ہی خوشنما اور شاندار تھا۔ اور جو آج تک موجود ہے۔ مگر الحکم نے مسجد مین بہت زیادہ اضافہ کیا اس لیے کہ اس وقت قرطبہ کی آبادی بہت زیادہ ہو گئی تھی جس کے لیے مسجد اپنی گذشتہ وسعت سے کافی نہ ہو سکتی تھی۔

—باقی آئندہ—

تماشاگاہ عالم

دنیا میں صرف اہل تصوف اہل ذوق مانے گئے ہیں- اور اس میں شک نہیں کہ خیالی اور الہامی کیفیات ذہنی پر غور کرتے کرتے اُنھوں نے اپنا ذوق کچھ درست بھی کر لیا ہے- زاہد جو نکے عقیدت کیش اور احکام شرعی کے بے عذر فرمان بردار تھے اُن کو خشک طبعی اور درشت مزاجی کا الزام دیا گیا ہے- رندانہ مشرب والے چونکہ محسوس لذتوں کی غیر مستقل مسرتوں میں پڑ گئے لہذا وہ بھی چھوٹے ظرف والے خیال کیے گئے یہی الزام تھے جن کی بنا پر دونوں کی بے اعتباری ہو گئی- اگر اس خاص میں اعتبار کیا گیا تو صوفیوں کا جنہوں نے جس طرف توجہ کی صرف ایک بالطف ذوق حاصل کرنے اور طبیعت میں ایک زندہ دلی کا مذاق پیدا کرنے کے لیے- وہ محسوس لذتوں اور چند ہی روز میں ڈھل جانے والے جوبنوں کی طرف نہیں متوجہ ہوتے-

بیشک صوفی اہل ذوق ہیں- عالم کی دلچسپیوں پر غائر نظر صرف انہیں کی نہیں پڑی دوگروہ ہوئے ہیں جنہوں نے دنیا کی ہر حالت کا اندازہ کرنا چاہا- اور ہر طرف کامل توجہ کی- اول تو یہی اہل تصوف جن کے اہل ذوق ہونے کا ابھی ہم اعتراف کر چکے ہیں- دوسرے اہل فلسفہ جنہوں نے سچ پوچھیے تو عالم کی ہر حالت اور بازیچۂ دنیا کے ہر منظر پر بہت زیادہ غور کیا لیکن فرق اتنا ہے کہ اہل تصوف نے صرف ایک خیالی دلچسپی حاصل کرنے کے لیے اُنکی طرف توجہ کی- اور فلسفیوں نے ان باتوں کو اُن کی ماہیت اور اصلیت دریافت کرنے کے لیے دیکھا دونوں کا کام گو ایک تھا مگر غرض بدلی ہوئی تھی- صوفی اپنے نفس کے واسطے صرف سامان مسرت حاصل کرنا

چاہتے تھے۔ اور فلسفی خدا کے رموز اور قدرت کے اسرار کا طلسم اپنی ذہانت کے زور سے توڑنا چاہتے تھے۔ لیکن اگر انصاف سے دیکھئے تو مزہ کچھ صوفیون کی باتون ہی مین خوب آتا ہے۔

فلسفی اپنے کنج تنہائی مین بیٹھا ہے اور اُسکا خیال اسباب وحقیقت اشیا کے تجسس مین گرم سیر ہے۔ اُسکا نفس اسباب وعلل ڈہونڈہنے مین اس قدر منہمک ہو گیا ہے کہ اُسکے دل پر دنیا کی لذتون اور مسرتون کا بالکل اثر نہین ہوتا۔ یہ دل کی بے حسی اس درجہ کو پہونچ گئی ہے کہ قدرت کے جادو جو اکثر اثر پذیر دلون پر چل جایا کرتے ہین اُسپر بالکل نہین کامیاب ہو سکتے۔ اس کا خیال صحرا کی طرف جاتا ہے۔ وہان غزالان صحرا کو ادہر اُدہر چوکڑیان بھرتے دیکھتا ہے جنہون نے دشت نجد مین قیس عامری کو لیلیٰ کا بھوہ نو دیا کرتا تھا۔ مگر وہ اُنھین یعنی فلسفیانہ تحقیق مین ایک حیوان غیر ناطق اور بہ مقابلہ انسان ایک ادنی درجہ کا حیوان تصور کرتا ہے۔ خیال اُسے باغ کی طرف لے جاتا ہے۔ گل وبلبل کے افسانہ اُسکے کان تک پہونچتے ہین۔ بلبل کی داستان عشق سنتا ہے گل کی معشوقانہ بے پروائیون اور غرورانہ تبسم نازکو دیکھتا ہے مگر مصداق العلم حجاب الاکبر یہ تمام نغما ین جو زبان حال سے ادا کیے گئے اُسکی سمجھ مین نہین آتے۔ اور وجہ یہی کہ اُسکا خیال ان باتون کے اثر اور لطف کی طرف نہین متوجہ۔ وہ تو فقط یہ دیکھتا ہے کہ ان کی اصلی حقیقت کیا ہے جس کا جواب اُسے اپنے کانشنس سے اسی قدر ملتا ہے کہ بلبل کے نغمہ اگرچہ ایک نہایت زیر وبم اور مختلف سرون کی وجہ سے کسی قدر موزون سے معلوم ہوتے مگر بالکل مہمل اور بے معنی ہین۔ پھولون کی نازک پنکھڑیان۔ اُنکے تروتازہ اور شاداب مسکرانے والے ہونٹھ۔ اُنکا نظر فریب رنگ۔ اُنکی روح افزا خوشبو ان سب چیزون کو بھی وہ ایک موسمی ہدیہ قدرت خیال کرتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اول سے آخر تک اُنکے مزاج اور اسباب وجود پر غور کرتا رہا۔ لہذا اُسکے دل پر کسی قسم کا اثر نہین ہوا۔ بلکہ صاف یہ ہے کہ وہ سمجھا ہی نہین کہ یہ کیا چیزین مین۔ شعرا کو کیا ہو گیا ہے جو ہمیشہ انہین چیزون کا ذکر کیا کرتے ہین۔ اور سب باتون کو جانے دیجئے۔ اس سے زیادہ بے حسی کیا ہو گی کہ نازنینان دلربا اور ناز فروشان حور ادا کی ظالم آنکھین جنکی

تیر نظر کے بسمل ہوتے ہین۔ رند اور صوفی دونون ایک دوسرے کے رقیب و حریف ہین اُن کے وہ تیر جو ہر نشانہ کو بے خطا اُڑا دیا کرتے ہین وہ بعض اوقات اس متفکر فلسفی کے دل بھی آئے مگر اس کا دل خدا جانے کس لوہے کا بنا تھا۔ کہ بغیر اسکے کہ اُسے فرہو دل سے ٹکر کھاکے الگ جا پڑے۔ فلسفی اپنی تحقیق کی دُہن مین اسقدر سنگدل بن گیا ہے کہ تماشاگاہ عالم کی دلفریبیون سے لطف اٹھانا اُسے کچھ نہین نصیب ہوا۔ ہمارے خیال مین یہ ایک بے نتیجہ محققانہ سیر تھی۔ مگر صوفی جو اہل ذوق و اہل دل مانا گیا ہے اُسکی سیر اُسکے خلاف اور درحقیقت بڑے مزے کی سیر ہے۔

صوفی کو بھی خدا نے ویسا ہی دل اور ویسی ہی آنکھین دی تھین جیسی کہ خدا نے ہمارے بانی فلسفی کو دی ہین۔ مگر وہ تماشاگاہ عالم کو ایک مزیدار تھیٹر کا اسٹیج خیال کر کے دیکھتا ہے۔ اُسکا حجرہ یا اُسکی خانقاہ دراصل تھیٹر کا ایک عمدہ باکس ہے جہان سے بیٹھ کے وہ تماشاگاہ عالم کی سیر عجیب بامزہ محویت کے ساتھ کرتا ہے۔ دنیا کے تغیرات جو بالکل تھیٹر کے پردون کی طرح ساعت بساعت بدلتے رہتے ہین اُنکے ہر سین کو وہ مزہ لے لے کے دیکھتا ہے۔ یہ حالات دیکھ کے وہ فلسفی کی طرح فضول اور بے مزہ بحث مین نہین پڑ جاتا کہ ایسا کیون ہوا۔ بلکہ ہر کیفیت کی موجودہ لطف سے لذت اُٹھاتا ہے۔ اور ہر قدرتی اثر سے متاثر ہو جاتا ہے۔ بزم قدرت کے دلفریب ممبر یا تماشاگاہ عالم کے سچے یا اصلی بہروپ مین نظر آنے والے ایکٹرون کی زبان حال سے جو کچھ سنتا ہے اُسکو سمجھتا بھی ہے۔ جن ہرنون کی طرف دیکھ کے مجنون عشق عامری اور صاحب المذہبہ نے جن ہرنون کی طرف دیکھ کے کہا تھا۔

بالله یا ظبیات القاع قلن لنا ۔۔۔ لیلای منکن ام لیلیٰ من البشر

(جنگل کی ہرنیو! تمہین خدا کی قسم بتاؤ میری لیلا تم مین سے ہے یا آدمیون مین سے ہے؟) اُن ہرنیون کو وہ بہت غور کر کے دیکھتا ہے۔ اُن کے خط و خال۔ ان کی سرمگین اُنکی مستانہ آنکھون کو دیکھ کے وہ بھی بے اختیار چلا اُٹھتا ہے کہ ہان۔ ہان بیشک ان مین معشوقیت یا مجنون کی زبان مین ایک قسم کا لیلا پن ہے۔ اور اس تصور کو استقلال کے ساتھ دل مین جما کے وہ ان ہرنون کی ہر ادا کو نہ دیکھتا ہے اور

بیتاب ہو ہو کے رہ جاتا ہے۔ فلسفی کی تحقیق کو وہ ذلت کی نظر سے تامل کے
قیس عامری کو اُنکی اُسس عمدہ ذوق پر ڈگری دیتا ہے جسکی بنا پر اُنھون سنے این عشق
مین اچھا ذکر کسی ای ہیروئن کو بارہا دیا شبہ لیلا ، اکے پیارے لفظ سے یاد کیا تھا
وہ گل و بلبل کے افسانہ کو عبرت و حسرت کے کانون سے سنتا ہے۔ بلبل کی نالہ و
زاری اور عاشقانہ شکایتون کو وہ سمجھتا ہے۔ وہ بلبل کے اُس مذاق کو نہایت
پسند کرتا ہے جس نے اُسے کسی عاشق کا ہمدرد و ہم مذاق بنا دیا۔ اور پھول کی اس
صلاحیت پر نہایت محظوظ ہو جاتا ہے۔ جو ہمیشہ اُسے کسی گلکل پیرہن کا زیور بنا دیا کرتی
ہے۔ اُس کا خیال تدریجاً ہر طرف جاتا ہے اور . . . کہ وہ عالم کی ہر کیفیت کو بخوبی دیکھ
بھال لیتا ہے۔ آخر اس کا خیال اُس ناز و . . . کے جلوے پر پہونچتا ہے۔ جو دنیا
کے اسٹیج پر ایک دیوی یا ایک ہیروئن بن کے آتی ہے۔ وہ اُسکو قدر کی نگاہون
سے دیکھتا ہے۔ اُسکے ہر تیر نظر کو شوق کے ساتھ خود ہی اپنے دل پر لیتا ہے۔ اُسکا
دل فولاد کا نہین۔ بلکہ جو تیر آتا ہے وہ . . . دل مین پیوست ہو کے اُسے درد مند
بنا دیتا ہے۔ دلی لطف اُٹھانے والے ہیٔ بات کی دُھن مین کبھی اُسکی زبان
سے آہ نکل جاتی ہے۔ اور کبھی واہ کی آواز سنی جاتی ہے۔ تماشاگاہ عالم کی
سیر دیکھنے والا اصل مین پوچھیے تو وہی ہے۔ دنیا غفلت مین تھی۔ خدا پرست
عبادت مین تھے۔ قدرت کے سامان جو دنیا والون کی دلچسپی کے لیے بھیجے گئے
تھے اُن سے لطف اُٹھانے والا کوئی نہ تھا۔ یہ سب سامان عام بے توجہی کے
پردے مین چھپے پڑے تھے۔ اہل دل اور سچے ذوق والے صوفی نے وہ بے
توجہی و غفلت کا پردہ چاک کیا وہ عالم اور وہ تماشا دیکھا جو اور کسی کو نہین نظر آیا
تھا۔ انھین تماشون نے اُسے ایک ایسے خیالی خلوت کدے مین بٹھا دیا جس کی
دلچسپیون نے اُسے مرتے دم تک وہان سے باہر قدم نہ نکالنے دیا۔

ہان رند مشرب البتہ اُس پاکباز صوفی کے کم ظرف ہم مشرب تھے۔ جن سے
اتنا ضبط نہو سکا کہ ان کیفیتون کو ایک خیالی عزلت کدہ مین بیٹھ کے دیکھتے۔ اُنکے
دل مین یہ تماشا دیکھ کے مجنونانہ جوش پیدا ہوا۔ وہ اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔
اور اُس جوش کے ساتھ کہ جس دلچسپی کے محسوس سامان تک رسائی ہوگئی

بس اُسی کے ہو رہے ۔ آہ ! ہمین اپنے اُس رند مشرب دوست کے حال پر بڑا ترس آتا ہے ۔ اپنے ذاتی طبیعت کے ولولہ مین وہ بھی دراصل ایک پاکباز صوفی تھا ۔ کاش اگر وہ اپنی اُسی حد پر قائم رہتا اور صرف خیالات سے حسن مہوشان کی قدر کرتا رہتا تو ہم اُسکے مرید ہوتے اور اُسے صوفی صافی کہتے ۔ یا اگر خیالات کا جوش دل مین مخفی نہ رہ سکتا تھا ۔ تو اُس نے اُنھیں صرف الفاظ کے ذریعہ سے ظاہر کیا ہوتا ۔ ایسی حالت مین ہم اُسے ایک نازک خیال شاعر کہتے اور سمجھتے کہ اُس پر مبدء فیاض کی طرف سے الہام نازل ہوتا ہے ۔ وہ جس ماہ وش کا دیوانہ ہوا تھا اور جسکی دلربا صورت اُسے تماشاگاہ عالم کے اسٹیج پر نظر آئی تھی اُسکی چشم نرگسین ۔ اُسکے رخسار آتشین ۔ اُسکے لب لعلین ۔ اُسکے دردندان بلکہ اُسکے انتہے جوتیون کی غیر مہذب تعریف مین جاتا جس قدر مبالغہ کرتا مگر ہم اُسے اپنے نزدیک ایک شاعر ہی خیال کرتے ۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اُس ذرا صبر نہو سکا ۔ اُس نے ایک جادو نگاہ کی صورت دیکھی اور اُسکا دیوانہ ہوگیا دیوانہ ہی نہین ہوا بلکہ افسوس ظالم نے اتنی بڑی جرأت کی کہ خود رفتگی کے ساتھہ دوڑ کے اُسکے گلے سے لپٹ گیا ۔ اُس نے تماشاگاہ عالم کی باقی کیفیتون سے آنکھ بند کر لی اور صرف ایک جفا شعار و فا فراموش کا ہو رہا ۔ اُس نے شائستگی کو بھلا دیا ۔ اُس نے صوفیون کا ہم مذاق بنکے اُنکے نام پر ویسا ہی دھبہ لگایا جیسا دھبہ ہاروت و ماروت نے فرشتون کے نام پر کبھی لگایا ہوگا ۔ آہ ! وہ بدمعاش ہوگیا ۔ اور دنیا اُسے ہر طرف سے لعنت ملامت کر رہی ہے ۔ مگر حقیقت مین دنیا کتنی بڑی مکار چیز ہے ۔ واقعی اسکا ظاہر و باطن یکسان نہین ۔ دنیا کی آبادی اس کھل کھیلنے والے رند مشرب پر لعنت کر رہی ہے ۔ مگر دل ہی دل مین حسد بھی کر لی ہے ۔ کہ ہائے وہ کیسے مزے کی زندگی گذران رہا ہے جس مہ جبین کے گلے سے وہ بے تکلفی کے ساتھہ لپٹ گیا ہے اُس کے چاہنے والے سب تھے ۔ فرق اتنا تھا کہ صوفی کہتے تھے کہ جس طرح برہمن بت کی پرستش کرتا ہے اُسی طرح تم بھی دور ہی سے اُسکی قدر کرو اور اُسے عشق کی آنکھون سے دیکھو مگر پاس جانے کا نام نہ لو ۔

الغرض تماشاگاہ عالم عجب امتحان کا مقام ہے - جہان ان تینون مذکورہ فریقون کا امتحان ہو گیا - لیکن کتنا بڑا اور کتنے بڑے افسوس کی بات ہے کہ دنیا ہدایت کرتی ہے کہ ہر دلچسپی کو دور سے دیکھو - لیکن جو قریب جاتا ہے اُسکی حاسد بن جاتی ہے -

عراق عرب

ایک ہندوستانی رئیس نے عراق عرب کا سفر کیا - اور اُس طرح نہین جسطرح اکثر لوگ آنکھین بند کرکے ایسے مقدس مقامات کی زیارت سے شرف یاب ہوا کرتے ہین بلکہ اُنھون نے اُس سرزمین کی تمام باتون کو نہایت غور سے دیکھا - ہم اس سفرنامہ کو وقتاً فوقتاً شایع کرین گے اور آخر مین اُن کے سفر کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کرین گے :-

بصرہ سے نجف تک

راقم اثم گذشتہ فصل ربیع مین بغداد کی خزان کی بہار مین لوٹ رہا تھا - اُس نامور دارالخلافت کو نظر عبرت دیکھا اور بصرہ سے کربلاے معلیٰ تک تمام سرزمین کو چشم بصیرت سے مشاہدہ کیا - ان آبادیون کا تو پھر ذکر کرونگا - اسوقت ایک ویرانہ کی دردناک داستان اپنے سامعین کو سنانا چاہتا ہون - شہر مدائن کے کھنڈر دیکھ کر حسرت عبرت اور عظمت کے خیال کچھ ایسے دماغ مین نقش ہو گئے کہ سب سے پہلے اُسی شکستہ حالی بیان کرنے کو جی چاہتا ہے - سکندر اعظم کے تاخت تاراج کے بعد خاندان ساسانی کی سلطنت ممالک ایران مین قائم ہوی اردشیر بابک اسکا خاص کر بانی تھا شاپور ذوالاکتاف بہرام گور نوشیروان عادل اور خسرو پرویز اسی نسل کے نامور فرمان رواؤن کے نام ہین - اسی سلطنت کی حکومت سرزمین عرب عراق مین ایران خراسان - ماوراءالنہر - افغانستان اور ہندوستان کے بعض اضلاع شامل تھے - خسرو پرویز کے اقبال بلند نے شام و مصر کو بھی اسی سلطنت کا جزو بنا لیا تھا - ان سلاطین نامدار کا تختگاہ اور اس عظیم الشان سلطنت کا صدر شہر مداین تھا - یہی مہیب سلطنت تھی جو سلطنت روم کی ہمیشہ خوفناک حریف رہی - یہی وہ دارالسلطنت تھا جسمین مذکورہ بالا زرخیز ممالک کا خراج آتا تھا - یہی وہ دربار تھا جس مین

بہ اہتیاصرہ روم گذراشتہ پیش ہوے یہی وہ شہر ہے جسپر نوشیروان عادل کے
عدل و داد کا ابر رحمت سایہ گستر رہا۔ اور یہی وہ دار السرور ہے جس کے شبستان
عیش میں شیرین کے حسن کے جلوے خسرو کے عشق اور فرہاد کی نامرادیوں کے
چرچے مدتوں رہے۔ چند بیانات سے اس شہر کی شان وعظمت امن وراحت
اور تجمل وزینت کی حیرت انگیز تصویر ہماری تصور کی آنکھوں میں اب بھی پھر سکتی
ہے۔ یہ شہر بغداد سے تھوڑے ہی فاصلہ پر آباد تہا۔ اب اُسکے کھنڈر بغداد
سے بارہ کوس جنوب میں واقع ہیں۔ دجلہ کو ایک پل کے ذریعہ عبور کرنا پڑتا ہے
وہان تین جلیل القدر صحابیوں کے مزار واقع ہیں۔ اسلیے فاتحہ خوانی کے واسطے اکثر
مسافر بغداد سے مدائن جاتے رہتے ہیں۔ اور چونکہ زیادہ مشہور حضرت سلمان فارسی
کا مزار ہے اس لیے وہ مقام فی الحال سلمان پاک کے نام سے مشہور ہے۔ ہم بغداد
میں حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کے جوار میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ۸ ماہ
صفر ۱۳۱۹ھ کو مدائن کو دیکھنے چلے۔ کچھ اور بھی سیاح تھے اور ہمارے چھوٹے سے
قافلہ میں سب قریباً چالیس آدمی تھے۔ متولی درگاہ کی عنایت سے دو گھوڑے
آٹھ گدھے اور دو خچر سواری کے واسطے آ گئے۔ کرایہ فی کس دو روپیہ قرار پایا
یہ بات قابل بیان ہے کہ خر بد تمیز اُس دیار کی رسم کے موافق ساز و یراق کے خوب
درست تھے۔ سر پر کلغی اُسمیں شیشے درخشان۔ گلے میں ریشمی گنڈے۔ گھوڑے
جو غریب بغداد کے تھے اُنپر کوہنہ شکستہ ریختہ سامان چار جامہ سے بندھے ہوئے تھے
مجھکو شیخ سعدی کا شعر یاد آیا اپنے یاران سفر کو سنایا اُنھوں نے بھی لطف اُٹھایا
مجھکو ہی عشرت ہوئی کہ اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان + طوق زرین ہمہ در
گردن خرمی بینم + جب گھوڑوں اور گدھوں کی تقسیم ہوئی تو وہ اُسکو دیا جسکے
نالائق نظر آیا + اور اوروں کو فربہ اندام گدہے۔ مجھے شکستہ حال دیکھکر ایک گھوڑا
دیدیا۔ اگرچہ گدہونکا ساز و سامان اور اُنکی تیز رفتاری دیکھکر رشک آیا۔ لیکن اپنے
وطن کے ایک قدیم رفیق نے دلدہی کر دی۔ یعنی یہ خیال کر کے دل خوش کیا کہ
خوب ہوا گدہے پر سوار نہوے۔ عرب کے گدہے بہت تیز گام ہوتے ہیں۔ بغداد
میں ایک گدہا ہے جسکا نام ابو جناح ہے (یعنی اڑنے والا) میں نے وہان سنا

تھا کہ ایک انگریز نے ہزار روپیہ مین اُسکو خرید کر ولایت بھیجنا چاہتا تھا۔لیکن مالک نے منظور نہین کیا۔ القصہ صبح کی نماز پڑہکر ہم نے اپنا سفر شروع کیا اگرچہ ترشح ہو رہا تھا لیکن ہم چل کھڑے ہوئے یہ چھوٹا سفر بہت ہی خوشگوار تھا۔ راستہ دجلہ کے کنارے کنارے جاتا ہے۔ آب پاشی کیواسطے لب دجلہ جا بجا کنوئین موجود ہین جنکی گہرائی ہمارے ملک کے کنوؤن سے زیادہ نہ ہوگی۔ ان کنوؤن مین نالیون کے ذریعہ سے دجلہ سے پانی لاتے ہین۔ اور کھیتون کو سیراب کرتے ہین۔ ایک جگہ دیکھا کہ ایک کنوئین پر تین گھوڑے جدا جدا آئین پر کھینچ رہے ہین شتہ۔ اتنا ہی بڑا اتنا جیسے ہندوستان کے ان ممالک مین رائج ہین اور سب کہ معمولاً دو بیل کھینچتے ہین۔ گھوڑیان ہر رنگ کی نہایت تیار اور تنومند تھین۔ دوسرے کنوئین پر سفید جوڑی دیکھی جسکو یہان کی ممتن اور تمتم کے شوقین بہت رغبت سے پسند کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان مین جو مصیبت چارہ کی غفلت کی غرض سے علی العموم کاشتکارون کے جانورون پر رہتی ہے وہ وہان نہین ہے اس سے اُنکے مالکون کی بھی خوشحالی کا ثبوت ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جسقدر اہل حرفہ آسودہ ہوتے ہین اُسی قدر اپنے حرفے کے آلات کو درست و آراستہ رکھتے ہین۔ ہمارے ملک مین بیل اُنہین کاشتکارون کے موٹے نظر آتے ہین جنکے مالک آسودگی سے بسر کرتے ہین۔ کاشتکارون کے کاروبار مین اُس ملک مین کہین کہین بیل بھی نظر آتے ہین مگر بہت کم۔ راستہ مین ہمکو کوئی گانوٗن نہین ملا۔ دور دور پر کچھ جھونپڑے یا خیمے البتہ نظر آجاتے تھے۔ لیکن زراعت کی خوبی وعمدگی سے مفہوم ہوتا تھا کہ ملک خوب آباد ہے۔ یہ موسم ٹھیک برسات کا تھا۔ اور فصل ربیع کی تخمریزی ہو رہی تھی۔ وہان کی زمین اس قسم کی ہے جسکو ہم دیہاتی مٹیار کہتے ہین۔ شاید یہ لفظ دلی اور لکھنؤ کے مرزا منشون کے کانون پر گران ہو۔ لیکن ایسے سخت جرم کے واسطے نازک اور لطیف لفظ کا ملنا شاید ممکن ہی نہین ہے۔ یہ مٹی عموماً چکنی ہے اور اسمین چیک زیادہ ہے۔ یہی وہ عراق کی مٹی ہے جسکی زرخیزی اور پیداوار کا ایک عالم مین شہرہ ہے۔ عصر اور ظہر کے مابین ہم وادی مداین مین پہونچے چار کوس کے فاصلہ سے طاق کسریٰ کا سر بفلک ایوان نظر آنے لگا جو اس کس مپرسی کے عالم مین اپنے زمانۂ اقبال کا خاتمہ کر رہا ہے۔ یہ عمارت دور سے

ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کوئی کچی عمارت ہو اور غالباً بیرونقی سیکڑون بار باڑھ کے پانی سے ڈھہنے سے پیدا ہو گئی ہے۔ ہمارا دلی عقیدہ تھوڑی دیر کے واسطے اس عبرت خیز منظر کی جانب سے بے توجہی کرتا ہے۔ اور ہم صحابہ کرام کے مزارون پر فاتحہ پڑھنے کے واسطے بڑھتے ہین۔

شہر مداین مین تین جلیل القدر صحابیون کے مزار ہین۔ ایک حضرت سلمان فارسی کا۔ دوسرا حضرت خذیفہ بن الیمان کا ہے۔ تیسرا حضرت عبداللہ انصاری۔ یہ تینون مزار اُس زمانہ کی یادگار ہین جب شجاعان عرب نے تیرہ صدی اُدہر عجم مین سلطنت ساسانیہ کا خاتمہ کر دیا تھا۔ جو سادگی اُس زمانہ کے اہل عرب کی اعلیٰ صفت تھی۔ وہ اُنکے مزارون پر برس رہی ہے۔ حضرت سلمان فارسی کا مزار ایک کشادہ میدان مین واقع ہے۔ سلطان المعظم خلداللہ ملکہ نے مسافرون کی آسایش کے واسطے پختہ کاروان سرائے بنوادی ہے۔ چارونطرف عمارتین بنی ہوئی ہین اور مسافر بے کرایہ وہان رہتے ہین۔ صدر دروازہ کے اوپر دونو پہلوؤن پر بالاخانے بنے ہوے ہین۔ دروازہ کی چھت اُنکا صحن ہے۔ یہ بالاخانے عجب دلفریب موقعون پر واقع ہین۔ سامنے دریاے دجلہ موجین لے رہا ہے۔ اُس چشمہ شیرین کا سرسبز و شاداب وادی کوسون پھیلا ہوا ہے۔ جس کے نظارہ سے روح کو فرحت اور نگاہ کو خنکی حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ اب دریا اس ویرانہ سے میل بھر دور ہے لیکن مداین کی اقبالمندی کے زمانہ مین بالضرور وسط شہر مین ہوگا۔ شہر کے پر فضا باغون کی سیرابی اور روح افزا مکانون کی رونق اسکے انہار جاریہ کی بدولت ہوگی۔ مگر افسوس اب نہ وہ باغ ہین نہ وہ مکان۔ نہ وہ فضا ہے۔ نہ وہ رونق ایک سناٹے اور ہو کا عالم ہے۔ جو دل مین حسرت اور نگاہ مین عبرت پیدا کرتا ہے

بد عہدی عمر بین کہ گل در دہ روز — سر برزد و غنچہ کرد و بشگفت و بریخت

کاروان سراے کے صدر دروازہ کے نیچے کی صحنچیون مین دو دو کانین بنی ہین۔ ضروری خوراک کا سامان مہیا رہتا ہے گھوڑون کے واسطے اصطبل جدا بنا ہوا ہے۔ اسی احاطہ مین ایک قدیم مسجد ہے۔ اسکی پشت پر ایک حجرہ ہے جسکا دروازہ مسجد کی قبلہ رخ دیوار مین ہے۔ اس حجرہ مین حضرت سلمان

فارسی کی قبر ہے - یہ حجرہ مقفل رہتا ہے - اور کبھی کبھی کھولا جاتا ہے - ہم نے اول
طعام بعدہ کلام پر عمل کیا اور کھانا کھا کر حضرت حذیفہ بن الیمان اور حضرت
عبد اللہ انصاری کے مزار کی زیارت کو چلے - اس سرا سے مین آدہ میل کے
فاصلہ پر یہ مزار ہین - ایک احاطہ مین دو حجرے ہین اور ایک ایک حجرے
مین یہ دو نو صحابۂ بزرگ آسودہ ہین - رضی اللہ عنہما وہان سے فراغت پا کر ہم
مدائن کے کھنڈرون کی طرف پہونچے - ہر طرف خاک کے انبار او مٹی کے ڈہیر نظر آتے
ہین - اب یہ سوا سے عالم الغیب کے کون جانتا ہے کہ وہ کس کس عمارت کی وحشت
خیز یادگارین ہین - وہ طاق کسریٰ جسکا عالم مین شہرہ ہے اور جسمین کسی روز
ساسان اول کا پر عظمت دربار ہوگا - آج ایک سنسان میدان مین کھڑا ہوا ہے
اس کمرہ کے اور تو تمام حصے گر گئے صرف ایک کمرہ باقی ہے - یہ کمرہ مدور ہے
جسکا قطر پچاسی فیٹ اور ارتفاع ۱۶۰ فیٹ ہے - ہر طرف محراب دار بلند دروازے
ہین - یہ عمارت اینٹ کی ہے اور اینٹ چار انگشت موٹی اور دو بالشت لانبی ہے
ایک منہدم دیوار کے آثار کو ناپا تو آٹھ قدم چوڑا تہا - اس کمرہ کی دیوار پر گچ یا
اور کوئی مصالحہ اب باقی نہین ہے - جا بجا دیوار مین لکڑی کے کھٹے مضبوطی کے
واسطے لگے ہین جنکی اصلیت بخوبی سمجھ مین نہین آئی ہمارے ہندوستان مین جیسے طاق
وغیرہ خوبصورتی کے واسطے بنا دیتے ہین - اُس کمرہ مین کوئی چیز نہین البتہ
بہت بلندی پر ایک طرف الماری کے مثل کی ایک چیز ہے - چونکہ دار یار نہین
اس لیے بنانے والے کی غرض روشنی یا ہوا کی اُس سے متعلق نہوگی - کیا عجب
ہے جو کوئی مذہبی معبود برکت کے واسطے اُس مین رکھا جاتا ہو - ایک حصہ اسکی
دیوار کا بخط مستقیم مسلسل جھکتا ہے - ہم جس واقف کار کو بغداد سے لائے تہے
اُس نے بیان کیا کہ یہ تیل کا خزانہ ہے اسمین خوشبودار تیل بھرا جاتا تہا اور
وہ تیل نلونکے ذریعہ سے تقسیم ہو کر روشنی کی بتیون تک خود بخود پہونچتا تہا - یہی وہ
عمارت ہے جو آنحضرت کی ولادت باسعادت کے وقت شق ہو گئی تہی ع چو صیتش
در افواہ دنیا فتاد الخ - ایک جگہ سر تا پا شق ہے ایک جگہ تہوڑی تہوڑی
شق ہے - چونکہ اس عمارت سے یہ مذہبی معجزہ متعلق ہے - لہذا اعلیحضرت سلطان

خلیفہ رسول اللہ کی جانب سے اس عمارت کی اینٹ نکال لینے یا اور کوئی تصرف کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ مغرب کے وقت ہم وہان سے لوٹے۔ بعد نماز مغرب حضرت سلمان فارسی کے مزار پرانوار کا دروازہ کھلا۔ ہم فاتحہ پڑھنے اندر گئے۔ کہتے ہین کہ حضرت غوث الاعظم رح یہان اکثر چلا کشی فرمایا کرتے تھے۔ اسکے بعد ہم پڑکر سورہے۔ شب کو حفاظت کا سامان سلطان کی جانب سے تہا۔ کیونکہ اکثر چوکیدار کی آواز آتی تہی۔ نصف شب کو میری آنکہ کہلی دجلہ کے کنارے قاز اور مرغابی وغیرہ شکاری جانورون کی آواز پیہم آرہی تہی مجہکو اُس بار بعید مین اپنا وطن اور دوستون کے ساتھہ شکار کہیلنا یاد آیا۔ دل مین عجب اضطراب پیدا ہوا۔ ع خوب روے رات ہم سنسان ہامون دیکہکر + ہمکو مجنون یاد آیا پیہ مجنون دیکہکر + خیر یار باقی صحبت باقی کہکر دل کو تسلی دے لی۔ افسوس کہ مین ہندوستان آنے ہی نہ پایا تہا کہ بعض اُن ہمراہیون نے دوست جنت مین آرام سے جا دیئے۔ رات کو منہہ خوب بر ساصبح کو بغداد روانہ ہوئی۔ راستہ مین وہی عالم تہا۔ اور وہی سیر تہی۔ خر سکین اور اُسکے سوارون کی مصیبت رات کے مینہ نے کچہ زیادہ کر دی تہی۔ ایک یہ تازی بات تہی کہ کثرت سے دو دو ڈہائی من کی وزن کی مچہلیان گدہون پر لدی ہوئی جابجا قطار در قطار چلی جارہی تہین۔ یہ مچہلی چونکہ سمندر کی تہی اس لیے شیرین دریا کی مچہلی سے زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔

راقم - ایک زائر

ناکامی

ہاے! بہت ہی دل خراش پیز ہے۔ دیت تو دوست خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے ایسے ارادون مین ناکام رہنے والون کا نقشہ کھینچتے وقت ہم خود غوطے مین آجاتے ہین کہ کیا لکہین۔ ہاے! اسی ظالم ناکامی کی بدولت بہت اولوالعزم بادشاہ ہزار دل حوصلہ مند جوانمرد اور بہادر بڑی حسرت اور ناامیدی کے ساتھہ دنیا کے دلچسپ اور

پر فراسین کو خیرباد کہکر ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئے۔

سچ تو یہ ہے کہ جس آرزو نے بچپن کے زمانہ سے جوانی یا بڑھاپے کی عمر تک دماغ کے ایسے بخوف مقام مین نشو نما پائی ہو اور پھر تقدیر کے مقرر کیے ہوئے وقت پر اُسمین ناکامی نصیب ہو کیسا ہی بہادر اور دل چلا آدمی کیون نہو ایک دفعہ تو آہ کی دل شگاف کرنے والی نفظ کو کراہتی ہوئی زبان سے نکالکر بیٹھ ہی جاویگا۔

ایک ہونہار طالب علم جسکو باپ کی فارغ البالی کی بدولت اور مان کے دامن شفقت کے سایے مین زمانے کی تغیر پسند طبیعت سے آجتک سابقہ ہی نہین پڑا ہے اور جسکا سادا اور بھولا دل گردش لیل ونہار سے بالکل واقف ہی نہین ہے شب وروز اپنی درسی کتابون کے مطالعہ مین مصروف ہے۔ امتحان کا دن قریب ہونے سے آدھی آدھی رات روزانہ معمولی پڑھائی کے علاوہ گھر پر مطالعہ مین گذر جاتی ہے۔ شوقین ہونے کے سبب سے اُستاد بھی محبت اور دلاسے کے ساتھ اُسکی ہمت بڑھا بڑھا کر پڑھاتا ہے۔ مان۔ اپنے اکلوتے اور نوجوان بچے کی اس محنت اور جانفشانی کو اگرچہ بہت ہی قدر کے ساتھ دیکھتی ہے۔ مگر ساتھ ہی اُسکی تکلیف کا خیال کرکے مادرانہ مہر سے منع بھی کرنے لگتی اور کہتی ہے کہ بیٹا اتنی محنت نہین کرنی چاہیے۔ دماغ پر بہت زور پڑتا ہے بیمار ہو جانے کا بھی خدا نخواستہ اندیشہ ہے۔ اسے ہے اپنی صورت تو دیکھ محنت سے کیا ذرا سا منھ نکل آیا ہے۔ مگر اپنے شوق مین ڈوبا ہوا طالب علم اپنی مان کی ان باتون کو صرف مادرانہ مہر والفت پر محمول کرکے خیال نہین کرتا۔ اُدھر باپ اپنے ہونہار بیٹے کے شوق کا اندازہ کرکے آیندہ امیدون کی فہرست کو دیکھتے دیکھتے نہال ہو جاتا ہے۔ خصوص جب عالم خیال مین وہ اپنے بیٹے کو ایک معزز عہدے پر دیکھتا ہے مارے خوشی کے جامہ سے باہر ہونے لگتا ہے۔ وہ سمجھ چکا ہے کہ انٹرنس مین امسال کامیاب ہونے پر تدریجاً میرا بیٹا ایم اے تک پہونچے گا۔ میری بڑی خوش قسمتی ہے اگر میرا بیٹا قوم کے لیے ایک مفید آدمی ثابت ہو اور بیشک اچھی تعلیم سے آدمی کے دلمین ایسے ہی خیالات پیدا ہو جاتے ہین۔ علم سے بہتر کوئی چیز نہین ہوتی۔ مین اُن نازبردار والدین مین ہرگز نہ شمار کیا جاؤن

جو کثرت سے اپنی اولاد کو علم سے بے نصیب چھوڑ جاتے ہین اور اپنی ہجو کے لیے مرنے کے بعد بھی ایک بہت بڑے اور مہذب گروہ کا مونہہ کھلوا جاتے ہین۔ اگرچہ جس کام کا نام شادی رکھا گیا ہے وہ ایسی ہی خوشی کی چیز ہے کہ شادی کا ہی لفظ اسکے لیے مناسب تہا مگر مجھے اپنے ہونہار بیٹے کی شادی مین ابھی عجلت سے کام نہین لینا چاہیے گو اُسکی ماںکی زیادہ خوشی ہے۔ اسوقت شادی کرنا اسکی تعلیم کے لیے ضرور مضر ثابت ہوگا تانہ داری کے مختلف دہندے اسکی تعلیم مین بہت حرج ڈالینگے۔ خدا کی درگاہ مین بھی پنجگانہ نماز کے بعد اپنے بیٹے کے کامیاب ہونے کی دعا مانگتا ہے۔

ادہر خود ہونہار طالب علم اپنے ہم عمر احباب سے اکثر اوقات یہی ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ دعا سے میرے فراموش نہ کرنا۔ دعوتون کے دہندے ہین جو ہر روز نئے اقرار سے مستحکم کر دیے جاتے ہین۔ جلسون کا اقرار ہے یہ عہد و پیمان ہو رہے ہین کہ امتحان کا وقت بھی آگیا اور امتحان ہو بھی چکا تھے پر معلوم ہوا کہ ہمارے نوعمر طالب علم کو امتحان مین ناکامی ہوئی۔ آہ کچھ نہ پوچھو اکہ بوڑھے ماں باپ کے دلوں پر کیا صدمہ گذر گیا۔ بیچاری ماں تو کلیجہ تھام کے رہ گئی اور خاموشی کی خطرناک سکوت نے ہمیشہ کے لیے اُسکو خاموش کر دیا۔ بڈہا باپ بھی مایوسانہ صورت بناکر چپ ہوگیا۔ اُسکا تو پوچھنا ہی کیا ہے جس نے پورے ایک سال کی محنت ایسی امید کے نذر کر دی تھی۔

جن لوگون مین قومی ہمدردی اور قومی جوش بہت زیادہ ہوتا ہے پوری کوشش کے بعد جب اُنھین اپنے ارادون مین ناکامی ہوتی ہے تو ڈہارین مار مار کر رونے کے سوا اور کچھ نہین کر سکتے۔ بس ناکامی کی جان کو بیٹھ کر رو لیتے ہین اور چپ ہو جاتے ہین۔

آہ! ایک بلاکش حرمان نصیب فرقت دلدار مین بستر غم پر پڑا ہوا رات دن کراہتا ہے۔ بیچینی ایک دم چین نہین دیتی۔ آنکھین نم ہین اور آنسوؤن کی مسلسل لڑیان زاہدون کو بلور کے دانون کی تسبیح کا دہوکا دے رہی ہین مایوس اور پر حسرت صورت سے حزن و ملال کے سب آثار ظاہر ہین یار و غمخوار دلدہی کر رہے ہین معشوقون کی بے پروائی کا ذکر ہو رہا ہے۔ صبر اور استقلال کی خوبیان بیان کی جا رہی ہین۔

یہ کیون ؟ اس لیے کہ اس نیم بسمل کا دل کسی طرح کہیں تو سنبھل جائے - مگر آہ ہمارے دلدادہ دوست کے اُن عاشقون مین نہین جنکا قابو سے گیا ہوا دل ایسی باتون سے سنبھل جاتا ہے بلکہ یہ باتین اُسکے بےچین دلکو اور بے تاب کر دیتی ہین اور وہ زور غم سے ڈہارین مار مار کر رونے لگتا ہے - کلیجہ مین ہزارون زخم پڑ گئے ہین جو درد آنسوؤن کے مقطر کیے ہوئے پانی سے دہو دیے جاتے ہین - مگر جگر خراش آہ اُسوقت پھر ہرا کر دیتی ہے - بیچارہ فرقت دلدار مین بیچین ہونے کے علاوہ ایک جگہ ٹہر بھی نہین سکتا - بیقراری کسی پہلو قرار ہی نہین لینے دیتی - رات کی بے انتہا سیاہی اسکے لیے گور کی تاریکی سے کم نہین ہوتی - اور اوسپر تنہائی شب ہجران کی تنہائی بیشک ام الامراض ہے - اس تنہائی کے عالم مین یہ ہرچند چاہتا ہے کہ اور کوئی نہین تو اپنے بخت ہی کو جگا کر کچھ دل بہلائے - مگر آہ ! اس مبتلائے آلام کا بخت کچھ عجب میٹھی نیند سو رہا ہے کہ اُٹھنا کسیطرح جانتا ہی - اس بلاکش کی قسمت مین نیند اور آرام تو کہان مگر جو دفعتہً کو آنکھ جھپک جاتی ہے تو عالم خواب مین وہی پیاری اور دلربا صورت آنکھون کے آگے آجاتی ہے جسکے فراق مین اسکی جان تک پر بن گئی ہے - ہائے ناکامی اسکو یہان بھی اسکی آرزو پوری ہونے سے محروم رکھتی ہے - بس یکایک مہین اور شیرین آواز سے یہ فقرہ اسکے کان مین ہو نجتا ہے کہ ”کیا تم ہمین دل سے بہلا ہی بیٹھے“ اور یہ چونک اٹھتا ہے - اسوقت اسکے دل کا کچھ عجب حال ہوتا ہے آہ شرربار کے تیرون سے کلیجہ چھلنی ہوا جاتا ہے - درد رہ رہ کر اٹھتا ہے جس سے اسکا دل بیٹھ بیٹھ جاتا ہے - اُرمانون اور تمناؤن نے دلکو جولانگاہ بنا لیا ہے - حسرت اور تمنا کے ہجوم سے اور یہ آنکھین پھاڑ پھاڑ کے دیکھتا ہے مگر سوائے رات کی تاریکی کے اور کچھ نظر نہین آتا - اسوقت وہ اپنے دل سے باتین کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے ”بیشک مجھسے بڑی غفلت ہوئی مجھے در دلدار پہ ضرور حاضر ہونا چاہیے تہا - میرا معشوق مجھسے زیادہ وفاشعار ہے بیداری مین ممکن نہوا تو خواب ہی مین دلکی بات کہہ گیا - اچھا تو اب مین کس بات کا منتظر ہون ؟ مجھے مرکے ہی یہان سے چلدینا چاہیے ضرور چلدینا چاہیے - کوئی کچھ کہے مگر مین اب در دلدار ہی پہ جا کر ٹہیرونگا“ یہ خیالات اسکے دلمین کچھ ایسے پک جاتے ہین کہ صبح ہی بوریہ بدہنا سنبھال چل کھڑا ہوتا ہے -

دیکھنا چاہیے کہ جس وقت ہمارا دلدادہ عاشق مزاج دوست اپنے معشوق کے ارشاد کے بجا لانے پر تیار ہو کر چل کھڑا ہوا ہے اُس وقت دنیا کا دلفریب منظر کس ڈھنگ پہ ہے۔ گرمی کا آتشبار موسم ہے! دن کے گیارہ بجا چاہتے ہین ۔ آفتاب کی حدت اور تمازت تدریجاً ترقی پر ہوتی جاتی ہے۔ گرم ہوا کے بیباک طمانچے جو ہمارے سادہ دل عاشق مزاج مسافر کو جلانے مین رقیب کے طعنون سے زیادہ سرگرمی کے ساتھ کامیاب ثابت ہو رہے ہین- اُن مین گرمی رہ رہ کر بڑہتی جاتی ہے۔ خاک اُڑ رہی ہے اور باد سموم کے تھپیڑے اگرچہ اُسکے چمکتے ہوے چہرے کے ساتھ بہت بُرا سلوک کر رہے ہین مگر اسکو ذرا بھی پرواہ نہین یہ اپنی دُہن کا متوالا شوق دیدار جانان مین برابر قدم بڑہاتا چلا جاتا ہے۔

آہ! اُسکا سرخی مائل سفید رنگ ماند پڑنے لگا۔ اُسکا چمکتا ہوا چہرہ جو پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اب بالکل مرجھا چلا- اسپر بھی جو کوئی جھونکا زیادہ گرم آجاتا ہے تو یہ ہنسکر کہنے لگتا ہے ”الله ری تیری گرمجوشی“۔

سارے دن کی دہوپ اور گرم ہوا اسکے نہ برداشت کرنے والے دل نے بڑے شوق سے برداشت کی- اور قریب شام کے اس حرمان نصیب کی در دلدار تک رسائی ہو ہی گئی- اب یہ کوئے دلدار مین ہمہ تن شوق کھڑا ہوا- چارون طرف آنکھین پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا ہے گویا نظارۂ رخ جانان کے اشتیاق مین بالکل مست ہے۔

نہایت لہذا اسی طرح ایک رات اور دن گذر جاتے ہین - مگر افسوس اسکی آرزو پوری ہونی تھی نہ ہوئی- آخر ناچار ہو کر اس نے پلٹنے کا ارادہ کیا مگر نہ تو دلمین جرات تھی اور نہ ہمت اور نہ پانوٗن مین قوت رفتار ہی باقی تھی جب کچھ نہ بن پڑا تو آہ کرکے بیٹھ گیا- مگر بیتاب دل پلٹنے کب دیتا تھا - اُٹھا اور جون تون کرکے دو چار قدم چلا ہوگا کہ کسی نے اس سے دریافت کیا دیکھیے حضرت آپ کسطرح آئے تھے اور کیون واپس چلے؟

اے سوال کرنے والے ظالم اور ناخدا ترس بڑا ظلم کیا- افسوس تونے اسکی موجودہ حالت پہ بھی غور نکیا- اُسکا متشدد اور اُترا ہوا چہرہ اُسکی شدت گریہ سے سرخ اور جھکی آنکھین- اُسکی خمیدہ کمر جسکو وہ دونون ہاتھون سے مضبوط پکڑے ہوئے ہے اُسکے پپڑائے ہوے ہونٹ- اُسکے پریشان بال- یہ ساری چیزین اُسکے دل کی حالت

کو اچھی طرح ظاہر کر رہی تھیں - اُس شکستہ دل مسافر نے اس سوال کے جواب میں ایک آہ کی اور فارسی کے جادو نگار شاعر کا یہ مطلع پڑھکر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا

از در دوست بگویم چہ عنوان رفتم ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرمان رفتم

راقم ا - ع - از فرید آباد

"امیر اللغات"

"امیر اللغات" اردو زبان کے نئے لغت کا پہلا حصہ رامپور مین تیار ہوا ہے اسکے مصنف منشی امیر احمد صاحب امیر لکھنوی اُستاد نواب خلد آشیان ہین -
یہ لغت آٹھ جلدونکا ایک بڑا ذخیرہ ہوگا - اسکی پہلی جلد مین (جسکا یہ اشتہار ہے) تخمیناً تین ہزار لغات صرف الف ممدودہ کے ہین -

امیر اللغات مین لغات - اشتقاق - مرکبات - حقیقی اور مجازی معنی - اضداد مرادفات - تذکیر و تانیث - محاورات - مثلین - علمی - قانونی سندین - اور رسمی اصطلاحات دفترون اور پیشہ ورونکے محاورے - مردون اور عورتون اور عوام و خواص کی بات چیت کا فرق - صفات - تشبیہات - مقولے - کہیل وغیرہ وغیرہ موجود ہین - کاغذ عمدہ چھپائی نفیس تقطیع ۲۰×۲۶/۴ صفحات ۲۲۰ صفحے قیمت ۴ روپیہ ولایتی کاغذ پر - اور دیسی کاغذ پر ۳ محصول ڈاک ذمہ خریدار شائقین رامپور مین درخواستین بھیجین -

المشتہر محمد ممتاز علی آہ سکریٹری دفتر امیر اللغات ریاست رامپور روہیلکھنڈ

سلطان محمد ثانی اور قسطنطنیہ کی فتح

ترکان آل عثمان کی سلطنت کو قائم ہوے چھ سو برس ہوگئے - اور اُسی پہلے بانی خاندان کی نسل سے آج تک ۳۵ تاجدار سریر سلطنت عثمانیہ پر جلوہ افروز ہوکے فرمانروائی کرچکے - ایسی طولانی خاندانی سلطنت کی مثال یورپ کے کسی اور ملک کی تاریخ مین نہین موجود ہے - اور شاید کسی خاندان کو ایسے اور اتنے ایک جلیل القدر اور رفیع الشان حکمران اولوالعزم بادشاہ پیدا کرنا ہرگز نہ نصیب ہوئے ہون گے - جیسے بہادر نامور اور بلند حوصلہ فرمانروا اس خاندان عثمان نے چودھوین پندرھوین اور سولھوین صدیون مین پیدا کیے ہین - اورخان فاتح نکومیدیا اور جان نثاریون[*] کی مہیب فوج کا بانی - مراد اول فاتح کسووا - بایزید اول فاتح نکوپولیس محمد اول اُس شکستہ سلطنت کا سنبھالنے والا جسے تیمور کے ایسے بادشاہ کا منحوس ہاتھ زیر و زبر کر چکا تھا اور جسکا سنبھل جانا بالکل ایک قدرتی کرشمہ کہا جا سکتا ہے - مراد دوم وینشیا کے اُس سفید باسکے جان ہنیڈس اور سکندر بیگ کا مدمقابل - محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ - سلیم اول کردستان سیریا اور مصر کا زیر کرنے والا - اور سلیمان عالی شان موہکز کے میدان جنگ کا ہیرو اور ویانا کا محاصرہ کرنے والا ایسے آٹھ باعظمت و جبروت تاجدار کبھی کسی ملک و قوم مین یکے بعد دیگرے تخت نشین نہین ہوے - مگر ان سب مین جو نام سب سے زیادہ اس فخر کا مستحق ہے کہ زمانہ ہمیشہ اُس کے کارنامون کو یاد رکھے اور ہم اُسکے نام کی نہایت ہی عظمت و قدر کرین وہ آتح مند سلطان غازی محمد ثانی کا نام ہے - جو ہمارے اس مضمون کا ہیرو ہے - اور جسکو مورخین نے

---

[*] جان نثاری ترکی اور عربی اصطلاحون مین ینک چری کہلاتے ہین - ترکی مین ینک کے معنی نئے کے ہین اور چری سپاہی کو کہتے ہین -

فاتح کا سچا لقب دیا ہے۔ سلطان محمد ثانی بہت سی لڑائیاں لڑا۔ اس نے بہت سے شہر فتح کیے بستیوں کا محاصرہ کیا۔ مگر جس محاصرہ اور فتح سے اس سلطان کے نام کے ساتھ فاتح کا مبارک لقب لگایا جاتا ہے وہ قسطنطنیہ کی فتح ہے جو ۱۴۵۳ء[2] میں حاصل ہوئی۔

قسطنطنیہ کی فتح کا خیال اور اُسکی آرزو مسلمانوں کے دل میں مدت سے تھی اس آرزو کا اکثر اوقات ظہور رہا۔ مگر عموماً ہر تاجدار اسلام کے دل ہی میں رہی۔ اس لیئے اسکے بر لانے کے لیے خدا نے سلطان محمد ثانی ہی کے پرزور بازو اور اسکے آبدار اسلحہ کو مخصوص کیا تھا۔ پہلے پہل ہجرت نبوی کے چھیالیسوین[3] سال میں جو خلیفہ معاویہ بن ابی سفیان کی خلافت کا زمانہ ہے ہم مسلمانوں کو قسطنطنیہ کی دیوارونکے نیچے اس دار السلطنت کا محاصرہ کیے ہوے پاتے ہین سفیان ابن عوف مورد[؟] بادران مجاہدین کا علم بردار ہے خود وارث خلافت اسلامی یزید بن معاویہ[4] اس فوج کے ہمراہ ہے۔ یادگار خاندان رسالت حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام اپنے جمال جہان آرا سے اس محاصرہ کرنے والی فوج کو رونق بخش رہے ہین۔ جناب رسالتپناہ صلعم کے اکثر صحبت یافتہ اور بہت سی یادگاران بدر و احد[5] جنگ مین شریک ہونے کے لیے بغرض ثواب آئے ہیں اس لیے کہ رسول مقبول صلعم کی زبان فیض ترجمان سے سُن چکے ہین اور اسی پر ایمان رکھتے ہین کہ "میری[6] اُمت کی جو پہلی فوج قیصر کے شہر پر فوج کشی کرے گی اُسکے لوگ مغفور ہین" صدقت یا رسول اللہ۔ فوج کشی کرنے کا نقطہ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے دو شہنشاہیان بارہ بادشاہیان دو سو شہر فتح کیے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

۲۔ مطابق ۱۴۵۳ء۔

۳۔ گبن نے چھیالیسوان سال لکھا ہے مسلمان مورخین ۵۲ھ ہجری بتاتے ہین۔ مسٹر گلین نے ۶۷۲ء یا ۶۷۳ء بتایا ہے۔

۴۔ یزید کے اس محاصرہ مین موجود ہونے مین شک نہین بعض مسلمان مورخین لکھتے ہین کہ یزید ہی سپہ سالار تھا اور بعض سفیان بن عوف کو بتاتے ہین ہم نے گبن کا تتبع کیا ہے۔

۵۔ منجملہ جن کے عبد اللہ بن عباس۔ عبد اللہ بن عمر۔ عبد اللہ بن زبیر۔ ابو ایوب انصاری وغیرہ رضی اللہ عنہم تھے۔

۶۔ بخاری۔ مسلم اور امام احمد بن حنبل نے ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا "اول جیش من امتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لہم" یعنی اُن کے گناہ اللہ جل شانہ نے معاف کر دیے۔

فرمایا اس لیے کہ معلوم تہا کہ یہی فوج فتح نہ کرسکے گی۔ یہ فتح تو کسی اور ہی کی قسمت مین لکہی تہی مگر ابھی اسکے پیدا ہونے کا ابھی بہت زمانہ باقی تہا۔ آخر خلیفہ معاویہ نے عاجز آکر شہنشاہ سے صلح کر لی۔

اسکے بعد ۹۸ھ مین خلیفہ ولید کے بھائی سلیمان نے اپنے عہد خلافت مین قسطنطنیہ کی فتح کے لیے ایک جرار فوج روانہ کی۔ کامیابی مین دیر ہوئی تو خلیفہ نے بنفس نفیس فوج کا ساتھ دینے کا سامان کر دیا۔ مگر اس سفر کے شروع ہونے کے پہلے ہی پیغام اجل آگیا اور یہ حوصلہ مندی کی تمنا دل ہی دل مین لیے ہوئے انہین ملک آخرت کا سفر کرنا پڑا۔ اسکا جانشین عمر بن عبد العزیز ہوا جو اپنی نیکوکاری۔ زہد و اتقا اور نیز بلند حوصلگی کی وجہ سے عمر ثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا تہا ۹۹ھ ۔ ماہ اکتوبر ۷۱۷ء مین مسند خلافت پر جلوہ فروز ہوا۔ چونکہ موسم ناموافق تہا لہذا یہ عادل پرور خلیفہ قسطنطنیہ مین فوراً کمک نہ بہیج سکا۔ لیکن بعد ازاں موسم بہار مین ایک بڑی بحری فوج بہیجی گئی۔ لیکن ابھی فتح قسطنطنیہ کا وقت نہین آیا تہا۔ اور مشیت ایزدی مین کچھ اور ہی ہونا تہا۔ غرض یہ فوج بھی بے نیل مرام واپس آئی مسلمانوں کی اس ناکامی پر ڈاکٹر ڈریپر جیسے [illegible] وہ بھی بے اندازہ مسرت کے جوش مین لکھتے ہین "عربوں کے ہاتھ سے شہر قسطنطنیہ کا شکست کھانا دنیا کی تاریخ مین ایک بہت بڑا واقعہ ہے۔ اسلیے کہ اگر یورپ کی مشرقی قومون کی ترقی سے پہلے مسلمانون نے قسطنطنیہ کو لے لیا ہوتا تو ظاہر ہے کہ دین عیسوی اور یورپین سولزیشن دونون دنیا سے اُٹھ جاتے"
ڈاکٹر ڈریپر جی مین چاہین خوش ہون لیکن مسلمانوں کا یہی خیال ہے کہ ان ناکامیون کی بدولت وہ دین الہی کی برکتون سے محروم رہے۔ یزید ثانی کے جانشین ہشام نے بھی قسطنطنیہ کیطرف قدم بڑہایا تہا۔ لیکن بنی امیہ کے دور کی ان سب فوج کشیون مین محض اسی وجہ سے بالالتزام ناکامی ہوتی آئی کہ خدا نے یہ فخر کسی اور ہی کے لیے محفوظ کر رکھا تہا۔ خلفائے عباسیہ نے بھی قسطنطنیہ کے لینے کی کوشش کی تہی۔ مہدی نے ۱۶۵ھ مین ایک بہت بڑی فوج باتحتی ہارون الرشید جو ہنوز محض ایک شاہی خاندان کا ممبر تہا قسطنطنیہ پر روانہ کی تہی۔ اس مرتبہ ہر لڑائی مین کامیابی ہوئی اور پچھلی لڑائی جو خاص شہر قسطنطنیہ کے واسطے ہی ہوئی اس مین بھی لڑائی کا فیصلہ رشید ہی کی موافقت مین ہوا تہا۔ مگر اس کی رحمدلی نے شہر پر قبضہ نہ کرنے دیا۔ اور یون یہ ناموری رشید کے قوی ہاتھ سے بھی بچ کے محمد ثانی ہی کے لیے باقی رہی۔

آؤٹ لائنس آف ہسٹری چیپٹر ۴۔

ایرین لیو چہارم کی جورو نے خوشامد درآمد کر کے باجگذاری کا وعدہ کیا - اور یوں عقل و دانائی سے اُس عقلمند خلیفہ کی مہربانی و شفقت حاصل کر کے اپنے شہر کو بچا لیا -

سنہ ۷۹۸ء میں جو ہارون الرشید کا زمانہ تہا اگر شہنشاہ نے فوراً صلح کی درخواست نہ کر دی ہوتی تو اس مرتبہ یقیناً قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو ہی گیا تہا -

ترکوں کو اُسی وقت سے فتح قسطنطنیہ کا خیال تہا جب پہلے تاجدار عثمان خان بانی سلطنت ترک نے اپنے اس نوجوانی کے عجیب و غریب اور معجز نما خواب میں اسکے فتح ہونے کی بشارت پائی تہی - بایزید یلدرم نے اپنے پرجوش ارادوں کے ساتھ اسکا محاصرہ کیا تہا - موسیٰ نے اسکو سختی سے گہیرا تہا - مراد ثانی نے نہایت ہی صبر و استقلال سے اسکے فتح کرنے کی کوشش کی تہی - کل گرد و نواح کے اضلاع پر ترک قابض ہو چکے تہے صرف شہر فتح کرنے کو رہگیا تہا مگر یہ شہر ایسا دولتمند - ایسا خوشنما و خوبصورت اور اس درجہ طاقتور ایسے عمدہ موقع پر واقع تہا کہ ترکوں نے اسکی فتح کو اپنی ترقیوں کا سب سے اعلیٰ درجہ تسلیم کر لیا تہا - آخر وہ موعودہ وقت آگیا اور خدا نے ترکوں کی بلکہ ساری دنیا ے اسلام کی یہ تمنا سلطان محمد ثانی کے ہاتہوں پوری کرا دی - سلطان محمد ثانی مراد دوم کا بیٹا بایزید اول یلدرم کا پرپوتا تہا اور عثمان خان بانی سلطنت عثمانیہ سے ساتوین پشت میں پیدا ہوا تہا †

سلطان مراد ثانی نے بادشاہی کے رنج و راحت کا مزہ بخوبی چکھ کر سنہ ۱۴۴۴ء میں اُس سے کنارہ کشی کرنا چاہی - اس کی یہ خواہش بڑے بیٹے کے قبل از وقت مر جانے کے صدمات نے اور بھی بڑہا دی - اُس نے افسردہ دلی کے ساتھ اپنے حریف ہنیڈس سے دس برس کے لیے صلح کر لی اور دوسرے جوان بخت بیٹے محمد کے ہاتہ میں جس کا سن ابہی چودہ ہی برس کا تہا زمام سلطنت سونپ کے خود گوشہ نشینی اور عزلت گزینی اختیار کر لی -

محمد ابہی بہت ہی کم سن تہا - عیسائیوں کو یہ موقع نہایت غنیمت معلوم ہوا - فوراً غدر پر آمادہ ہو گئے اور کارڈنیل جولین کے ورغلانے سے پورے ایک مہینہ تک بہی صلحنامہ کے پابند نہ رہے - اپنے تمام قول و قسم توڑ کر جہگڑے پر آمادہ ہو گئے - ایک فوری جوش میں بڑہکر انہوں نے بہت سے مضبوط مقامات پر قبضہ کر لیا - ترکی فوج کو جہاں پایا بیدریغ تہ تیغ کیا

---

† شہر ادرنہ یعنی اڈریانوپل کو اس پر فخر کرنے کی عزت حاصل ہوئی جس کے سواد میں سنہ ۱۴۳۰ء میں اسکا ایسا نامور اور جوان ہمت شاہزادہ متولد ہوا -

عیسائی ابھی دارنا ہی تک پہنچنے پائے تھے کہ سلطان مراد ایک سوتے ہوئے شیر ببر کی طرح اپنی عزلت گزینی کی نیند سے چونکا۔ غصہ کی انگڑائیاں لیتا ہوا نکلا۔ اور چالیس ہزار فوج لے کے مقابلہ کو آیا ہوا جو نیش پر جھپٹ پڑا۔ ۱۰ نومبر ۱۴۴۴ء کو دونوں فوجوں میں مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں نے وہ عیسائیوں کا عہد نامہ ایک نیزہ میں پرو کر بلند کیا کہ اسے دیکھتے ہی شرمائیں اور پیچ و تاب کھا کے زوال کے بعد شکست کھائیں۔ اس لڑائی کی نسبت مسٹر پڈو ریلی لکھتے ہیں کہ دونوں فریق جس وقت مقابلہ کرنے کو تھے ایک ایسی بدشگونی نمایاں ہوئی کہ عیسائی ہونکا رہ ہم پریشان خاطر ہو گئے۔ بادشاہ کا ایک چھوٹا سا اس ناٹے سے چلا کہ سو ناوشاہ زمین پر گر پڑا اور سب جھنڈے زمین پر آ رہے۔ ہنیڈس[1] نے خوب خوب داد شجاعت دی۔ قریب تھا کہ ترکوں کے قدم معرکہ جنگ سے اکھڑ جائیں کہ یکایک ایک جوان سپاہی بیچ میں جان پر کھیل کے شاہ ہنگری کا سر کاٹ لایا۔ اہل ہنگری اپنا عہد نامہ اور اسنے نیزہ پر اپنے بادشاہ کا سر دیکھ کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہنیڈس نے لاکھ لاکھ کوشش کی مگر کچھ بس نہ چلی اور آخر خود ہی بھاگ کھڑا ہوا۔ یہ نمایاں فتح حاصل کر کے سلطان مراد پھر اپنی میگنیشیا کے گوشہ عافیت میں جا بیٹھا۔ لیکن جانشین بیٹا ابھی کم عمر تھا جان نثاروں کی بغاوت نے فارغ البالی کی نیند سے اسے دوبارہ چونکایا۔ اور اس مرتبہ اسنے کچھ ایسا بھاگ کے گوشہ نشینی چھوڑی تھی کہ پھر جیتے جی اس اطمینان کی عزلت نشینی سے لطف نہ اٹھا سکا۔ آخر فرشتہ اجل پیام موت لایا اور ۱۴۵۱ء میں رہ نورد عالم بالا ہوا۔ لیکن چلتے چلاتے کسوا کے میدان میں ہنیڈس کو ایک اور سخت شکست دیتا گیا۔ سلطان مراد کے انتقال کے وقت محمد ثانی کو اکیسواں سال[2] تھا جسکے اعتبار سے کہنا چاہیے کہ ہنوز بچپن کے گہوارے ہی میں تھا۔

الغرض ۹ فروری ۱۴۵۱ء کے مبارک دن وہ فاتح اعظم تخت نشین ہوا جو یورپ اور ایشیا کے

۱۔ جان ہنیڈس سکمانڈ بادشاہ ہنگری کا ولد الحرام تھا۔ عقلمند جنرل۔ خوش نصیب افسر بہادر۔ سپاہی ہنیڈس سے زیادہ ترکوں کے مقابلہ میں عیسائیوں کو کبھی نصیب نہیں ہوا۔ اس نے اطالیہ کی لڑائیوں میں ناموری حاصل کی تھی۔ اسکے بعد اپنے ملک میں واپس آ کر اپنی عمر کے باقی بیس برس ترکوں کی مخالفت میں گزران دیے

۲۔ گبن نے اکیسواں سال لکھا ہے مگر مسلمان مورخین انیسواں بتاتے ہیں۔

سفیر مبارکباد دینے اور عقد مودت منعقد کرنے کے لیے حاضر دربار ہوئے۔ سلطان محمد سب سے ملاطفت و مدارات پیش آیا۔ اور سب کو صلح و آشتی کے بارے مین اطمینان دلایا۔ شہنشاہ یونان کے بہی اب جان مین جان آئی اس لیے کہ سلطان نے اسکے عہدنامہ کو تسلیم کر لیا اور تین لاکہ ایسپر سالانہ اس عثمانی شہزادہ کی پنشن کے بابت مقرر کر دیے جو خود سلطان محمد کی خواہش سے قسطنطنیہ مین نظر بند کیا گیا تہا۔ بااین ہمہ اظہار دوستی اس مین کوئی شک نہین کہ سلطان محمد ثانی ڈرنے کی چیز تہا۔ اور مسیحی سلاطین کے دل مین اُسکی طرف سے برا کہٹکا تہا۔ نوجوان سلطان تخت پر قدم رکہتے ہی گویا بالکل بدل گیا۔ اپنی جوانی کے جذبات اور خواہشین درکنار اُس نے اپنے باپ کے عہد کے تمام اور کل عیش و عشرت کے سامانون کو بہی تخفیف مین ڈالدیا۔ اور جو کچہہ روپیہ توفیر مین بچا وہ فوج کی آراستگی اور سامان جنگ مہیا کرنے مین صرف کرنا شروع کر دیا۔ تخت نشینی کے پہلے ہی سال وہ فوج اپنے ہمراہ لیکر تمام ایشیائی صوبجات کے دورے کو روانہ ہوا۔ اور جاتے ہی والی قرمان پر حملہ کر دیا شاہ قرمان نے سہم کے صلح کر لی اور اس عقلمندانہ صلح کو اپنی سلطنت کا پہیلاؤ بنا کے سلطان محمد اپنے مستقر خلافت مین واپس آیا۔ اب اس کارروائی کے بعد اسکے دل مین فتح قسطنطنیہ کے سوا اور کوئی حوصلہ نہ تہا۔ اس مہم کے لیے وہ سامان جنگ فراہم کرنے لگا۔ اس نے اڈریانوپل مین اسلحہ سازی کا ایک جدید کارخانہ قائم کیا اور اسمین توپین وغیرہ آلات جنگ ڈہلنے لگے۔

یونان کی شہنشاہی جس کا مستقر قسطنطنیہ تہا خود اپنے حکمرانون ہی کی بے عنوانیون سے تباہ و برباد ہوئی اور وہ روز سیاہ خود اپنے ہاتہون سے دیکہنا نصیب ہوا جس پر عیسائی مورخ خون کے آنسو بہاتے ہین اور ہمیشہ بہائینگے۔ عیسائیون نے خود غفلت کی بایزید کو انگورہ کی لڑائی مین جب تیمور کے سامنے شکست ہوئی تہی اُسوقت اُن کو کافی موقع ہاتہہ آیا تہا۔ اُسوقت عثمانی ترکون کی سلطنت بظاہر اسباب مٹ گئی تہی ایسا موقع انہون نے جانے دیا اور ترکون کی اُس ضعف سے کوئی نفع نہ اُٹہا سکے۔ اگرچہ اسوقت عیسائی سلطنتین باہم ملکے کوشش کرتین تو اسمین کوئی شک نہین کہ مسلمان پہر کبہی یورپ مین قدم نہ رکہہ سکتے۔ مگر خدا کو کچہہ اور ہی منظور تہا اُس کی مشیت مین تہا کہ عثمانی نسل قسطنطنیہ کی مالک ہوگی۔ اور کسی زمانہ مین دنیا کا

† محمد کا بہائی اورخان۔

محاصرہ کرلے گی۔ الغرض وہ نازک زمانہ بخیر وخوبی گذر گیا۔ ترک پھر سنبھل گئے اور
اپنے سنبھلنے کے بعد پہلے سے زیادہ نہیں تو پہلے کے برابر قوت انہون نے پیدا
کر لی۔ مسیحی دول کی یہ غلطیین ایک طرف طرفہ یہ کہ مراد دوم کی تخت نشینی کے وقت شہنشاہ
انہون نے یہ حماقت کی کہ شاہزادہ مصطفی کو تخت عثمانی کا امیدوار بنا کے پیش کیا۔ اگر اسوقت
اپنا مقصد بھی نہ ہو گئی ہوتی تو اصل یہ ہے کہ مراد نے اسی زمانہ مین قسطنطنیہ کا فیصلہ
کر دیا ہوتا۔ مگر یونکر ہوتا اس لیے کہ ابھی وہ زمانہ کہ ابھی کچھ زمانہ آنی تھا۔ قریب تیس برس ان مسکین دولت اور
وہ تو ... اس سلطنت کی زندگی اور باقی تھی۔ ان تیس برس مین ترک روز افزون ترقی کرتے جاتے
تھے۔ ان کی فوجی قوت بہت بڑھ گئی تھی۔ مگر قسطنطین پیلولوگس کو جو اپنے شہنشاہی خاندان
کا اخیر شہنشاہ تھا یہ خبر نہ تھی کہ اس کی تباہی کے لیے کیا سامان ہو رہا ہے شہنشاہ
انہی دول سبق وہ بالکل بھول گیا۔ اور اُسی پہلی حماقت مین سلطنت کو اس نے پھر مبتلا
کر دیا۔ وہ اپنے نزدیک سلطان محمد ثانی کو وہی لڑکا سمجھے ہوئے تھا جو سلطان مراد کی
عزلت نشینی کے زمانہ مین ترکون کی وسیع سلطنت کا انتظام نہ سنبھال سکا تھا۔ اور یہ معلوم
ہی نہ تھا کہ ان چھ سات برس کی مدت نے اسمین کیا کیا تغیرات پیدا کر دیے تھے۔ اس نے
تو پھر سانپ کے منہ مین انگلی دی اور یہ مجنونانہ حرکت بے سوچے سمجھے کر بیٹھا کہ سلطان محمد کو
عثمانی شاہزادہ کی پنشن بڑھانے پر مجبور کرنے لگا۔ اور ایک قوت در سلطان کے مقابلہ مین
آ کے ان بیوردون سے اس درخواست مین سختی دکھانے لگے کہ گویا اپنی رکھوائی ہوئی امانت
طلب کرتے تھے سلطان محمد نے جھلا کے جتنی پنشن منظور کی تھی وہ بھی موقوف کر دی۔ سلطان محمد
کی اس کارروائی پر شہنشاہ قسطنطنیہ نے طیش کھا کے دھمکی دی کہ مین پھر مجبور ہو کے شاہزادہ
سلیمان کو ایڈریانوپل مین تخت نشین کر دونگا اس حماقت سے پناہ مانگنا چاہیے خدا ہی خیر
کرے۔ قسطنطین نے خود اپنے ہاتھ سے سوتے ہوئے فتنہ کو جگایا ہے۔ دیکھیے کیا انجام
ہوتا ہے

محمد ثانی تو کوئی ایسا موقع خود ہی ڈھونڈھ رہا تھا۔ آگ ہو گیا۔ اور فوراً فوج لیکر بیوقوف اور
شامت زدہ شہنشاہ کے سر پہ جا موجود ہوا سلطان نے اپنے عثمانی اصول جنگ کے مطابق
قسطنطنیہ کے باہر ایک قلعہ تعمیر کرانا شروع کر دیا۔ اور گویا یہی امر فتح کا مقدمہ تھا۔ ایک ہزار

+ بایزید کا بیٹا تھا۔

معمار اور دو ہزار مزدور اس کام پر مقرر ہوے - عیسائی کنیسون کے پتھر اور ستون اس قلعہ کی فصیل کے کام مین لائے گئے جس کا آثار ہر چہار طرف دس دس گز رکھا گیا تھا - یہ قلعہ نہایت پہرتی کے ساتھ صرف تین مہینہ مین بنکے تیار ہوگیا - توپین چڑھا دی گئین - اور آتش فشانی کے آلات کافی طور پر مہیا کر دیے گئے - اصل برج پر ایک بہت بڑی توپ لگائی گئی جس کے ذریعہ سے آٹھ من وزن کے پتھر کے گولے بسہولت پھینکے جا سکتے تھے - اس کے علاوہ سلطان نے چار سو سپاہی اُس قلعہ مین اس غرض سے متعین کیے کہ جو جہاز ادہر سے گذرے اس سے راہ داری کا محصول وصول کرین - یہ قلعہ آج بھی اُسی شان و شوکت و عظمت و ہیبت سے باسفرس کے کنارہ پر کھڑا ہوا سے رہا ہے اور رومیلیا حصار کے نام سے مشہور ہے - اسکے مقابل مین ایشیائی ساحل پر جو قلعہ ہے اور جو اناطولیا حصار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے وہ محمد ثانی کے دادا محمد اول کا تعمیر کرایا ہوا ہے -

الغرض اس تدبیر سے سلطان محمد نے موسمندر کو ایسا گھیر لیا کہ اُس کے اختیار مین تھا جب چاہتا راستہ روک دیتا - پھر کسی کو گذرنے کی مجال نہوتی - اور بحر سود سے گذر کے قسطنطنیہ اور بحر روم مین کوئی نہ جا سکتا ۔،،

تمام یورپ مین شہر روم کے بعد قسطنطنیہ نہایت ہی دلچسپ شہر ہے - یہ شہر دنیا کے بہت بڑے بڑے تاریخی واقعات کا اور ایسے واقعات جو انسانی قسمتون کو پلٹ دینے والے تھے دنگل اور معرکہ گاہ رہا ہے بائزنٹیم کا زیادہ حصہ جسکو ایک میگارا کے ڈورک کالونی نے قبل مسیح ۶۶۰ء مین قائم کیا تھا موجودہ آبادی شہر مین داخل ہے - ڈرایس ہسٹیپس کے زمانہ مین ایرانیون نے اسکو فتح کر لیا تھا - لیکن پلاٹیا کی لڑائی کے بعد وہ پھر یونانیون کے قبضہ مین آ گیا جنہون نے اسکو ملے جلے اتھینین اور لیسیڈومونین کالونی سے آباد کیا - تغیرات زمانہ کی بہت کچھ مار کہانے کے بعد وہ شہر مقدونیہ کے فیلقوس کا مرجع ہوا جس نے اُسپر اپنی فوج سے حملہ کیا - فیلقوس کے مقدونیہ والے سپاہی ایک مرتبہ اندھیری رات کو اسی شہر کے قریب آرہے تھے کہ ناگہان شمال کی جانب ایک روشنی نمودار ہوئی اور باشندگان شہر اس خطرہ سے مطلع ہو گئے - یہ سراغ رسی ڈایانہ دیوی کا ایک معجزہ سمجھی گئی اور اہل شہر نے نہایت مسرت کے ساتھ اظہار شکر یہ کے طور پر اُس دیوی کے نام کا ایک مندر اس مین تعمیر کیا - اور اسیوقت سے

ہلال کو اپنے شہر کا معرکہ قرار دیا جس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ ہلال نیز اسلام سے پہلے اور نیز بعد غلبۂ اسلام قسطنطنیہ کا معرکہ نگرانی تھا۔ بائزنٹیم کو اسکندر اعظم نے فتح کیا تھا۔ پھر اسکے بعد زمانہ میں شہر شیرین سینیئن اور دوسری وحشی قوموں نے تاخت و تاراج اور تباہ و برباد کیا تھا۔ بائزنٹیان دراصل تاجر لوگ تھے اور اسی عہد میں بہت ہی بڑے دولتمند اور صاحب ثروت تھے۔ جو دوسری صدی عیسوی میں تین برس تک شہنشاہ سیورس سے لڑتے رہے۔ آخر قحط سے مجبور ہو گئے انھون نے اطاعت قبول کر لی۔ بائزنٹیم کا قلعہ جس مقام پر تھا جہان اب قی زمانا قصر سلطانی واقع ہے اور باقی شہر سلطانی بارگاہ کی پشت پر تھا۔

قسطنطین اول نے جب اپنے حریف سینیئس پر فتح پائی تو اسکو یہ شہر اس قدر پسند آیا کہ اس نے اسکے قریب ایک نیا شہر بسانے کا قصد کیا اور اس جدید شہر کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا۔ اس نے اس شہر کا نام پہلے تو نیا روما رکھا تھا مگر بعد ایک زمانہ کے وہ اُسی کے نام سے قسطنطنیہ مشہور ہو گیا۔ قسطنطین چونکہ نیا نیا عیسائی ہوا تھا اور پہلے پہل دین مسیحی اختیار کرنے کی وجہ سے اسکے دل میں جوش مذہبی بہت کچھ بھرا ہوا تھا لہذا اُس نے اس نئے شہر کو جو تین برس سے تعمیر ہو رہا تھا مئی ۳۳۰ء میں چالیس دن کے جشن کے بعد ورجن میری (کنواری مریم) کے مقدس نام کے ساتھ مخصوص کر دیا۔ پھر اس کے بعد اس عہد میں جبکہ روم کی سلطنت مشرقی اور مغربی حصون مین تقسیم ہو گئی تو قسطنطنیہ مشرقی حصۂ سلطنت روم کا پایہ تخت قرار پایا۔ یہ مشرقی سلطنت ارکیڈیس کے عہد سے یعنی ۳۹۵ء سے شروع ہوئی اور اس زمانہ تک قائم رہی جبکہ ہمارے ہیرو سلطان محمد اور اُسکے سپاہیون کی تلوارین اُسکے گرد چمک رہی ہین۔ اس سلطنت کا سب سے زیادہ سرسبزی کا زمانہ جسٹنین اعظم کا عہد تھا جس نے ۵۲۷ء سے ۵۶۵ء تک سلطنت کی۔ اس نے شہر کا زیادہ حصہ ازسرنو تعمیر کرایا تھا۔ شہر قسطنطنیہ کو دراصل بے انتہا مصیبتین جھیلنا پڑین۔ اندرونی بغاوتین اور فساد۔ ایرانیون۔ عربون۔ روسیون۔ وینشین وغیرہ کے بیرونی متواتر حملہ برداشت کرنا پڑے۔ ہم اوپر بیان بھی کر چکے ہین کہ ساتوین اور آٹھوین صدی کے حملون مین اہل عرب *ہلال اب ترکون کا معرکہ ہے اور ایسا خیال کیا گیا ہے کہ انھون نے بعد فتح قسطنطنیہ یہ معرکہ اختیار کیا مگر یہ یقین کرنے کی وجہ موجود ہے کہ ہلال مدت مدید سے دین اسلام کی نشانی تھا،، اڈیٹر دلگداز

نے اس شہر کو لوٹ ہی لیا ہوتا مگر کیسے قسمت اچھی تھی بچ گیا۔ یہی خوش نصیبی امتداد زمانہ کے
ساتھ آخر تک چلی آئی مگر شاید اُس نے چند روز کے لیے چھوڑ دیا جب کہ سنہ ۱۲۰۳ء اور سنہ ۱۲۰۴ء میں
وینیشین ہیرو ڈانڈالو اور بالڈون کونٹ آف فلینڈرس نے اس شہر کا سخت محاصرہ
کیا۔ اور جیتنے کے لیے چوڑے محاصرے کے بعد آخر فتح ہو گیا۔ خوب ہی تاخت و تاراج
ہوا۔ اور لاطینی شہنشاہی کا دار السلطنت ہو گیا جو بالڈون کے زمانہ سے شروع ہوئی اور
سنہ ۱۲۶۱ء تک قائم رہی۔ یہاں تک کہ یونانیوں نے پھر فتح کر لیا۔ اور اپنی قدیم مشرقی شہنشاہی
کے مرکز کو پھر اسی قدیم مقام پر لے آئے لیکن اُس سلطنت کی وہ قدیم عظمت و ہیبت
سب تشریف لے جا چکی تھی جس کا نتیجہ ہوا کہ دو صدیوں سے بھی کم زمانہ میں اس شہر کے
پھاٹک مسلمانوں کے واسطے کھل گئے۔

شہر قسطنطینیہ ایک مثلث قطع کی پہاڑی پر واقع ہے جو خلیج مارمورا کی جانب نکلی ہوئی ہے۔
اُس پہاڑی کے دو پہلوؤں کو سمندر اپنی لہروں سے تھپیڑے دے دے کے دھویا کرتا ہے
اور تیسرا پہلو تھریس سے ملا ہوا ہے اور اُسی پہلو کے مشرقی کونے پر شہر قسطنطینیہ واقع
ہے۔ پندرھویں صدی کے وسط میں اس شہر کے ہر چہار طرف فصیل تھی۔ صرف گولڈن ہارن
کی طرف تو وہ فصیل البتہ کسیقدر کمزور تھی باقی اور سب طرف نہایت ہی مضبوط تھی۔ فصیل
کا منظر بعینہ ایسا تھا کہ معلوم ہوتا تھا بڑی بڑی ترشی ہوئی چٹانیں باہم جوڑ دی گئی ہیں۔ اور
اسی وجہ سے اُن لوگوں کو جو باہر سے دیکھیں عمودی قطع کی پہاڑیوں کا دھوکا ہوتا تھا۔
یعنی نظر آتا تھا کہ ایسے پہاڑ ہیں جو بخط مستقیم بلند ہوتے چلے گئے ہیں اور جس طرح عموماً پہاڑوں
میں ڈھال ہوا کرتا ہے بالکل نہیں ہے۔ ابن بطوطہ نے بھی سلطان محمد سے تقریباً سوا سو برس
پہلے اس عالیشان شہر کو دیکھا تھا۔ وہ بھی اسکی مضبوطی کا معترف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ
وہاں کے ہر بازار کے الگ الگ پھاٹک تھے۔ جو رات کو بند کر دیے جاتے تھے۔ شہر ایک
پہاڑ پر واقع ہے جو نو میل تک سمندر کے اندر چلا گیا ہے۔ اور عرض بھی اتنا ہی یا کسی قدر
زیادہ ہے۔ اُسی کی بلندی پر قلعہ اور شاہی محل ہے۔ فصیل تمام پہاڑ کو گھیرے ہوئے
ہے۔ اور سمندر کی طرف سے ایسی حفاظت کی گئی ہے کہ کوئی گذر ہی نہیں سکتا۔ جن دنوں کا
حال ہم بیان کر رہے ہیں اُن دنوں گولڈن ہارن کا راستہ دو لوہے کی زنجیروں اور
کشتیوں سے بالکل بند کر دیا گیا تھا۔ اور غلاطہ جو گولڈن ہارن کی دوسری جانب واقع

سے اس کی بھی بہت ہی مضبوطی کے ساتھ قلعہ بندی کر دی گئی تھی۔ یہ مضبوط شہر اور ایسا ذی شان دشمن تھا جس پر حملہ کرنے کی سلطان محمد ثانی تیاریاں کر رہا تھا۔

۱۴۵۲ع کا موسم سرما یونانیوں اور ترکوں دونوں نے بڑی بے چینی اور اضطراب میں بسر کیا۔ یونانیوں کو مارے تشویش کے نیند نہیں آتی تھی اور ڈر ڈر کے چونک چونک پڑتے تھے۔ اور ترکوں کی انتظار و امید کے تعلق زیادہ تر آنکھ نہ لگتی تھی۔ خصوصاً اس قومی جوش و اضطراب کا اثر دونوں تاجداروں کی حرکات و سکنات سے زیادہ تر نمایاں تھا۔ سلطان محمد کے دل میں اس کی شعلہ مزاجی اور فتحمندی کے ولولوں نے شوق و تمنا کی ایک آگ لگا رکھی تھی۔ بیکاری کا زمانہ وہ ایڈریانوپل میں ایک عالیشان قصر کے تعمیر کرانے میں صرف کرتا تھا جس کا نام جہان نما رکھا تھا لیکن یہ صرف ظاہر کا مشغلہ تھا اس کے اندرونی خیالات کا مرکز قسطنطنیہ تھا جس کی تسخیر کے شوق کی بیتابی اسے کسی پہلو پر قرار نہیں لینے دیتی تھی۔ گبن نے ایک مزے کا واقعہ لکھا ہے جس سے اس کی بیقراری کا پورا ثبوت ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے ایک بار آدھی رات کے وقت سلطان نے اپنے وزیر خلیل کو طلب کیا۔ خلاف وقت حاضری کا حکم سنکر اسکے دل میں طرح طرح کے اندیشناک خیالات جوش مارنے لگے۔ مگر حکم حاکم مرگ مفاجات۔ بیچارہ ڈرتا ہوا خوف کھاتا اور سہمتا ہوا بارگاہ سلطانی میں حاضر ہوا۔ جیسے ہی آداب شاہی بجا لایا سلطان بولا "خلیل میں تجھ سے ایک بہت ہی قیمتی اور ضروری شے بطور نذر مانگتا ہوں جانتا ہے وہ کیا چیز ہے؟ وہ شہر قسطنطنیہ ہے" یہ سن کے وزیر کے جان میں جان آئی اور دست بستہ عرض کیا "جو خدائے لایزال حضور کو سلطنت روم کا اتنا بڑا حصہ دے چکا ہے باقی حصہ روم اور اس کا دارالسلطنت دینے میں بھی دریغ نہ کریگا۔ اسکی قدرت کاملہ مہربانی اور حضور کی ہیبت و قوت سے یقین ہے کہ انشاء اللہ ضرور فتح حاصل ہوگی۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ خود مع تمام وفادار غلاموں کے اپنا جان و مال تصدق کر دینے میں کوتاہی نکرونگا" سلطان نے فرمایا "لالا تو اس تکیہ کو دیکھتا ہے ساری رات عالم انتشار میں اسے اس پہلو سے اُس پہلو پر اور اُس پہلو سے اس پہلو پر بدل رہا ہوں میرا برابر یہ عالم رہا ہے کہ سونے سے اٹھتا ہوں اور پھر لیٹ رہا ہوں اور اس پر بھی ان بیداری سے تھکی ہوئی آنکھوں میں نیند نہیں آتی ہے۔ رومیوں کے سونے چاندی اور مال و دولت کا خیال کرو۔ اسلحہ میں ہم ان سے بڑھے ہوئے ہیں انشاء اللہ خدا کی مدد

اور بغیر خدا کی دعا کے ہم بہت جلد قسطنطنیہ کے مالک ہوں گے۔ سلطان کا یہ بھی
شغل تھا کہ یا تو اپنے سپاہیوں کے خیالات دریافت کرنے کی غرض سے بھیس بدل
کے تن تنہا نکل کھڑا ہوتا تھا اور گلی کوچوں میں مارا مارا پھرا کرتا تھا۔ اور اپنے خاص خیمہ
میں بیٹھتا تو حریف کے شہر کے نقشے کھینچتا۔ اور اپنے جنرلوں اور انجینئروں سے مشورہ کرتا
تھا کہ کس مقام پر توپخانہ لگایا جائے کہ جس سے دیوار پر حملہ ہو۔ کس مقام پر سرنگ لگائی
جائے۔ اس جگہ سے ہر ایسا کام آسکتی ہیں۔ رات کو یہ [illegible] سے جو [illegible] اور دن کے
معاملات کی بابت شب کو غور کیا کرتا تھا [illegible] طریقوں سے [illegible] اپنی
روز کی بیتابی کا علاج کرتا۔ ادھر دوسری طرف شہنشاہ قسطنطین پر ایک بیقراری اور دہشت
کی کیفیت طاری تھی۔ وہ کبھی تو رو رو کے خدا سے اور برگزیدہ فرشتوں سے مدد
مانگتا۔ کبھی عاجزی کے ساتھ ہاتھ پھیلا پھیلا کے زمین والوں سے مدد کی درخواست کرتا۔
مگر آسمان والوں نے اس کی دعا سے بے رحمی سے کان بند کر لیے۔ اور عیسائی بادشاہوں
نے اسکی درخواست کو بے پروائی سے ٹالا۔ اور درحقیقت اپنے سر پر کون آفت کو بلاتا
کس کو پڑی تھی کہ اس اجل رسیدہ شہنشاہ کا سینہ سپر ہوتا۔ اور کسے یہ ہمت تھی کہ تباہ
ہونے والے شہر کی حمایت میں اپنی فوجیں کٹواتا۔ اور سو باتوں کی ایک بات یہ
محمد ثانی کے ایسے اولوالعزم مجاہد کے حملوں کے سامنے ٹھہرنے کی کس میں طاقت تھی۔
الغرض عیسائیوں نے قسطنطنیہ کو چھوڑ دیا اُس کی تباہی کا تماشا دیکھا کیے۔ اور یہی
نہیں خود شہنشاہ کی عیسائی رعایا الٹی اُس سے ناراض تھی۔ بعضوں نے سلطان
سے خفیہ عہد و پیمان کر لیے۔ قسطنطین نے حالت اضطرار میں یہاں تک تو کیا کہ اپنے
مذہبی حریف پوپ روم سے نہایت عاجزی کے ساتھ مدد طلب کی اور وعدہ کیا
اس کمک کے معاوضہ میں ہم کنیسہ رومیہ شرقیہ کو کنیسہ رومیہ غربیہ میں شامل
کر دوں گا۔ پوپ کو تو انکی مدتوں سے تمنا تھی۔ یہ اقرار سن کے وہ بہت ہی خوش ہوا
مدد کے لیے اُس نے فوج روانہ کی۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اسوجہ سے
کہ رومیوں کو اس لڑائی میں چندان دلچسپی نہ تھی۔ بلکہ وہ دونوں کنیسوں کے
مل جانے کو مکروہ جانتے تھے۔ اس خیال نے اُن کے دل میں شہنشاہ کی طرف سے
بغض پیدا کر دیا تھا۔ اور آخر انہوں نے حفاظت شہر میں اسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ بلکہ بہم

جاڑے دن کا موسم گذر گیا - جو سلطان محمد کو بڑی زبردستیوں سے ایڈریانوپل میں بسر کرنے ہو سے تہا - موسم بہار کا ابتدائی زمانہ تہا کہ بہادری کے ولولے ترکون کے دل مین جوش مارنے لگے - فوراً ترکی سردار اپنی فوجین لے کے بڑی بڑی جوشمندیوں کے ساتہ چل کہڑے ہوے - بہار کی نازک کلیاں ابہی طرح مسکرانے بہی نہ پائی تہین کہ ترکی فوج طلیعہ نے خاص قسطنطنیہ کے پہاٹک تک تمام شہرون اور گاؤن کو صاف کر دیا جن شہرون نے اطاعت قبول کرلی وہ تو بچ گئے اور انکی حفاظت بہی کی گئی - باقی جس نے ذرا مخالفت کی اُس نے فوراً سزا کا مزا چکہا - سواحل بحر اسود پر یونانی شہر میسبریا - انکولیم اور میسبریا کے نام سے مشہور تہے سب نے بلا عذر فتحمند تاجدار کے آگے سر اطاعت جہکا دیا - صرف سلبریا محاصرہ کا منتظر رہا - اسکے باشندون نے کسی قدر جرأت بہی دکہائی تہی - لیکن خود سلطان محمد کے آتے وہان کے لوگ بہی خاموش اور سربزمین تہے -

سلطان محمد ۱۴۵۳ء کے موسم بہار مین اپنی فوجین لیکر ایڈریانوپل سے روانہ ہوا - اسکی فوجون کی تعداد مین اختلاف ہے - کوئی تین لاکہ بتاتا ہے - کوئی چار لاکہ - مگر گبن اور سید احمد دحلان کے بیان مین تہوڑی ہی کمی بیشی ہے اور قرین قیاس بہی دو لاکہ ۵۸ ہزار ہے - اسمین زیادہ تر خدمتی اور بعض جلوسی لوگ تہے - کام کی فوج جو فتحمندی لائی تہی اسمین ساٹہ ہزار سوار اور بیس ہزار پیادے تہے - سلطان کی بحری فوج چندان قوی نہ تہی - اگرچہ تین سو سے زیادہ کشتیان فوج ظفر موج کے ہمراہ آئی تہین مگر ان مین سے فقط اٹہارہ جنگی تہین باقی رسد اور سامان جنگ لانے کے لیے تہین - سلطان نے قسطنطنیہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر پہلے خیمہ ڈالا - یہان ٹہہر کے اس نے اپنی فوج کو معائنہ کیا - اپنے منچلے ہمراہیونکا جائزہ لیا تو بہادران اسلام کی مردانہ صورتین انکے فوجی لباس کی آب و تاب انکے اسلحہ کی چمک اور ہیبت دیکہکر خوش ہوگیا - اُس نے جوش مسرت مین خدا کی حمد و ثنا کے بعد اپنے پرجوش سپاہیون کی طرف خطاب کر کے کہا "قرآن مجید مین خداے تعالی جل شانہ فرماتا ہے کہ خدا کی راہ مین لڑنا ہر شخص پر فرض ہے اور اُسکی اتباع سب مسلمانون پر فرض ہے" اسکے بعد وہ مبارک آیتین جن مین کفار پر فوج کشی کا حکم ہے جوش و خروش سے پڑہین - جہاد اور جنگجوئی کی آگ ہر سپاہی کے دل مین بہڑکا دی اور نہایت ہی رقت کے لہجے مین بیان کیا کہ

پیغمبر خدا صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کے لوگ قیصر کا ملک فتح کرینگے۔ اس
اسلامی فوج کے پیچھے پیچھے علما۔ مشائخ اور سادات کا ایک گروہ تھا جو سلطان کی فتح
و نصرت کی دعا مانگتے تھے۔ ان مشہور لوگوں میں سے جو اس فوج کے ہمراہ تھے
ملا شمس الدین شیخ آق شمس الدین اور شیخ آق بیگی زیادہ تر قابل توجہ ہیں۔ ان دونوں
حضرات کی خدمت میں خود سلطان نے اپنے وزیر احمد پاشا بن ولی الدین پاشا کے توسط
سے کہلا بھیجا تھا کہ وہ آپ بھی تشریف لا کر ثواب جہاد میں شریک ہوجیے۔ اور قسطنطنیہ کی فتح
کے وقت تک ہمراہ تشریف رکھیے۔ اس لیے کہ آپ کی موجودگی موجب برکت ہوگی۔
ان دونوں نے اور شیخ شمس الدین نے یہ درخواست دونوں بزرگوں نے قبول
کی تھی اور خود بنفس نفیس شریک جہاد ہوئے تھے۔ بلکہ شیخ شمس الدین نے یہ پہلے ہی سے
ان لوگوں میں وزیر کو اس بات کی خوشخبری دی تھی کہ انشاء اللہ قسطنطنیہ اسی سال مسلمانوں
کے ہاتھ سے فتح ہوگا۔ اہل اسلام فلاں طرف سے فلاں تاریخ پہر دن چڑھے شہر قسطنطنیہ
میں داخل ہوں گے۔ تو اس وقت خود بادشاہ کے پاس کھڑا ہوگا + وزیر نے خوشی خوشی
جا کے یہ مژدہ سلطان کو بھی سنا دیا تھا۔ الغرض اس طرح سے قوی دل اور قوی بازو
ہو کے اس نے قسطنطنیہ کے سامنے صفوف جنگ آراستہ کیں۔ اور فوجی قاعدہ سے
گھیرا۔

سلطان سلیمان عالی شان کے عہد کا ترکی مورخ سعد الدین افندی اپنی تاج التواریخ میں
سلطان محمد کی آمد ان باشان و شوکت الفاظ میں بیان کرتا ہے "ایک صبح کو جو کسی ایسے
طالع کی طرح روشن اور با صفا تھی جیسے ہی شاہ خاور کا پیش خیمہ شعاعوں کی فوجوں کے
ساتھ پردۂ مشرق سے اور برج افق پر سے نمودار ہوا عالی جاہ و بلند بارگاہ سلطان
کے لشکر ظفر اثر کا طلیعہ فصیل شہر کے نیچے پہونچ گیا۔ اور اسکے بعد سلطانی فوج

+ امام احمد نے اسناد حسن سے اپنی مسند میں اور حاکم نے بشر غنوی سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلعم نے لتفتحن القسطنطنية ولنعم الامير اميرها ولنعم الجيش جيشها (قسطنطنیہ فتح کیا جائیگا اور کیا اچھا ہوگا
وہ امیر جو اسکی فتح کا امیر ہوا اور کیا اچھی ہے وہ فوج جو اس فتح کی حاصل کرنے والی ہو۔

++ ڈرتا ہوں کہ سر سید کہیں گے یہ اردو ہی نہیں ہے۔ لیکن وہ معاف فرمائیں مجھ سے اسکے سوا
کسی طرح ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا۔

مورچوں کو اوس سے بالکل صاف کروا لیتے تھے - اس حملہ آوری مین سلطان محمد ثانی کی دوسری تدبیر یہ تھی کہ فصیل شہر مین برابر سرنگین لگائی جائین لیکن یہ امر بہت ہی دشوار تھا اس لیے کہ وہان کی زمین سنگستانی تھی اور اُس وقت تک اس فن کو اتنی ترقی نہین ہوئی تھی جتنی اس دور مین ہے کہ پہاڑکے پہاڑ آناً فاناً بارود کی قوت سے اڑا دیے جاتے ہین - وہان تو صرف اتنی کارروائی تھی کہ توپون کے پہلو بہ پہلو بڑی بڑی تیر پھینکنے کی کلین لگی ہوئی تھین - وہ مشہور قدیم یونانی آگ* بھی دشمنون کے تباہ و برباد کرنے مین ایک معقول حصہ لیتی تھی - سلطان محمد ثانی نے اپنی ہشیارانہ طبیعت داری سے ایک اور نئی چیز ایجاد کی تھی وہ یہ کہ ایک بہت ہی اونچا اور بلند لکڑی کا مینار بنوایا تھا جو پہیون کے ذریعہ سے کھسکایا جاسکتا تھا - اس پر تہری تہری بیل کی کھالین چڑہائی گئی تھین جس کی آڑ پکڑ کے حملہ آور نہایت ہی حفاظت و اطمینان سے حریف پر تیر کرسکتے تھے - اوس کے سامنے تین دروازے تھے جن سے نکل کے سپاہی حملہ کرکے فوراً پناہ مین آسکتے تھے - اس کے اندر ہی اندر سیڑہیان تھین جن کے ذریعہ سے لوگ اوپر جاسکتے تھے - چوٹی پر ایک اور سیڑہی لگی ہوئی تھی جو گراریون کے ذریعہ سے اوٹھ جاتی تھی اور اوس سیڑہی کو اگر حریف کے قلعہ کی دیوارون پر قائم کردین تو ایک پُل تیار ہوسکتا تھا - ان تمام نئی تدبیرون کی بدولت آخر ایک دن سینٹ رُمانس کا برج خراب ہو ہی گیا - لیکن اوسکے بعد ہی فوراً اندہیرے کے خوف سے ترکون کو واپس آنا پڑا لیکن اُمید پیدا ہوگئی تھی کہ

---

* روغن نفت وغیرہ کو شیشون مین بھر کے پچکاری کی طرح مارتے تھے جو جلتا ہوا آکے گرتا اور لوگون کو جلا دیتا تھا - اس کی ایجاد یونانیون کی طرف منسوب کی جاتی ہے - کوئی شک نہین کہ معاویہ رضؓ کے زمانہ مین جو عربون کا حملہ قسطنطنیہ پر ہوا تھا اوس وقت اسی آگ نے اس شہر کو مسلمانون کے ہاتھ سے بچا دیا تھا - لیکن خاتمہ مین اوس کا استعمال مسلمان حملہ آورون اور خصوص ترکون مین بھی تھا اور کثرت سے تھا - اس روغن کا اب رواج نہین رہا اس لیے کہ لڑائی کے اوس سے عمدہ آلات ایجاد ہوگئے -

صبح ہوتے ہی سخت حملہ آور یورش کر کے شہر مین داخل ہو جائین گے۔ دوسرے دن سلطان کو بہت ہی افسوس ہوا جب اس نے دیکھا کہ دشمن نے اوس ایجادی مینار کو جلا کے خاک کر دیا ہے اور رات بھر مین وہ منہدم برج بھی خوب مضبوطی سے از سر نو تیار کر دیے گئے اور خندق جو ان مصیبتون سے بھری گئی تھی پھر صاف کر دی۔ حریف کے تو دل سے لگی تھی اس کا وطن۔ اس کی حکومت۔ اس کا مذہب غرض کل چیزین خطر مین تھین شہنشاہ اور اوسکے مددگار جسٹینیانی نے ساری رات اوسی مقام پر لڑائیون سے کنارہ ہی کاٹی اور شکست و ریخت کی مرمت کراتے رہے۔ سلطان محمد کو اپنی اس ناکامی اور کھائیون کے پھر صاف ہو جانے کا نہایت ہی صدمہ ہوا اور اس پر طرہ یہ ہوا کہ جنوا کے چار جہاز رسد لے کے خلیج مین داخل ہو گئے اور محصورین کو رسد بھی پہونچ گئی۔

اس رسد کے پہونچتے ہی یونانیون کی امیدین از سر نو زندہ ہو گئین۔ اون کا شہر واقع کچھ ایسے مناسب موقع پر ہوا تہا کہ دوستون کا وہان تک پہونچنا جس قدر آسان تہا اوسی قدر دشمن اور غنیم کی رسائی دشوار تہی۔ وہ تو کہیے کہ خدا ہی کو منظور نہ تہا کہ سلطنت عثمانیہ کے درمیان مین ایک ایسا مضبوط قلعہ عیسائیون کے ہاتھ مین باقی رہ جاے۔ اب شہر کی فتح اس وقت تک محال معلوم ہونے لگی تہی جبتک کہ خشکی اور سمندر دونون طرف سے حملہ نہ کیا جاے۔ خلیج کا راستہ ایک بہت ہی مضبوط زنجیر سے رکا ہوا تہا جس کی حفاظت کے لیے آٹھ بڑے اور بیس سے زیادہ چھوٹے جنگی جہاز اور کثرت سے جنگی کشتیان ہر وقت موجود رہتی تھین۔ اس طرف سے کوشش کرنے مین لامحالہ بحری لڑائی ہی لڑنا پڑتی۔

اس وقت سلطان محمد خان کے ذہن مین ایک اور تدبیر آئی۔ وہ تدبیر اوس خدا ترس بادشاہ کی کوئی کشف و کرامات تہی یا اوس مشہور پیشین گوئی پر عمل کر کے وقوع مین آئی تہی جو ممالک عثمانیہ مین مشہور تہی کہ قسطنطنیہ اوس وقت تک نہین فتح ہو سکتا جب تک حملہ آور بادشاہ کھلے ہوئے بادبانون سے خشکی مین کشتیان نہ چلاے۔ بہر صورت جو کچھ ہو مگر محقق یہ ہے کہ سلطان محمد ثانی نے اس غیر ممکن امر کو ممکن کر دکھایا اور سچ مچ خشکی پر کشتیان چلا دین۔ اس نے رات بھر مین اسی جنگی کشتیان جنگلون

اور ناہموار زمین کی دس میل مسافت طے کرکے باسفورس کے کنارہ پر لاکے ڈالدینا
یہ تدبیر یون عمل مین لائی گئی کہ ہموار زمین پر تختہ برابر برابر بچھا دیے گئے پھر چربی ڈال
کے وہ خوب چکنے کیے گئے کشتیون کے پال کھول دیے گئے اور اس طرح
وہ ان چکنے پٹرون پر دوڑائی گئین۔ ہر کشتی پر دو ناخدا تھے جن مین سے
ایک آگے اور ایک پیچھے تھا مشعلون کی روشنی مین ہوا کے زور اور انسانونکی طاقت
سے جہازون کا یہ بیڑا خشکی پر دوڑتا ہوا چلا۔ جہان کہین بلندی پر چڑھانا ہوتا وہان
رولرون اور گراریون سے کام لیا جاتا تھا۔ اس وضع سے دس میل طے کرکے یہ
بیڑہ غلاطہ کے عیسائیون کے سر پر ہوتا ہوا ہموار زمین کو طے کرکے اور پہاڑون پر
چڑھتا ہوا خلیج کے پایاب کنارون پر جا پہونچا۔ سپاہیون کے خوشی کے نعرے
مردانہ رجز خوانیون کے نغمون کی آواز۔ اور مشعلون کی روشنی مین خشکی پر اتنے بڑے
بڑے جہازون کو چلتے دیکھکر دشمن پر خوف ناامیدی اور ہراس کی کیفیت طاری تھی
یہ بیڑا جب خلیج کی بلندی پر پہونچ گیا تو اولوالعزم سلطان نے ایک بہت ہی
مضبوط پل یا بانڈم پچاس ہاتھ چوڑا اور سو ہاتھ لمبا تیار کرایا اور اُس پر ایک بڑی
توپ قائم کی۔ کشتیان بھی فوج اور سیڑھیان لیے ہوئے شہر کی دیوار کے نیچے جا
لگین۔ مسیحی حامیان شہر نے بھی اندھیرے اجالے ان سب مہمتون کے برباد
کرنے کی کوشش مین کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا مگر ترکی توپون نے انہین زک پر
زک دی کشتیون اور پل مین آگ لگانے کی بھی کوشش کی گئی۔ مگر مسلمان ہوشیار
تھے اس مین بھی ناکامی ہوئی بلکہ اُلٹے خود مسیحیون کی کشتیان چھن گئین۔ اور ان
بے احتیاطی کی حفاظتون مین قسطنطنیہ کے بڑے بڑے بہادر نامور سپاہی ترکون
کے ہاتھ مین گرفتار ہو گئے۔ خلاصہ یہ کہ چالیس دن تک لڑائی رہی۔ جس کے
بعد محصورین کا حال ابتر ہونے لگا۔ آخر ثابت ہو گیا کہ ان کی فوج اور نیز شہر کی دیوارین
خشکی اور سمندر دونون طرف کے حملون کی تاب نہین لاسکتین اون کے ہاتھ
تھک تھک کے رہ گئے۔ اون کی توپون کے مُنہ بند ہو گئے۔ اور ترکون کی
توپون نے اس حصن حصین کو جو مدت ہاے دراز سے دشمنون کی قوت سے
بے پروا کھڑا اپنی مضبوطی پر غرور کر رہا تھا مارے گولون کے چھلنی کر دیا۔ دیوارون

مین جا بجا تنہ پڑ گئے - اور سینٹ رومانس کے پہاٹک کے پاس واے چار برج گر کر سطح زمین کے برابر ہوگئے - ادہر شہنشاہ کے سر پر ایک اور مصیبت آپڑی کہ فوج نے اپنی تنخواہ کے واسطے دق کرنا شروع کیا اور یہان تک مجبور کیا کہ آخر اوسے گرجون سے مال و اسباب لینا پڑا - اگرچہ اس نے جتنا لیا اوس کا چوگنا دینے کا وعدہ کیا تہا - مگر وہ لوگ جو دونو کنیسون کا اتحاد برا جانتے تہے اس کو غصب سمجہے اور اور نہین اور یہی قصہ آرائیوں اور شکایتون کا موقع مل گیا - اگرچہ تباہی اپنے منحوس پرون کا سایہ ڈال رہی تہی مگر باہمی نا اتفاقی کسی طرح کم نہین ہوتی تہی - جنو ئیز اور وینشین دوگارا اپنے خدمات کو ایک دوسرے پر ترجیح دیتے تہے - اور افسر ایک دوسرے کو نمک حرامی کا الزام دیتے تہے - سیمیون کی یہ حالت ہو رہی تہی - اگرچہ اب اس ہراس کے عالم مین اون کو اپنی بداعمالیون پر رونا نہین بن پڑتا تہا - آخر حضرت مریم کی سورت دینی جوش و خروش اور مذہبی شان و شوکت کے ساتہ کہولی گئی - مگر آہ! اوس مقدس مربیہ نے ان کی خوشامد کی دردبہری آوازون سے اپنے کان بند کر لیے - اس مین کوئی شک نہین اگر کسی کے دل مین اس آفت کا صدمہ تہا تو شہنشاہ کے دل مین - لیکن بدنصیبی کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ عوام الناس اولٹے اوس کو الزام دیتے تہے کہ ناحق اور محض بیکار لڑائی مین تضیع اوقات کرتا ہے - آخر اطاعت کیون نہین قبول کر لیتا - الغرض اپنی قسمتون کے آئندہ خوفناک سین اون کی آنکہون کے سامنے پہر رہے تہے - اور وہ سب ترکون کی غلامی کی راحت پر جان دیے دیتے تہے -

۲۸ - کی شام کو یونانی امرا و شرفا اور بہادر جن پر بہروسہ تہا قصر شاہنشاہی مین طلب ہوئے - اون سب کو اطلاع دی گئی کہ علی الصباح سلطان کا قصد ہے کہ عام حملہ کر دیا جائے - اور اسی جانبازی پر مستعد رہنے کی اون سے درخواست کی گئی - گبن نے اپنے خون چکان قلم سے بہت صحیح لکہا ہے کہ "دد یہ آخری اسپیچ مشرقی رومی شہنشاہی کا فیونرل آریشن تہا" شاہنشاہ نے سب سے وعدہ لیے - سب کو قسمین دلائین - اور ان لوگون کے دلون مین ایک ممتنع الوقوع امید کا

نور چمکانے کی بے فائدہ کوشش کی - مگر کیا ہو سکتا تھا - دوسرون کے دل پر نیا اثر ہو سکتا تھا جب خود اسی کے دل کی ساری اُمیدین مردہ ہو چکی تھین - ان نازک حالت مین اس غریب کے لیے نہ اس دنیا مین کوئی اُمید باقی رہی تھی اور نہ ادہر آنے والی دوسری دُنیا مین - لیکن جو کچھ ہو اس مین شک نہین کہ خود شاہنشاہ کی مثال اور مدت تک کے سخت محاصرے نے عیسائیون کے دلون مین مایوسی کی سخت ہمت پیدا کر دی تھی - اور جس طور سے چتور کے راجپوت اپنی بہادر اور نازنین رانی کو خاک کر کے پھاٹک کھول کے نکلے تھے، اوسی طرح اوس وقت قسطنطنیہ کا ہر بچہ مرنے اور جان دینے پر تیار ہو گیا تھا - وہ سب ایک دوسرے سے مل مل کے روتے تھے - قیامت کی ملاقات کے وعدہ پر باہم رخصت ہوتے تھے - نہ اپنے بال بچون کی پروا تھی نہ جان و مال کی - الغرض ہر شخص اپنے وطن پر جان دینے کو مستعد ہو گیا تھا - ان باہمی قول و قسم کے اقرارون سے فراغت کر کے ہر ہر افسر نے اپنے اپنے مقررہ مقام کی راہ لی - اور اس جوش و خروش سے مرنے پر آمادہ ہو گیا کہ سبھون نے وہ منحوس رات آنکھون مین کاٹی - بیقراری اور اضطراب نے رات بھر سب کو شہر کی فصیلون ہی پر کھڑا رکھا - خود شہنشاہ معہ اپنے چند رفقا کے پہلے سینٹ صوفیہ کے گرجا مین گیا جو تھوڑی ہی دیر مین خدائے وحدہ لاشریک کا مشہور عبادت گاہ ہونے والا تھا - وہان جا کے اپنے مذہب کے آخری فرائض جوش دل اور رقت قلب سے ادا کیے - وہان سے پلٹا تو مایوسانہ خیالات نے ایسا تھکا دیا تھا کہ چند لمحہ آرام کرنے کی غرض سے وہ قصر شاہنشاہی مین گیا - مگر ہر سمت سے گریہ و بُکا کی ایسی بے چین کرنے والی آوازین آ رہی تھین کہ اس کا دل خود بخود بے قابو ہو گیا - وہ آرام کرنے کی غرض سے یہان ٹھہرا تھا - مگر آہ! آرام کجا - آخر پریشان ہو کے اوٹھ بیٹھا - ہر شخص سے اپنا کہا سُنا معاف کرایا - اور گھوڑے پر سوار ہو کر محافظین شہر کی ہوشیاری اور مستعدی دیکھنے - اون کا دل بڑہانے اور غنیم کی کارروائیان دریافت کرنے کو روانہ ہوا -

۲۹ - مئی ۱۴۵۳ء کی صبح کو سلطان نے عام حملہ کا حکم دیدیا - یہ ایسا مضبوط

اور نصیب شہر تہا کہ ترکون کو بہی رات بہر حملہ کی تیاری اور خدا سے مدد مانگتے ہی کٹی
سپاہ اور توپین شب ہی کو خندق کے کنارہ پر جا لگی تہین جن کو جا بجا سے پاٹ
کے اکثر مقامات پر مسلح راستے بنائے گئے تہے - اس کے جہاز قلعہ کی دیوارون
سے لگے ہوئے پڑے تہے - اور ہر شخص کو خاموش رہنے کا حکم تہا - ایک سکوت
خموشی کا عالم تہا جس نے پچہلی رات کے سناٹے کو کسی قدر اور بڑہا دیا تہا - صبح
ہوتے ہی وہ سناٹا یون توڑا گیا کہ دونون طرف سے حملہ شروع ہو گیا - ترکون کی
طرف سب سے آگے مجاہدین کا گروہ تہا جو جام شہادت کی تمنا مین اطراف و
اکناف عالم سے دوڑ سے آئے تہے - ان کے بعد اناطولیا اور رومیلیا کی جانباز
فوجین اپنے پاشاؤن اور جنرلون کی ماتحتی مین تہین - اس کے پیچہے دربار تاریون
کی پرہیبت فوج تہی - اور سب کے پیچہے خود سلطان کی سواری تہی - دس ہزار خاصگی
فوج اس کے گرد حلقہ کیے ہوئے تہی خود سلطان اس وضع سے گہوڑے پر
سوار تہا کہ ایک بڑا سا عمامہ سر پر تہا گرز گرانبار ہاتہ مین تہا اور اس سے اشارہ
کر کرکے حملہ کی ہدایتین کرتا تہا - اور سپاہیون کے دل بڑہاتا جاتا تہا - ہر طرف
سے توپون کے فیر ہونے لگے جن کی گرج نے کانون کے پردے پہاڑ ڈالے اور
جن کے دہوئین نے ہر طرف کی چیزون اور سامنے کے تمام منظرون کو چہپا لیا تہا
شہر کی وہ دوہری دیوارین تہوڑی ہی دیر مین منہدم ہو گئین اور ان کے ڈہیر
بن گئین - ہر طرف سے حملہ آورون نے یورش کی اور گہمسان لڑائی ہونے لگی
اس وقت جان جسٹینانی کو ایک گولی یا ایک تیر نے زخمی کر دیا - اس کا خون دیکہتے ہی
سپاہیون کے چہکے چہوٹ گئے - جان جسٹینانی خود بہاگ نکلا - اگرچہ شہنشاہ نے
بہت سمجہایا ہے کہ اسکی خوشامد تک کی مگر اس ستم رسیدہ نے ایک نہ سنی - پہلا شخص
جو سلطان کے انعام کا مستحق قرار پایا اور جس نے سب کے پہلے فصیل شہر پر قدم
رکہا وہ ایک جان نثاری تہا "حسن" نام - جو ایک بڑے تن و توش کا سپاہی
تہا - اس کے پہونچتے ہی اور بارہ جان نثاری پہونچ گئے اگرچہ حسن کو رومیون
نے ڈہکیل دیا مگر وہ اپنے مضبوط دل کے ساتہ پہر گہٹنون کے بل اوٹہا - اگرچہ
اسپر برابر پتہرون کا مینہ برسنے لگا لیکن اس نے اپنی جرأت و ہمت سے ثابت

کر دیا کہ ایسے قلعہ پر چڑھ جانا کسی انتہا درجہ کی دلیری قوت سے ممکن ہے - اس کے بعد کیا تھا - ہر چہار طرف دیوارون اور برجون پر چڑھ چڑھ کے ترک سب جگہہ ہیں گئے اور جوق جوق جمع ہو گئے اور یونانیون کو مجبوراً بھاگتے ہی بن پڑی - قسطنطنیہ وہ بہادر لوگ جو اس وقت نیز جرلون کا اور نیز سپاہی کا کام دے رہے تھے انہین مین خود شاہنشاہ بھی تھا - جو امرا اس کے ساتھ تھے اونہون نے بھی جان نثاری اور وفاداری کا حق ادا کیا - اور آخر دم تک اوس پر پروانہ رہے کسی جگہہ ساتھ نہ چھوڑا - ایسے نازک اور بیکسی کے وقت مین اپنی جان سے تنگ آ کر بحسرت بھرا جملہ شاہنشاہ نے اپنی زبان سے نکالا تھا وہ اس وقت تک ہمارے کانون مین گونج رہا ہے -

"کیا کوئی ایسا عیسائی نہین مل سکتا جو میرا سر تن سے جدا کر ڈالے" اوس غیرت مند کو سب سے زیادہ ڈر ترکون کے ہاتھہ مین زندہ گرفتار ہو جانے کا تھا - اوس نے اب اپنا شاہنشاہی لباس اوتار ڈالا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخری مرا کی گھبراہٹ مین وہ کسی نامعلوم شخص کے ہاتھہ سے قتل ہوا - اس کے مارے جاتے ہی پھر عیسائیون مین نہ کوئی ضابطہ تھا اور نہ کسی قسم کی مزاحمت تھی - بدح بے سروپا اور بدحواس شہر کی طرف بھاگے اور دن مین سے اکثر سینٹ ... کے پھاٹک کے نیچے دب کے رہ گئے - فتحمند ترک اندرونی حصار مین رخنہ کر کر کے شہر مین گھسے - اور جب شہر کی کشادہ سڑکون پر پہونچے تو انہیں ان بہادر حملہ آورون سے ملے جنھون نے خلیج کی طرف سے فینار کے دروازہ پر حملہ کیا تھا - اور اس جانب سے لڑتے ہوئے شہر مین داخل ہوئے تھے -

ایک ترکی مصنف[1] نے اپنی ایشیائی انشا پردازی کے زور قلم سے اس یادگار فتح کی سرگذشت ان شاندار الفاظ مین لکھی ہے ——

"جبکہ وقت موعود آ گیا اور قلعہ کسی طرح نہ فتح ہوا تو وزیر کو سلطان کی طرف سے بہت خوف ہوا - وہ ڈرتا ہوا اور سہما ہوا شیخ شمس الدین کے پاس گیا -

[1] صاحب شقایق النعمانیہ -

ترکون نے اوسے روکا۔ اس لیے شیخ نے اپنے معتقدین کو تاکید کر دی تھی کہ
سی زاوںکے پیس نہ آنے دین لیکن اضطراب مین وزیر نے خیمہ کی چوبین اوٹھا مین تو
دیکھتا ہے کہ شیخ زمین پر سجدہ مین پڑے ہین سر کھلا ہوا ہے اور رو رو کے دعا کر
رہے ہین وزیر نے خیمہ کی طنابون سے اپنا سر نکالا ہی تھا کہ یکایک شیخ اوٹھ کھڑے
ہوئے اور زور و شور سے تکبیر کہی اور فرمایا الحمد للہ الذی فتح ہذہ المدینۃ اس اللہ کا
شکر ہے جس نے اس شہر کی فتح ہمین مرحمت فرمائی۔ وزیر کہتا ہے اون کی زبان سے
یہ جملہ سنا تھا کہ مین نے منہ پھیر کے شہر کی طرف دیکھا۔ وہان کیا دیکھتا ہون کہ لشکر اسلام
شہر مین داخل ہو چکا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہ انھین کی دعا کی برکت
ہے جس وقت جب کہ اونھون نے فرمایا تھا شہر کو فتح کیا۔ اور قریب قریب تمام اہل
ترک کا عموماً اسی پر عقیدہ ہے۔ خیر جب سلطان محمد خود قسطنطنیہ مین داخل ہوا تو
اس نے اپنے پہلو کی طرف پھر کے دیکھا وزیر ابن ولی الدین کو اپنے برابر سے بولا
دیکھتے ہی ۔ جیسے حضرت شیخ نے فرمایا تھا۔“

عیسائیون کو جب یقینی طور پر معلوم ہو گیا کہ مجاہدین اسلام شہر مین داخل ہو گئے
تو وہ مکانات و معابد چھوڑ چھوڑ کے بد حواس سڑکون پر نکل کھڑے ہوئے۔ گویا ان کا
خیال یہ تھا کہ اس فعل سے غنیم ڈر کے بھاگ جائے گا۔ شہر کے ہر حصہ سے لوگ
سینٹ صوفیہ کی طرف دوڑے۔ اس کثرت سے زن و مرد بوڑھے بچے پادری
گوشہ نشین۔ راہب۔ مذہبی اچھوتیان غرضکہ ہر عمر ہر درجہ ہر پیشے کے لوگ
اس مین آ کے جمع ہو گئے کہ تھوڑی ہی دیر مین اوس عمارت کے اندر تل رکھنے
کی جگہ نہ تھی۔ ان سب لوگون نے اندر سے دروازہ بند کر لیے اور خدا کے گھر مین
بیٹھے اوس فرشتہ کی مدد کا انتظار کرنے لگے جس کی بابت اون کے دینی مقتدا
نے پیشینگوئی کی تھی۔

٭ ایک صاحب نے پیشینگوئی کی تھی کہ ایک دن ترک قسطنطنیہ مین داخل ہو جائین گے
اور رومیون کا ایا صوفیہ کے سامنے جو میدان ہے اوس مین قسطنطین کا ستون
ہے وہان تک تعاقب کرین گے۔ لیکن یہان پر ان کے مصائب کا خاتمہ

سبب کہ وہ مجہول فرشتہ کے اوترنے کا انتظار کر رہے تھے سینٹ صوفیہ کے دروازے
کلہاڑیون سے چیر ڈالے گئے۔ اور چونکہ ترکون کو کوئی مزاحمت نہین پیش آئی تھی لہذا
ان کے وہ ہاتھ جو خون سے بالکل پاک تھے غلامون کی تعداد کثیر تر بنانے اور باندھنے
مین مصروف ہو گئے

ہوائی سن- آثار دولت و شرافت انتخاب مین اون کی رہنمائی کرتے تھے۔
جس ملک کا تصفیہ ان لوگون مین پہلے گرفتار کرنے- ذاتی قوت اور وقتی حکومت
سے ہوتا تہا- غلام رسیون سے باندھے جاتے تھے- لونڈیان خود اپنی ہی
نقابون اور کمر بندون سے جکڑی جا رہی تہین- اعیان سلطنت خود اپنے غلامون
کے ساتھ ایک ہی رسی مین بندہے ہوئے تھے- کنیسہ کے اعلے عہدہ دار
اپنے گرجون کے دربانون کے ساتھ تھے- اور ذلیل نیچ قوم کے نوجوان
اعلے طبقہ کی شریف زادیون کے ساتھ- جن کے چہرون تک کبھی آفتاب کی شعاع
نہ پہونچ سکتی تھی اور اون کے عزیز و اقارب تک اون کے دیکھنے کی عزت نہ حاصل
کر سکتے تھے- اس عام قید مین سوسائٹی کے مراتب اور درجہ ٹوٹ کے بے ربط
ہو گئے تھے- فطرت کے تمام رشتہ منقطع ہو گئے تھے اور بے رحم سپاہی باپ
کی آہ آہ مان کے آنسو اور اولاد کی گریہ وزاری سے بے پروا تھے- سب سے
زیادہ گریہ و بکا کرنے والی وہ اچھوتیان تہین جو معبدون سے کھینچ کھینچ کے نکالی
گئی تہین- اور اس بیکسی و مظلومی سے کہ سینہ کھلا- ہاتھ پہیلے ہوئے اور بال
پریشان- ہمین حسن عقیدت سے ان کی نسبت یقین کر لینا چاہئے کہ معبد کی
شب بیداری پر حرم کی عشرت کی راتون کو ترجیح دینے کی طرف وہ کبھی شاذ و نادر ہی
پھسلائی جا سکی ہون گی- ان بدنصیب یونانیون- ان خانگی حیوانون کے پورے پورے

۴۴ ہو جائے گا- ایک فرشتہ آسمان سے اوترے گا تلوار اوس کے ہاتھ مین ہو گی
اور سلطنت مع اس آسمانی ہتھیار کے ایک غریب آدمی کو جو ستون کے نیچے بیٹھا ہو گا دیدیگا
وہ کہیگا "یہ تلوار لو اور خدا کے بندون کا بدلا لو" یہ جان ڈالنے والے الفاظ سنتے ہی ترک فوراً
بھاگ کھڑے ہونگے اور فتحمند رومی انکو مغرب سے نکال دینگے اور اناطولیا ایران کی سرحد تک نکال آئین گے"

گاڑیاں بے رحمی کے ساتھہ سڑکون پر کھینچے گئے - اور چونکہ فاتح کارل اور زیادہ لوٹنے کے واسطے واپس آنے پر لگا ہوتا تھا لہذا ان بیکسون کے تھرتھراتے ہوئے پاؤن لڑکھڑاتے ہوئے قدم دہمکیون اور گھونسون سے تیز کیے جاتے تھے -

اس قسم کی لوٹ مار اوسی وقت کل گرجون اور خانقاہون تمام علاقہ سلطنت اور دارا لسلطنت کے سب مکانون مین کی جا رہی تھی - کوئی مقام گو وہ کیسا ہی متبرک ہو یا کیسے ہی گوشہ مین ہو یونانیون کی جان و مال کی حفاظت نہین کرسکتا تھا - ان مظلومون کا ساٹھ ہزار سے زیادہ گروہ شہر سے نکال کے خیمہ یا جہازون پہ لایا گیا - اور پھر اپنے مالکون کے نفع یا تلون مزاجی کے مطابق بیچے یا بیچڈالے گئے - اور سلطنت عثمانیہ کے دور دراز صوبون مین پھیلا دیے گئے" یہ وہ دل پر چوٹ کرنے والے الفاظ ہین جن سے اڈورڈ گبن نے عیسائیون کی بیکسی کا سین دکھایا ہے اور انکے مصائب کا نوحہ لکھکر اپنے مسیحی دل کی بھڑاس نکالی ہے[*] -

---

[*] جن لوگون کے خیال کو گبن کی سحر بیانی نے مسلمانون کے سب سے زیادہ ظالم ہونے کی جانب مائل کر دیا ہو اون کو چاہیے کہ اون اوقات کو یاد کرین جب مسلمانون کی حالت عیسائیون کے ہاتھہ اس سے زیادہ تباہ و برباد ہو رہی تھی جب فوج کے تھکے ماندے بیکار سپاہی غلامی کی رسیون مین جکڑے جاتے تھے اور باقی باشندون کو حکم تھا کہ اپنا کل مال و اسباب اپنی آزادی کی قیمت (فدیہ) کے ایک جزو کے طور پر ظالم عیسائی بادشاہ کے نذر کرین اور آٹھہ مہینہ کے اندر باقی روپیہ ادا کرین ورنہ ہمیشہ کے لیے غلام بنائے جائین گے - اون کا شمار ہوتا - تلاشی لی جاتی اور بدر کیے جاتے تھے - اس وقت غریب بوڑھے بیکس عورتین اور شریف خاندانون کی پری جمال نازک اندام اور دوشیزہ لڑکیان بڑے بڑے بوجھہ سر پر لادے مالقہ سے نکلکر القصبہ کی طرف جاتی ہوئی سڑکون پر دکھائی دیتی تھین - یہ لوگ خانمان بربادی کی مصیبت یاد کر کے گھر چھوڑتے وقت اپنے سینہ پیٹتے تھے - ہاتھہ ملتے تھے اور بیتابی سے دہقان نگر پر نم آنکھین آسمان کی طرف اوٹھا کے فریاد کرتے تھے کہ "اے مالقہ! مشہور و خوب صورت تھہرا اب تیرے

والاکرام کی حمد وثنا کی جس نے اوسے اتنی بڑی فتح عنایت فرمائی تھی۔ ایا صوفیہ سے روانہ ہوکے سلطان محل شاہی کی طرف گیا وہی عالیشان محل جس مین قسطنطین اعظم سے لیکر اوس وقت تک ایک سو با جبروت و سطوت عیسائی تاجدار فرمانروائی کر چکے تھے اور جو تکلفات اور شان و شوکت کے اعتبار سے اپنا آپ ہی نظیر تہا۔ لیکن اب اس وقت اس مین نہ وہ ساز تہا نہ وہ سامان ہر چہار طرف سناٹا تہا اور بالکل سنسان پڑا تہا۔ سلطان کے دل مین تغیرات و حوادث عالم کے حسرت انگیز خیال نے ایک درد پیدا کر دیا اور اس وقت اس نے نہایت عبرت کے لہجہ مین بصد اندوہ یہ فارسی شعر پڑہا ؎

پردہ داری مے کند بر قصر قیصر عنکبوت

چغد نوبت مے زند بر گنبد افراسیاب

؎ حملہ طین آرکے نکال دیا خوب صورت اسپین کے برباد ہ سیاست کو یوں لیا اور اسکو ذہنی و اخلاقی خرابات کا مرادف بنا دیا۔ سید امیر علی ۔ لائف آف محمد صفحہ ۴۴۳

ڈراپر کا انٹلکچویل ڈویلپمنٹ آف یورپ (جلد ۲ صفحہ ۲۲) دیکھو مسلمانون سے صلیبی لڑائیون مین عیسائی مجاہدین کے برتاؤ کا مقابلہ کرو۔ وہ لکھتا ہے "جب خلیفہ عمرؓ نے ۶۳۷ء مین یروشلم کو لیا تو وہ گھوڑے پر اسقف سفرونیس کے ہمراہ اُسکے قدیم عمارات کے متعلق باتین کرتے ہوئے شہر مین گئے نماز کے وقت ریزرشن کے گرجہ مین جہاں وہ اتفاقاً اس وقت تھے عبادت کرنے سے اونہون نے انکار کیا بلکہ قسطنطین کے گرجہ کے زینہ پر نماز پڑہی۔ اُنہون نے اسقف سے کہا اسلیے کہ اگر مین نے ایسا کیا ہوتا تو شاید مسلمان آئندہ زمانہ مین اس معاہدہ کو میری مثال کی پیروی کے حیلہ سے توڑ ڈالتے۔" لیکن جب عیسائی مجاہدین نے اسپر قبضہ کیا تو خرد سال بچون کے بھیجے دیوارون سے ٹکرا کے پہاڑ ڈالے گئے۔ دودھ پیتے بچے فصیلون پر پھینکدیے گئے۔ جوان آگ مین بھون ڈالے گئے بعض کے پیٹ پہاڑ ڈالے گئے یہ دیکھنے کو کہ کہین سونا تو نہین نگلگئے ہین یہودی اپنے معبدونمین بند کرکے جلا دیے گئے۔ تقریباً ستر ہزار آدمی قتل ہوئے اور لوٹ کا مال بٹنے کے بعد ان سب ثواب کے کامونمین شریک دکھائی دیتا تھا۔"

یہ قصہ دیکھ کے نعمتمند سلطان کو شہنشاہ قسطنطین پچھلے وارث تخت روم کا خیال
آیا اوس نے دریافت کیا کہ وہ کہان ہے اور اوس پر کیا گذری آیا وہ ہوائی کا
ہوا گرفتار ہو گیا یا لڑائی مین مارا گیا - مگر دو جان نثاریون نے بہت ہی بعد سلطان
کے تعلق خاطر کو رفع کر دیا اور اوس کے مذکورہ خیالون کا فیصلہ کر دیا - اونہین
دونون نے شہنشاہ کو قتل کیا تھا اور اب اس کارگزاری کی عزت اور انعام واکرام
کے مستحق ہوئے - نعشون سے انبار لگائے گئے تو اون کے نیچے وہ مقتول
کی لاش برآمد ہوئی - اسکے جوتہ پر جو سنہرہ عقاب بنا تھا اوس سے لوگون نے
اسکو پہچانا اور سپاہیون نے اس کی تصدیق کی بے شک یہ صحیح قیاس ہے
کہ سلطان کو اوس کی لاش دیکھ کے بڑا افسوس معلوم ہوا - اس لیے کہ اوس نے
اپنے رقیب کی لاش کو باعزاز تمام دفن کرایا - خصوص اس بنا پر کہ شہنشاہ کے قتل
کے بعد جب سب سے بڑے مرتبہ کا شخص ڈیوک لیوکس نوٹاراس مرحوم دولت روم
کا وزیراعظم سلطان کے سامنے حاضر ہوا اور جب اوس نے اپنا جسم اور مال ومتاع
پائے تخت کے نظر کرنا چاہا تو سلطان نے نہایت ہی نفرت کے تیورون سے
پوچھا اور اس خزانہ کو تم نے اپنے بادشاہ اور اپنے ملک کی حفاظت مین کیون نہ صرف
کیا - سلطنت کی موجودہ حالت نے سلطان محمد کے دل پر بہت بڑا اثر کیا اوس کو
اہل شہر کی مصیبتون کا خیال کرتے ہی دل مین ایک چوٹ لگتی تھی - یہ تو جانتا تھا
کہ ان تباہیون کا بانی وہ خود ہے لہذا اب اوس نے اس بات کی کوشش شروع
کی کہ جہان تک ہو سکے ان ظلمون کا معاوضہ کرے اور اپنی بڑی رحمدلی کے ساتھ
اہل شہر اور شاہی خاندان کی ہمدردی پر آمادہ ہو گیا - وہ شہنشاہ کی بی بی سے ملنے گیا
جو ایک معمر شہزادی تھی - بیماری اور غم نے اوسکا حال تباہ کر رکھا تھا اس کے مصائب
پر سلطان نے اپنا افسوس ظاہر کیا اور اوسے بہت تسکین دی - تشفی آمیز کلمات
کہے اور نہایت ہی انسانیت بلکہ فرزندانہ ادب سے پیش آیا - اسی طرح کی عنایتین
اس نے دیگر ارکین سلطنت کے ساتھ بھی کین اور اپنی مغلوب رعایا سے ایک
دوست یا ایک شفیق باپ بننے کا وعدہ کیا - اس سے زیادہ* ترمقدس عمارتین

* دیکھو اڈمنڈ اولیر "موسٹرکٹس وار" جلد اول صفحہ ۲۴۶ —

نصاریٰ ہی کے لیے چھوڑ دین" اور سب سے بڑا ثبوت ہمدردی کا یہ تھا کہ اس نے
قوم اروام پر خود اون کے مذہب کے مطابق بطریق مقرر کیا اور حسب طریقۂ قیاصرہ
کے قدیم دستور کے مطابق اوسکو مرحمت فرمایا۔ خود اوس نے اپنی جیب خاص سے
روپیہ سے یونانی قیدیون کی ایک تعداد کثیر جان نثاریون سے مول لے کے آزاد
کردی۔ اور مقام فنار اون کو رہنے کے واسطے دیا۔ جنوئیز غلاطہ مین رہے اور
اون سے کسی قسم کی مزاحمت نہین کی گئی پانچ ہزار خاندان سلطان کے ایشیائی
صوبون سے کھنچے آگئے اور ستمبر کے آخر تک ان کو اس نئے مفتوح شہر مین بسنے
کا حکم ہوا۔ الغرض یہ کارروائیان تھین جو اوس سلطان کے ہاتھ سے ظاہر ہوئین
جس کو عیسائی مورخ ہمیشہ "ظالم" "بے رحم" "نیم وحشی" وغیرہ خطاب دیا
کرتے ہین حالانکہ خود اون سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا جب پوچھا جائے گا
کہ سلطان نے تو خیر بعد فتح اہل قسطنطنیہ کے ساتھہ اتنا سلوک کیا ہی تھا اون
کیا سلوک کیا گیا مسلمانون سے جب اون پر خرابے مین تلوارین بلند ہوئی تھین
جب اون کا بیت المقدس مین قتل عام ہوا تھا اور جب کروسیڈرون نے اونکے
بچون کو ٹپاٹپ ٹیک کے مارا تھا۔

اسطرح سے قسطنطنیہ اپنی تعمیر کے گیارہ سو تیئیس (۱۱۲۳) برس بعد مسلمانون کے
ہاتھہ سے فتح ہوا۔ اور پوری ہوئی وہ پیشینگوئی جو بانی اسلام سے ارواحنا فداک
یا رسول اللہ کی زبان فیض ترجمان سے ساڑھے سات سو برس پیشتر ظاہر
ہوئی تھی۔

اس ممتاز اور حیرت انگیز فتح کی خبر جب دنیا مین پھیلی تو ساری دنیا کے
بادشاہ سلطان محمد سے خوف کھانے لگے خدیو مصر۔ تاجدار عجم اور سلاطین
ارض مغرب نے مبارکباد و تہنیت کے خط لکھے۔ ایک باخدا مسلمان مورخ لکھتا
ہے "اس مین شک نہین کہ یہ بہت بڑی اور عظیم الشان فتح تھی۔ خلفا اور
بادشاہون مین سے کتنے گذرے ہین جنہون نے اس شہر کی فتح کی آرزو
مین محنتین صرف کین سرگرمیان دکھائین۔ اپنی دولت غارت کی اپنی اور اپنی
فوج کی عمرین صرف کین مگر مقصد کو نہ پہونچنا تھا نہ پہونچے۔ اللہ نے یہ آرزو

سلطان محمد ثانی اور قسطنطنیہ کی فتح

تتمہ ماہ جولائی ۱۸۹۳ء

سلطان محمد ہی کے لیے انتہا رکہی تہی اس لیے کہ اس کی نیت خالص تہی اور اس کے اخلاق اچہے تہے۔ کسی نے کیا خوب تاریخ کہی ہے :-

"رام امر الفتح قوم اولون
جازہ بالنصر قوم آخرون"

امر فتح کی آرزو اگلی قومون نے کی اور فتح کی مراد کو پچہلے پہونچے آخرون کا لفظ مادۂ تاریخ ہے جس سے ۸۵۷ھ نکلتے ہین بعضون نے اس کی تاریخ "بلدۃ طیبہ" کہی ہے اگرچہ ۃ تاریخ کہنے والون اور شعرا کی تحقیق مین ہ سمجہی جاتی ہے مگر بعضون کے نزدیک جائز ہے۔

فتح کے تیسرے دن سلطان محمد نے شیخ العصر شیخ شمس الدین سے عرض کیا کہ اپنے انکشاف باطن کی قوت سے مجہے اوس تربت پاک کی زیارت کرا دیجیے جس مین ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ آرام فرما رہے ہین۔ شیخ نے ارشاد فرمایا کہ مین نے اس شہر مین ایک طرف ایک نور دیکہا ہے کیا عجب کہ اون کا روضہ مطہرہ اوسی مقام پر ہو۔ یہ فرما کے شیخ ممدوح اُس مقام پر آئے کچہ دیر عالم مراقبہ مین مستغرق رہے پہر سر اوٹہا کے فرمایا "مین ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی روح سے

---

* گبن نے اپنی "ڈکلائن اینڈ فال" کے باب ۵۲ صفحہ ۹۲۷ اور باب ۶۸ صفحہ ۱۱۸۲ مین اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ملاء دونون نے مجھے اس فتح پر مبارکباد دی اور فرمایا اللہ جل شانہ نے تمہاری سعی مشکور کی کہ تم نے میری قبر* کے قریب سے کفر کی تمام ظلمتین اور اون کی نجاستین دفع کین - یہ خبر فوراً سلطان کو معلوم ہوئی وہ خود ذوق و شوق سے دوڑا ہوا اس مقام پہ آیا اور عرض کیا "یا حضرت مجھے کوئی ایسی علامت دکھایئے جس کو مین بھی آنکھ سے بھی دیکھون - یہ کسی بدظنی کی وجہ سے نہین ہے" ولکن لیطمئن قلبی "تاکہ میرے دل کو اطمینان ہو جائے - شیخ نے پھر مراقبہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد سر اوٹھا کے فرمایا اس مقام کو کھودو یہ وہ مقام ہے جو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر شریف سے سرہانے کی طرف دو ہاتھ ہٹ گئے ہے - اور یقین دلایا کہ یہان پہ ایک سنگ مرمر کا ٹکڑا نکلے گا اوس پر عبرانی حرفون مین کچھ لکھا ہوا ہے اور وہی اوس جلیل القدر صحابی کی قبر کا ثبوت دیدے گا - کھودا تو وہ سنگ مرمر برآمد ہوا - جو لوگ زبان عبرانی پڑھ سکتے تھے اونھون نے پڑھا اور پڑھتے ہی ظاہر ہو اکہ یہی قبر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی ہے - شیخ کا یہ مکاشفہ دیکھ کے سلطان محمد پر ایک عالم وجد طاری ہوا - اور وہ اس قدر از خود رفتہ ہو گیا کہ لوگ پکڑ نہ لیتے تو بیشک گر ہی پڑا تھا - خبر ہوش مین آ کے سلطان نے حکم دیا کہ اس قبر پر ایک گنبد قائم کیا جائے اور اوسی کے قریب ہی ایک جامع مسجد کی تعمیر کا حکم دیا - جب وہ تیار ہوگئی تو بڑے جلوس اور شان و شوکت سے وہ اس معبد الٰہی مین گیا اور نماز ادا کی بعد نماز شیخ شمس الدین نے سلطان محمد کے ہاتھ مین تلوار دی اور اوسی وقت سے یہ دستور ہو گیا کہ جو سلطان تخت نشین ہوتا ہے وہ اسی جامع مین جو جامع ایوب کے نام سے مشہور ہے جا کے اپنے وقت کے شیخ الاسلام کی مرحمت کی ہوئی تلوار کمر مین باندھتا ہے اور یونہین سلاطین ترک کی تخت نشینی ہوا کرتی ہے - یہ رسم شاہان نصاریٰ کی "کارونےشن" (تاج پوشی) کے مقام پر ہے - اس وقت سے سلطان نے قسطنطنیہ کو اپنا مستقر خلافت قرار دیا اور

---

* حضرت ابو ایوب انصاری قسطنطنیہ کے پہلے حملہ مین جو خلیفہ معاویہ بن ابی سفیان کے عہد مین ہوا تھا شہید ہوئے تھے - دیکھو گبن باب ۵۲ صفحہ ۹۲۷

دیگر ممالک کی فتح مین مشغول ہوگیا- اس نے والیشیا کے بادشاہ کو زیر کرکے سرویہ اور
بوسینیا کو اپنی سلطنت مین شامل کرلیا لیکن تاہم وہ شمال مین اپنی سرحد شاہنشاہی
کو زیادہ اور وسعت نہ دے سکا۔ اس نے بلغراد کا محاصرہ کیا- جان ہنیڈی اس
وقت تک زندہ تھا اس نے اور جان کیپسٹرن نے مع اپنے ساٹھ ہزار صلیبی مجاہدین
کے مقابلہ مین لڑائیان کین- ۶- اگست ۱۴۵۶ء کو ایک بہت سخت لڑائی ہوئی اور فاتح
قسطنطنیہ کو اس حملہ اور بہت زخمی ہوکے محاصرہ سے دست بردار ہونا پڑا- ہنیڈی
بھی زخمی ہوا تھا مگر وہ ایسا زخمی ہوا کہ پھر نجات نہ ملی زخمی ہونے کے تھوڑے ہی دن
بعد اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام بنا کے مرگیا-

البانیا مین بھی ابتدا سخت مصیبتیں درپیش آئین کیونکہ اپائرس مین ایک
سکندر بیگ سا بہادر پیدا ہوا تھا جو ہنیڈی سے کسی بات مین کم نہ تھا- یہ شخص اپائرس
کے شاہی خاندان سے تھا اور اس کا اصلی نام جارج کیسٹریوٹا تھا- اپنے بچپن کے
زمانے مین وہ مراد ثانی کے دربار مین ہوسٹیج (کفیل) کے طور پر بھیجا گیا تھا- دربار
مین پہنچ کے اپنی ہمت و عالی دماغی پر سلطان کی بے حد عنایتین مبذول
دیکھ کے وہ مسلمان ہوگیا اور درحقیقت اوس کے اسلام لانے سے سلطان ام
اس قدر خوش ہوا تھا کہ اوسے اپنے بیٹون کے برابر سمجھتا تھا- اور اس کا نتیجہ ہوا
کہ اوس نے اوسے فوج کا ایک اعلے عہدہ دار کردیا اب وہ سکندر بیگ کے نام
سے مشہور ہوا-

اگرچہ سکندر بیگ پر سلطان انواع و اقسام کی عنایتین کرتا رہا- اس کو فوج کا
امیر کرکے ایشیا مین بھیجا- ہنگری کے مقابلہ مین جو فوج گئی اس مین بھی یہ اعلی
افسر تھا- مگر اس کور نمک نے احسان فراموشی کی- فوج کا ساتھ چھوڑ دیا اور دغابازی
سے کروئیہ (اپائرس کا ایک شہر ہے) پر قبضہ کرلیا- اس نے سلطان کے سکرٹری
کو پکڑ لیا اور اس سے سلطان کے نام سے گورنر کروئیہ کے نام اس مضمون کا ایک
حکمنامہ لکھوایا تھا کہ شہر اس کے سپرد کردیا جائے- اور اس کے بعد اس بیکس بیگناہ
سکرٹری کو بڑی بے رحمی سے قتل کر ڈالا تاکہ راز افشا نہ ہونے پائے- گورنر
کو ان باتون کی خبر نہ تھی اس نے کنجیان سکندر بیگ کے حوالہ کردین- اس نے

قبضہ پاتے ہی فوراً ترکون کو شہید کرنا شروع کیا۔ اسلام سے مرتد ہوگیا اور تمام
اپائرس والون کو بغاوت پر آمادہ کردیا۔ مراد کے باقی ماندہ عہد مین سکندر بیگ
اپائرس کے پہاڑون پر قابض رہا اور ادہر کا راستہ بند کردیا۔ مراد نے تین مرتبہ
بیدلی سے مختصر فوجین اس کے لیے روانہ کین مگر تینون مرتبہ شکست ہوئی۔ اسی اثنا
مین سلطان کو مرض الموت لاحق ہوگیا۔ اور موت نے ارادون کو ناتمام رکہا۔ پہر جب
سلطان محمد ثانی تخت پر بیٹہا تو اسکو بہی اپنے لڑکپن کی دوستی اور محبت کے خیال
نے سرگرمی کے ساتہ سکندر بیگ کے قلعہ قمع پر آمادہ نہونے دیا یہ یقین ہے
کہ اگر سکندر بیگ کچہ خراج دینے پر راضی ہوجاتا تو سلطان فوراً منظور کرلیتا اور کبہی
اس سے مزاحمت نہ کرتا۔ مگر اپائرس والون نے خراج دینا توکیسا اور لٹیرے اور سفر دیا اور
ہر جگہ پر لوٹ مار شروع کردی۔ مگر سلطان کو سکندر بیگ سے کچہ ایسی ہمدردی تہی
اور نیز پہر بہی جو کارروائی کی وہ یہی تہی کہ ۱۴۶۱ء مین ایک عہدنامہ کی رو سے
سکندر بیگ کو اپائرس اور البانیا کا امیر تسلیم کرلیا۔ چہ برس بعد سکندر بیگ مرگیا
اب کس کی مروت باقی تہی فوراً فوجین روانہ ہوئین اور بآسانی البانیا کا الحاق
کرلیا گیا۔

سلطان نے ایک سلسلہ فتوحات کے بعد یونان کو بہی اپنے قلمرو مین شامل کرلیا
وینیشیا کی سلطنت جمہوری کی وجہ سے کسی قدر دقتین پیش آئین مگر آخر کار بالکل تسلط
ہوگیا۔ موریا (سپارٹا) مین انتہا کی بدانتظامی تہی لوگ آپس مین لڑتے مرتے
تہے اور ڈومٹریس (پالائولوگ) کے سنبہالے انتظام نہین سنبہلتا تہا لہذا ۱۴۶۱ء
مین سلطان نے خلق خدا پر ترس کہا کے اسکو بہی بعد فتح داخل ممالک محروسہ کیا۔
ڈمٹریس نے براہ خوشامد اپنی نازنین اور پری جمال بیٹی سلطان عالی شان کے
نذر کی۔ یون سلطان کی مہربانی حاصل کرکے اورنہ مین آیا اور ایک پولیٹکل پنشنر کی
حیثیت سے باعزاز تمام رہنے لگا۔ اس سال سلطان نے ٹریبزانڈ کو جو اس زمانے
مین ایک خودمختار ریاست کی حیثیت رکہتا تہا اور یونان کے کامنینی خاندان کا
ایک شخص شہنشاہ کے لقب سے اس پر حکمران تہا اس کو بہی فتح کرلیا۔ اور وہان
کے شہنشاہ اور اوس کے خاندان کو رومانیا کا ایک قلعہ رہنے کے لیے دیا گیا

مگر قسمت بُری تھی اپنی فساد انگیز طبیعت کو کیا کرتے بیٹھے بیٹھے ان بزرگ نے اپنی
بیکاری کے لیے یہ مہیب شغل اختیار کیا کہ شاہ ایران سے خط و کتابت شروع
کی اور اپنے تئین بغاوت کا مرتکب ثابت کر دیا جس کے بعد مراحم سلطانی سے بچ
آپ نکل نہ سکے اور آخر اپنی سزا کو پہونچے - ۱۴۷۵ء مین کریمیا فتح ہوا اب
سلطان کا ارادہ تہا کہ ایطالیہ کو فتح کر کے روم کی مغربی سلطنت کا بہی خاتمہ کر دے
اور اسی سلسلہ مین ۱۴۷۹ء مین وینشیا کی سلطنت جمہوری کو قسطوطرا اور دیگر مقامات سے
دست بردار ہونا پڑا - ۱۴۸۰ء مین جزیرہ رودس پر حملہ ہوا - مگر ناکامی ہوئی جسکے
بعد سلطان کا قصد تہا کہ سال آئندہ بذات خود حملہ کر کے اس کو فتح کرے اور بے شک
اگر اس کی زندگی وفا کرتی تو وہ فتح کر لیتے - اسی ۱۴۸۰ء مین اٹرنٹو* فتح ہوا اور شاہ ایران
کو ایک مرتبہ سے زیادہ زک ملی - اٹرنٹو کی فتح سے ایطالیہ مین ایک تہلکہ پڑ گیا اور
ہر اہل یورپ پر ایسا سخت خوف چہا گیا کہ خود پوپ سکسٹس چہارم باوجود تقدس و مرجعیت
سارے یورپ کے کوہ آلپس کے اس پار بہاگنے کو آمادہ اور تیار بیٹہا تہا - لیکن یہ فتح ترکون
کے نصیب مین نہ تہی اس سلطان غازی کی زندگی کے دن پورے ہو گئے
تہے دوسرے سال سلطان غازی محمد خان ثانی ایک بہت بڑی فوج تیار کر
رہا تہا لیکن یہ امر کہ کس ملک پر چڑہائی کا قصد ہے ایک ایسا راز تہا جس کی ہوا اوس
کے اور کسی کو خبر نہ تہی - امیدین ایسی بلند پروازیان کر رہی تہین کہ دفعتاً پیغام اجل
آ گیا اور ۳ - مئی ۱۴۸۱ء کو مقام تمینا مین رہ نورد عالم بالا اور مسند نشین باغ فردوس
ہوا - خدا غریق رحمت کرے -

اس باجبروت سلطان کی نعش کو لوگ قسطنطنیہ مین لے گئے اور اوسی اکہاڑے
مین جہان قدرت نے ناموری و الوالعزمی کے سب سے قیمتی اور سب سے زیادہ
ہار اسکے گلے مین ڈالے تہے اور جسے خود اسکے قوی بازو اور گرانبار گرز نے فتح کیا تہا
وہین اس کو آغوش لحد کے سپرد کیا -

مرحوم سلطان باعتبار جہاد کے سب سے بڑا اور بلحاظ حملہ آوری و جفاکشی کے

* برنڈسی کے قریب ہے -

سبب قوی تہا - ہر امر مین خدا پر توکل کرنا اوس مین دیگر سلاطین سے بہت زیادہ تہا - وہی ہے جس نے نسل عثمان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور اون کے لیے ایسے توانین بنا دیے جو ہمیشہ زمانہ کے گلے مین اوسکے طوق غلامی کی طرح پڑے رہینگے اس کے اوصاف بہت زیادہ ہین اور روز و شب کے صفحات پر اوس کے کارنامے لکہے ہوئے ہین جن کو رفتار زمانہ ہرگز نہ مٹا سکے گی -

جب اس کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو ساری عیسائی دنیا نے گہی کے چراغ جلائے - روم نے اپنی رہائی کی خوشی مین تین دن تک جشن کیا - مسٹر سٹینلی لین پول لکہتے ہین "یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر ایک سال وہ اور زندہ رہتا تو کیا ہوتا - آٹرنیٹو کی فتح کے بعد روم کی تباہی آتی - فاتح کی وفات نے یورپ کو بچا لیا"

فاتح قسطنطنیہ ایک پستہ قد اور قوی الجثہ شخص تہا - جسمانی قوت اس کی مشہور تہی اور تیر اندازی مین بے بدل تہا - رنگ گندم گون مائل بزردی تہا اور چہرہ پر معمولاً حزن کے آثار نمودار رہا کرتے تہے - ناک بڑی اور طوطے کی منقار کی طرح خمدار تہی - آنکہین بہت تیز تہین اور اون مین حلقہ پڑے رہتے تہے -

سلطان محمد مین جہانبانی کے بہت سے اوصاف تہے - اس نے قوانین جاری کیے - اور اپنے عہد کا بلکہ اپنے خاندان کے اگلے اور پچہلے فرمانرواؤن مین ایک مقنن تہا - رعایا پر انصاف ہونے کے اصول کو اوس نے بہت ترقی دی - قاضیون اور افسرون پر بے انصافی کا ثبوت پا کے سخت تشدد کرتا تہا اور قریب قریب سب کو اپنے اپنے فرائض منصبی ایمانداری کے ساتہہ ادا کرنے پر مجبور کر دیا تہا - چوری اور ڈاکہ زنی اس کے زمانہ مین عنقا ہو گئی تہین اور رعایا نہایت مرفہ الحال تہی -

خود اس کی دماغی قابلیت نہایت اعلے تہی اور علمی ذوق تو تہا ہی وہ ایک طالب علمانہ ذوق رکہتا تہا - علما و فضلا کی صحبت کا بڑا اشایق تہا عربی - ترکی - فارسی - یونانی اور لاطینی زبانین خوب اچہی طرح جانتا تہا ان پانچون زبانون مین جس سے بے تکلفی کے ساتہہ گفتگو کر سکتا تہا اور ...

سے ان کو لکھ ہی سکتا تھا۔ نظم سے اس کو کمال ذوق تھا۔ خود بھی شعر کہتا تھا
تیں ترکی شاعر اس ترکی بلکینا کی جیب خاص سے تنخواہیں پاتے تھے۔
ملا جامی اس کے عہد میں زندہ تھے۔ سلطان ان کو ہر سال نذر بھیجا کرتا تھا
جامی نے اس کی تعریف میں ایک قصیدہ بھی کہا ہے جس کا مطلع ہے۔

کم کسے بر سریر جاہ و جلال
چون تو کرد اکتساب فضل و کمال

اس کی فیاضی سے بہت سے کالج مساجد اور خانقاہیں بنکے طیار ہو گئیں۔
از انجملہ صرف قسطنطنیہ میں ابعد فتح آٹھ مدرسے قائم کئے تھے جن کے مدرس اوسی
زمانے اسی درجہ کے اہل کمال خیال کیے جاتے تھے اور بڑے بڑے
وظیفہ پاتے تھے۔ اس کے امرا سے بھی اکثر ویسی ہی فیاضیان ظاہر
ہوتی رہتی تھیں۔ ان میں سے ایک محمود پاشا فاتح نگروپانٹ ہے جو خود شاعر
بھی تھا اور ایک اعلے مدرسہ کا بانی تھا۔

سلطان محمد کو علم تاریخ میں خوب دخل تھا خصوصاً سکندر اعظم۔ جولیس سیزر
اور ایسے ہی دیگر ناموروں کی سوانح عمریاں اس کے نوک زبان پر تھیں۔ اور انہیں
سوانح عمریوں کو اس نے اپنی زندگی کا نمونہ قرار دیا تھا۔ اس کا ذاتی مرتبہ دنیا کے
جنرلوں اور فاتحوں کی فہرست میں اعلے درجہ پر ہے۔ اس کا یہ مشہور مقولہ
" اگر میری داڑہی کا ایک بال بھی اس سے واقف ہو جائے تو میں اوسکو
اوکھاڑ کے پھینک دون" اس شخص کے جواب میں جس نے پوچھا تھا
کہ لڑائی میں کیا ترتیب ہو گی اس کی اعلے سپہ سالاری کا نشان ہے۔
رازداری اور بجلی کی سی سرعت رفتار اس کے فتوحات کی کنجیاں
تھیں۔ ترکی مورخین اس کو محمد اعظم یا فاتح کے لقب سے یاد کرتے
ہیں اور مغربی مصنف قسطنطنیہ کی فتح سے اس کو اور اس کے

بادشاہ آگسٹس کا وزیر تھا۔ مشہور لاطینی شعرا ورجل اور ہوریس کا مربی اور دوست تھا۔ یہ شخص اپنے
زمانہ کے تمام مشہور مصنفون کی سرپرستی کرتا تھا۔

جانشینون کو شہنشاہ لکھتے ہین۔

راقم ۔ محمد عبد الستار ۔ لکھنؤ ۔ فرنگی محل۔

سکّہ اِسلام مین

یہ امر ابھی واضح طور پر نہین بتایا گیا کہ اسلام مین سکّہ کا رواج کیونکر اور کس وقت سے شروع ہوا حالانکہ اس کے جاننے کی بہت کچھ ضرورت ہے۔ عوام مین اس کے متعلق طرح طرح کے خیالات پھیلے ہوئے ہین۔ اور اون غلط فہمیون کے مٹانے کی بالکل کوشش نہین کی گئی جو شرعی دینار و درہم کے نام سے عوام کے ذہن نشین مرتکز ہین۔ ابھی تک اس بات پر یقین کرنے والے کثرت سے موجود ہین جو پارسی روپیہ کو خلفاے راشدین کے عہد کا سکہ تصور کرتے ہین۔ یورپ مین فی الحال یہ مذاق عام ہو گیا ہے کہ قدیم زمانون سے سکہ بہم پہونچا پہونچا کے جمع کیے جاتے ہین۔ ان کوششون کا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ خلفاے بنی اُمیہ وعباسیہ و عبیدیین مصر کے بعض سکہ ہاتھ آگئے لیکن اس امر پر بغیر تاریخی ثبوت کے یقین نہین کیا جا سکتا کہ اسلام مین سب سے پہلے کس عہد مین ٹکسال قائم ہوئی۔ اور کس ضرورت نے مسلمانون کو اس پر آمادہ کیا۔

اس مین کوئی شک نہین کہ مسلمان فاتحون نے جس وقت ممالک عالم کو زیر و زبر کرنا شروع کیا اوس وقت فتوحات کے خیال اور دُہن مین وہ اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ بہت سی ضروری باتون کی طرف اون کا خیال بھی نہین گیا۔ اور جب دنیا کا مرقع اُلٹ پلٹ کے اونہون نے اپنی طرف دیکھا تو سمجھے کہ ہم کس قدر آگے بڑھ آئے ہین اور نہین کیا کیا کرنا تھا جس کی طرف ہماری توجہ مبذول ہی نہین ہوئی اگرچہ اس بے پروائی کا زیادہ تر باعث اون کا جوش جہاد تھا مگر عرب کی سادگی اور اون کی بدویانہ صحرائی زندگی جسکو تمدن سے بہت کم لگاؤ تھا زیادہ تر اسکی معین ہوئی انہین اسباب نے جہان اون سے اور بہت سے امور نظر انداز کرا دیے وہان اُنکو سکہ کی طرف بھی متوجہ نہ ہونے دیا۔

جاہلیت مین عرب کے ایک گوشے کو روم سے اور ایک گوشے کو ایران سے تعلق تھا - ان تعلقات کی وجہ سے عرب کے شہرون مین عموماً ایرانی اور رومی سکون کا رواج تھا - کچھ سکے ملوک حمیر نے بھی عرب مین ایام جاہلیت مین بنائے تھے جو اونھین رومی و عجمی سکون مین ملے ہوئے انھین کے لفظ آ جایا کرتے تھے - آنحضرت صلعم کے بعد چار دن خلافت ہائے راشدہ گذر گئین - جناب امام حسن علیہ السلام نے خلافت سے دست بردار ہو کے امیر معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی - معاویہ کا دور بھی ابتدائی شان و شکوہ دکھا کے آخر ہو گیا - یزید کی سلطنت ورہمی و برہمی پیدا کر کے ختم ہوئی - مروان خلیفہ ہوا اور مر بھی گیا - یہ سب ہو گیا اور سکے وہی رومی ایرانی اور حمیری مروج تھے -

ان سکون مین بھی یہ خرابی تھی کہ اس قدر مختلف اوزان اور قیمت کے تھے کہ تجارت و کاروبار اور خصوص بیت المال کا انتظام روز بروز الجھتا جاتا تھا - مسلمانون کو فرض زکوٰۃ و صدقات کے ادا کرنے مین وقتین لاحق ہوئی تو جناب عمر فاروق کو مجبور آ کے انتظام کرنا پڑا اسی شرعی اغراض کے واسطے اون تمام سکون مین سے ایک خاص سکہ مقرر کر دیا جو قیمت مین سب سے متوسط اور حجاز مین سب سے زیادہ مروج تھا - لیکن اس پر بھی پورا انتظام نہ ہو سکا اس لیے کہ اکثر لوگون نے کھوٹے سکے بنا بنا کے ملک مین پھیلا دیے جن کی وجہ سے خزانہ خلافت کو معمولاً نقصان اوٹھانا پڑتا تھا - اور مروجہ سکے اس قیمت سے بدرجہا زیادہ لوٹتے جاتے تھے جس پر کہ وہ سکے تھے - ان دقتون کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے آخر یہ نتیجہ ہوا کہ عرب مین سکے کی کچھ قیمت نہین باقی رہی تھی جو کچھ قیمت تھی سونے چاندی کی - بلکہ قریب قریب سونا چاندی ہی وہان کا سکہ بن گئے تھے - اور سونے چاندی ہی کے پرکھنے پر مروجہ سکون کی قیمت قائم کی جاتی تھی -

بعض مورخین کہتے ہین کہ انھین مشکلون سے عاجز ہو کے عبد اللہ بن زبیر کے چند روزہ عہد خلافت مین اون کے بھائی مصعب بن زبیر کے حکم سے حارث بن عبد اللہ

عہ دیکھو فتوح البلدان بلاذری -

عہ دیکھو مقدمہ ابن خلدون

عہ دیکھو فتوح البلدان -

بن ابی ربیعہ مخزومی نے سنہ ۷۰ھ میں سکہ بنانا شروع کر دیے۔ یہ سکہ بالکل ایرانی سکون کی وضع پر بنائے گئے تھے فرق اتنا تھا کہ اون پر الفاظ ”برکۃ“ اور ”الحمد للہ“ بڑہا دیے تھے۔ مگر عام مورخین اور کل محققین کو عبداللہ بن زبیر کے عہد میں سکہ بننے سے انکار ہے حیرت ہے کہ ناسخ التواریخ میں لکہدیا ہے کہ ۱۸ھ میں خلافت جناب فاروق اکبر میں اسلامی سکہ کے درہم و دینار مروج ہوئے جن میں سے بعض پر ”لا الہ الا اللہ“ بعض پر ”الحمد للہ“ بعض پر ”قل ہو اللہ احد“ اور بعض پر اوپر ”اللہ“ اور اوس کے نیچے جناب عمر کا نام منقوش تھا۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اس بیان کے صحیح ہونے کا گمان بھی کریں تو کیونکر۔ افسوس ہے کہ ناسخ التواریخ جس قدر مبسوط لکہی گئی ہے اوسی قدر جمع روایات میں بے احتیاطی سے کام لیا گیا ہے۔ حضرت عمر کے عہد میں سکہ بننا بالکل بے اصل ہے اگر کسی قدر اس کی اصلیت ہو سکتی ہے تو اسقدر کہ اونکے عہد معدلت مہد میں[عہ] ایک سرقہ سکہ مروج تھا جس کا نام آخر میں بغلیہ ہو گیا۔ بغلیہ اس لیے کہ اسپر ایک جانب نخچیر کا سر بنا تھا اور دوسری طرف کسریٰ کی تصویر مع اوس کے تخت کے تھی۔ اور تخت کے نیچے لکھا تھا ”نوش خور“ (یعنے خوشی کے ساتھہ نوش کر) اس بیان کی نسبت اول تو یہی نہیں کہا جا سکتا کہ کہاں تک قابل اعتبار ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو اس کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ جناب فاروق کے حکم سے بنا۔ پہر یہ بھی نہیں سمجھہ میں آتا کہ اس نخچیر کی صورت کیوں بنائی گئی تھی۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ بغلیہ نام کا ایک سکہ خلافت راشدہ کے زمانہ سے بنی اُمیہ کے دور تک دنیائے اسلام میں مروج تھا جس بات پر تمام مورخین کو اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ اسلام میں ترویج سکہ کے فخر کا مستحق عبدالملک بن مروان ہے جو بنی اُمیہ میں سب سے زیادہ نامور خلیفہ اور دولت مروانی کا دوسرا تاجدار ہے۔

ترویج سکہ کا تفصیلی حال[عہ] ہارون رشید نے اپنے دربار میں ایک موقع پر کسائی نحوی سے بیان کیا تھا جو بمقابلہ دیگر بیانوں کے زیادہ واضح ہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ

عہ دیکھو حیوۃ الحیوان مصنفہ دمیری شافعی۔

عہ دیکھو حیوۃ الحیوان۔

ایک مرتبہ مخصوصین دربار پر تقسیم کرنے کے لیے رشید کے سامنے توڑے لا کے رکھے گئے۔ ایک تھیلی پھٹی تھی اوس مین سے ایک دینار نکل کے باہر گر پڑا۔ اوس کے نقش عجیب اور بڑے موٹے تھے۔ اور حروف نہایت واضح طور پر پڑھے جا سکتے تھے۔ رشید نے اوس دینار کو ہاتھ مین لے کے اوٹھا لیا اور اولٹ پلٹ کے اوس کے نقوش کو حیرت سے دیکھنے لگا۔ کچھ سوچ کے کسائی کی طرف جو حاضر دربار تھے متوجہ ہو کے کہا "جانتے ہو یہ کس عہد مین سے تھے؟" کسائی نے عرض کیا "جی ہان عبدالملک بن مروان کے عہد مین"۔ رشید نے پوچھا "اور یہ بھی جانتے ہو ان کے بننے کا سبب کیا تھا؟" کسائی نے کہا "نہین مجھے اس کی خبر نہین"۔ تب رشید نے یہ واقعہ بیان کیا کہ "یہ دینار عبدالملک کے عہد تک نہین بنے گئے تھے۔ عرب مین ایرانی درہمون اور رومی دینارون کا رواج تھا۔ عبدالملک نے جب یہ ٹکسال قائم کر دی اس کی وجہ یہ ہوئی کہ فرامین وغیرہ لکھنے مین جو کاغذ کام آتے تھے وہ مصر مین بنائے جاتے تھے۔ (یہ گویا ایک قسم کے نامے تھے جو بنے بنائے ملا کرتے تھے) جنھون نے حسب رواج قدیم اون کی پیشانی پر بطور تجارت کے رومن زبان مین کچھ الفاظ لکھ دیا کرتے تھے۔ یہی الفاظ مصر کے بنے ہوئے حریر کے تھانون اور ظروف وغیرہ پر لکھے ہوتے تھے۔ اسلام مین بعد فتح مصر بھی ان الفاظ کی طرف توجہ نہین کی گئی اور نہ یہ پوچھا گیا کہ ان کا مطلب کیا ہے۔ عبدالملک ایک عجب صلاحیت کا خلیفہ تھا۔ فرمان کے اون فارمون مین سے اتفاقاً ایک اوس کی نظر سے جو گذرا تو اوس نے اپنے مترجم سے پوچھا یہ کیا لکھا ہے؟ مترجم نے کہا "باپ بیٹا روح القدس"۔ اتنا سنتے ہی عبدالملک سناٹے مین آگیا اور پھر بولا یہ کلمہ کفر آج تک مروج چلا آیا۔ اور حیرت ہے کہ کسی کا خیال اسکی طرف نہ گیا۔ اس کے بعد اوس نے فوراً اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کو جو والی مصر تھا لکھا۔ مصر کے تمام کاریگرون کو حکم دیدیا جائے کہ آئندہ سے تمام فارمون کی پیشانیون تھانون اور ظروف پر ان الفاظ کی جگہ کلمہ توحید "شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو" لکھا کرین۔ اور منادی کر دی جائے کہ جو کوئی اس کے خلاف کرے گا سخت سزا پائیگا۔ اس حکم پر فوراً عملدرآمد شروع ہو گیا۔ اس عہد کے بنے ہوئے بعض فارم قیصر روم (جسٹنین دوم) کی نظر سے جو گذرے تو اوسے نہایت ناگوار ہوا۔ قیصر نے

بہت سے قیمتی ہدایا کے ساتھ عبد الملک کے دربار مین ایک سفارت بھیجی اور خط مین یہ مضمون لکھا دان الفاظ کا رواج تمام گذشتہ خلفا کے عہد سے چلا آتا ہے یا تو وہ سب غلطی پر تھے اور یا آپ غلطی پر ہین - مجھے بتائیے کہ ان دونون مین سے کون بات ہے ؟ اسکے بعد درخواست کی تھی کہ ان ہدایا کو قبول فرمائیے اور ان کے معاوضہ مین اوس رسم قدیم کو جاری رہنے دیجیے - عبد الملک کو اس خط پر بڑا غصہ آیا - مگر اوس نے ضبط کیا - سفارت مع اون ہدایا کے واپس کردی اور خط کا کچہ جواب نہین دیا - قیصر کی طرف سے وہ ہدایا دونے کر دیے گئے اور پہر سفارت آئی کہ شاید یہ ہدایا آپ کی نظر مین کم اوترے - لہذا اب المضاعف کرکے روانہ کیے جاتے ہین - مگر سفارت پہر اوسی طرح بے نیل مرام واپس گئی - تیسری مرتبہ قیصر نے ہدایا کو اور بڑہایا اور خط مذکورہ مضامین کے بعد لکہا بلکہ یون کہنا چاہیے دہمکی دی کہ "اگر اس رسم کے پہر جاری ہونے کا حکم نہ دیا جائے گا تو مین اپنے ہان سکہ مین تمہارے پیغمبر (صلعم) کے نام کے ساتھ ایسے الفاظ نقش کرادون گا جو تمکو نہایت ناگوار ہون گے - اوس وقت تمہارے بنائے کچہ نہ بنے گی اور وہ سکہ تمہارے وہان گہر گہر مین اور ساری دنیاے اسلام مین پہیل جائین گے - یہ تم کو معلوم ہے کہ عرب اور سارے مسلمان ہمارے سکہ سے کام لینے پر مجبور ہین " یہ دہمکی عبد الملک بن مروان پر اثر کرگئی - وہ نہایت زیادہ پریشان ہوا - اور گہبرا کے کہا "اب کیا کیا جائے ؟" اہل دربار نے مشورہ دیا کہ اس امر مین آپ خالد[۵] بن یزید بن معاویہ سے رائے لین وہ کوئی نہ

---

[۵] تمام معتبر اور مستند مورخون کی رائے ہے کہ عبد الملک نے خالد بن یزید کی ہدایت کے مطابق سکہ بنوایا - خالد بنی اُمیہ مین بہت بڑا عالم وفاضل اور گویا اسلام کا پہلا فیلسوف ہے - یہ یزید بن معاویہ کا بیٹا تھا - مگر سب کے خلاف دمیری شافعی نے بیہقی کی جو روایت نقل کی ہے اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالد نہین بلکہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی ہدایت کے بموجب عبد الملک نے سکہ بنوائے - یہ روایت تمام مورخین کے بیان کے خلاف ہے اور اسی لیے ہم نے جمہور کے بیان کا تتبع کیا ہے جو قرین قیاس ہے -

کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی۔ خالد سے پوچھا گیا تو اونہوں نے کہا کوئی مضائقہ نہیں آپ اپنے سکے خود بنا کے مروج کر دیجیے اور ممانعت کر دیجیے کہ رومی سکوں کا چلن قلمرو خلافت کے اندر باقی رہے۔ غرض اسی رائے کے مطابق اسلامی سکوں کے سیسے جناب فاروق کے عہد میں کیے ہوئے اوزان قائم کیے گئے۔ ٹکسال جاری ہوئی۔ اور یوں اسلام کو ممالک غیر کے سکوں سے آزادی حاصل ہوئی۔

اس واقعہ کی تصدیق کسی حد تک انگریزی مورخوں کے بیان سے بھی ہوتی ہے اون کا بیان ہے کہ ۷۳ ہجری (سنہ ۶۹۲ و سنہ ۶۹۳ء) میں جسٹینین دوم قیصر روم اور عبدالملک کے بھائی محمد بن مروان سے لڑائی ہوئی۔ محمد سے ابتداً تو برابر ہزیمتوں کو شکست دی لیکن آخر صلح ہو گئی۔ اس صلح کے بعد ۷۵ھ یا ۶۹۵ء میں خلیفہ عبدالملک کی طرف سے قیصر کے پاس ایک خط گیا جس میں ایسے الفاظ تھے جن سے قیصر کو اپنی توہین کا گمان ہوا۔ اوس نے وہ صلح توڑ دی اور اس کے ساتھ ہی عبدالملک کو دھمکی دی کہ میں ایسے سکہ مروج کروں گا جن پر اسلام کی توہین کے کلمات کندہ ہوں گے۔ اسلام میں اس وقت تک سکے نہیں جاری کیے گئے تھے۔ ایرانی (درومی) سکوں سے کام چلایا جاتا تھا غرض اوس وقت عبدالملک سکہ بنوانے کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اوس کے حکم سے تیاک ایک یہودی شمیر نامے نے ٹکسال قائم کی۔

انگریزی مورخوں کا یہ عام قاعدہ ہے کہ مسلمانوں کے عہد کی تمام ترقیوں کو کسی نہ کسی طریقہ سے حتی الامکان اپنی طرف اور نہیں تو کسی غیر قوم کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر افسوس کی بات ہے کہ اس کوشش میں کبھی کبھی اپنی امکانی قوت میں تہک کے زبردستی اور غلط بیانی سے بھی کام لینے لگتے ہیں۔ سکہ کی ایجاد جو شمیر کے نام کے ساتھ منسوب کی جاتی ہے یہ بھی ایک اسی قسم کا واقعہ ہے۔ بعض قدیم تاریخوں سے تو اتنا البتہ معلوم ہوتا ہے کہ اون دنوں ایک قسم کے درہم یا دینار شمیریہ کے نام سے مشہور تھے۔ اور شمیریہ اسی لیے کہلاتے تھے کہ اون کے بنانے والے کا نام سمیر تھا۔ مجرد اتنے بیان تک یہ

۵ دیکھو انسائکلوپیڈیا برٹانکا۔

واقعہ مبہم معلوم ہوتا ہے مگر علامہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ مین صاف کر کے کہدیا جس کے بعد شبہہ کی بالکل گنجایش نہین باقی رہتی۔ وہ سنہ ۷۶ ہی کے واقعات مین جہان عبد الملک بن مروان کے حکم سے اسلامی سکہ بنائے جانے کا واقعہ بیان کرتے ہین وہان لکہتے ہین کہ حجاج نے اپنے سکہ مروج کرنے کے بعد قطعی ممانعت کردی کہ رعایا مین سے کوئی شخص سکہ بنانے کی جرات نہ کرے۔ مگر اس حکم کے خلاف سُمیر نامے ایک یہودی سکہ زنی کے جرم کا مرتکب ہوا۔ جب اوسے گرفتار کر کے حجاج کے سامنے لائے تو اوس نے کہا "میرے بنائے ہوئے سکے شاہی سکے سے زیادہ خالص اور کہرے ہین اور جب مین نے درہم سکہ بنائے اور معاملات کی جگہہ رعایا کو فائدہ پہونچایا تو پہر آپ مجہے کیون قتل کرنا چاہتے ہین۔ حجاج نے اوس کی اس حجت کو نہ مانا۔ اس مین شک نہین کہ سمیر ایک ذہین آدمی تہا اوس نے مقیدی ہی کی حالت مین تولنے کے بٹے ایجاد کیے۔ اس لیے کہ اوس زمانہ مین دینار و درہم کی بٹے بہی غیر منتظم حالت مین تہے۔ ملک مین کوئی عام وزن نہین قائم تہا۔ سمیر نے بٹے بنا کے حجاج کی خدمت مین پیش کیے اور رہائی کے لیے ملتجی ہوا مگر حجاج نے اس پر بہی نہ مانا۔ تاہم اس مین کوئی شک نہین کہ سُمیر کے بنائے ہوئے بٹے مروج ہوگئے اور رعایا کو تاجرون اور بازاریون کے غبن سے بہت کچھ نجات مل گئی سمیر کی نسبت اس سے زیادہ پتہ نہین لگتا کہ حجاج کی قید مین اوس کا کیا حشر ہوا۔ غالباً قتل کیا گیا ہوگا۔ کاش اگر یہ کہا جاتا کہ سمیر نے مسلمانون کو بٹہ بنا دیے تو ہمین بے شک تسلیم کرنا پڑتا کہ دنیاوی انتظام مین ایک حد تک خلافت اوس کی زیر بار احسان تہی مگر یہ تو بالکل لغو ہے کہ سُمیر نے سکہ بنا دیا جو سکہ سمیریہ کے نام سے مشہور تہے غالباً وہ وہی تہے جن کو سُمیر نے مجرمانہ طور پر بنا کے پہیلا دیا تہا۔

بعض مورخین[عہ] اسلام نے پہلے پہل سکہ بننے کا حال یون لکہا ہے کہ عبد الملک کی

عہ دیکہو ابن خلدون۔

تھے ۔ جو خطوط قیصر کے پاس جاتے تھے ان کی پیشانی پر لکھا ہوتا تھا قل ہو اللہ احد اور اس کے بعد حضور صلعم کا نام مبارک اور اس کے نیچے تاریخ لکھی جاتی تھی۔ قیصر کو یہ ناگوار ہوا اور اس نے جواب بھیجا کہ اس وضع کو چھوڑ دو ورنہ ہمارے دینارون پر تمہارے نبی کی نسبت ایسے کلمات نقش کراؤن گا جو تمہیں ناگوار ہون گے یہ عبد الملک کو نسبت [illegible] یہ ناگوار ہوا اس نے لوگون سے مشورہ کیا۔ خالد بن یزید نے [illegible] کہ آپ خود اپنا سکہ جاری کریں۔ عبد الملک نے حجاج کو درہم ڈھالنے کا حکم دیا۔ حجاج نے اس حکم کے مطابق درہم بنانا شروع کیے اور ان پر یہ عبارت نقش کرائی۔ اللہ احد، اللہ الصمد۔ یہ سکہ عام اہل اسلام کو ناپسند ہوا اس لیے کہ یہ قرآن کی عبارت تھی جس کو بے طہارت اور نجس ہاتھ لگانا حرام ہے۔ تاہم اس ناراضی کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ یہ سکہ ۷۵ھ میں بنا اور ۷۶ھ میں تمام ممالک میں پھیلا دیا گیا۔

چند روز بعد یہ خیال ہوا کہ یہ سکہ خالص نہیں ہے۔ چنانچہ یزید بن عبد الملک کے عہد میں جب ابن ہبیرہ والی عراق مقرر ہوا تو اس نے اس سکے کے خالص کرنے کی کوشش کی۔ پھر ہشام کے زمانہ میں خالد قسری نے اور خالص کرنا چاہا۔ ان دونون کے بعد یوسف بن عمر نے سب سے بڑھ کر اس امر میں اہتمام کیا اور ٹکسال کا اچھی طرح امتحان کر کے اپنے عہد کا سکہ بالکل خالص بنا دیا۔ اسی وجہ سے ہبیری خالدی۔ اور یوسفی سکے عہد بنی امیہ کے سب سے خالص اور کھرے سکے تصور کیے جاتے تھے۔ یہی خیال تھا جس نے بنی عباس کے دوسرے خلیفہ المنصور کو [illegible] پر آمادہ کیا کہ خراج میں ان تین سکون کے سوا اور کوئی سکہ نہ لیا جائے۔

قبل اسلام سلاطین اعظم کا عام قاعدہ تھا کہ سکون پر مختلف قسم کی تصویرین بنایا کرتے تھے کبھی تو بادشاہ کی تصویر ہوتی تھی کبھی [illegible] کا نقشہ بنایا جاتا تھا۔ کبھی کوئی جانور بنا ہوتا تھا۔ کبھی کوئی اور چیز بنی ہوتی تھی۔ مسلمانون نے جب سکہ بنایا تو تصویرین بنانا چھوڑ دین اور ان کے عوض [illegible] کلمات [illegible] کرنے زیادہ تر [illegible] کی وجہ تو یہ تھی کہ شریعت اسلامیہ میں تصویرون کی ممانعت

ہے - مگر قطع نظر اس کے ایک اور بھی خیال تھا جس نے اون کو تصویرون کی جگہ الفاظ کندہ کرانے پر آمادہ کیا - عرب فصاحت و بلاغت کو اپنا قدیمی تمغہ خیال کرتے تھے - اون کو دعوے تھا کہ شوکت الفاظ مین کوئی ہمارا مقابلہ نہین کرسکتا - اور اسی وجہ سے الفاظ و کلمات ہی کو اونھون نے اپنا معرکہ قرار دیا - یہ سکہ مدور وضع کا تھا - ایک رُخ پر تو اللہ جلشانہ کا نام منقوش ہوتا تھا اس کے نیچے رسول مقبول صلعم پر درود کندہ ہوتا تھا - اور دوسرے رُخ پر تاریخ اور بادشاہ وقت کا نام لکھا جاتا تھا - آیات قرآنی لکھنے کا سلسلہ حجاج کے بعد سے موقوف ہوگیا - اسلامی سکہ بنی امیہ عباسیہ اور عبیدیین مصر کے زمانون مین اسی مدور قطع کے رہے - لیکن مغرب مین جب دولت موحدین قائم ہوئی تو مہدی نے اون لوگون کے لیے مربع قطع کے سکہ مسنون بنا کیے جن کا برابر اوسی خاندان مین رواج رہا -

یہان پر ہم سکہ کے بیان کو ختم کرتے ہین اور آخر مین اتنا اور لکھتے ہین کہ وہی سکہ جو عبد الملک کے عہد مین مروج ہوا وہی شرعی سکہ کہلاتا تھا اس لیے کہ جناب فاروق کے قائم کیے ہوئے اوزان پر بنایا گیا تھا -

ہمارا جدید ناول

ہم نے اب کی جو ناول شروع کیا ہے یہ ایک بہت ہی دلچسپ اور حیرت انگیز امر کو ثابت کرے گا - اگرچہ ہم نے سرزمین اندلس مین سین کھینچا ہے - اور کوشش کی ہے کہ اُس عہد کے مسیحی اور اسلامی تعلقات کو دکھائین - لیکن اُسکے ساتھہ خاص طور پر اوس زمانہ کے گرجون اور کلیساؤن کی بھی تصویر نظر آئے گی - یہی دکھایا گیا ہے کہ اسلامی حکومت مین مسیحیون کو کس حد تک آزادی حاصل تھی - مگر اُسکے ساتھہ اونکی متعصبانہ کوششین کس قدر ذلیل اور شرمناک ہوتی تھین -

دین عیسوی کے سرگروہ ہمیشہ دعوے کرتے رہے کہ اون کے مذہب مین روحانیت کی تعلیم سب سے زیادہ دی گئی ہے - بلکہ اس بارہ خاص مین وہ بجاے خود تمام مذاہب کو اپنے سے ادنے درجہ پر خیال کرتے ہین - حتیٰ کہ کبھی کبھی یہ بھی کہدیا جاتا ہے کہ اور لوگ اون روحانی رموز کو سمجھہ ہی نہین سکتے جس کی تلقین عیسائیت کے ذریعہ سے لوگون کو سکھائی جاتی ہے - یہی وجہ تھی کہ قدیمی چرچ جس سے رومن کیتھلک مراد ہے اوس مین انتہا سے زیادہ جوگ کے اصول برتے جاتے تھے - تارک الدنیا ہونا اور لذات دنیوی کو چھوڑ دینا اس عہد کے گرجون کا عام سبق تھا - یہ سبق صرف راہبون ہی کو نہین دیا جاتا تھا جو بالون کے موٹے بھدے کپڑے پہنتے تھے - اور بالکل فقیرانہ وضع مین رہا کرتے تھے - بلکہ اس سبق نے لاکھون عورتون کی بھی زندگی خراب کی جو بچپن ہی سے گرجے کی نذر کر دی جاتی تھین - اور پھر زندگی بھر کے لیے انسانیت کے نیچرل خطوظ سے محروم کر دی جاتی تھین - چنانچہ رومن کیتھولک چرچ آجتک ان شرمناک باتون کا مرکز بنا ہوا ہے - آخر زمانہ مین اسلام کو دیکھہ کے اور اصول اسلامیہ سے سبق لے کے پروٹسٹنٹ مذہب قائم کیا گیا - جس نے اون باتون مین بہت کچھہ اصلاح کر دی - مگر یہ دعوے آج تک پروٹسٹنٹ پادریون مین بھی باقی ہے

کہ روحانی مسائل کی تعلیم دین عیسوی سے زیادہ کوئی نہین کرسکتا۔

اگر خالص روحانیت اور رہبانیت لینے جوگ ہی مذہب کی خوبیون کے سچّے معیار ہو سکتے ہین تو ہم کہہ سکتے ہین کہ ہندو مذہب سب سے اچھا مذہب ہے۔ اسلیے کہ مسائل تصوف جیسی خوبی سے ہندؤون کی کتابون مین بیان کیے گئے ہین اور کہین کم نظر آسکتے ہین۔ ور پھر بھی اگر نظر آسکتے ہین تو مسلمان متصوفین کی بے بہا کتابون مین۔ عیسائیت نے اگر سچ پوچھیے تو آج تک تصوف کے نازک اور دقیق رموز کو سمجھا ہی نہین۔ دین عیسوی کی روحانیت صرف عہدنامۂ جدید کی چند آیتون پر محدود ہے جن کے ذریعہ سے انسان کی نیت اور ارادون پر پہرے بٹھائے گئے ہین۔ بتایا گیا کہ اگر تم کسی عورت کو بُری نگاہ سے دیکھو تو آنکھہ نکال کے پھینک دو۔ اگر تم کسی ناجائز کام کے لیے ہاتھہ بڑھاؤ تو اپنا ہاتھہ کاٹ کے پھینک دو۔ اگر تمھارے ایک گال پر کوئی تھپڑ مارے تو اپنا دوسرا گال اوس کے سامنے کر دو۔ اگر کوئی تم کو ایک میل اپنے ساتھہ بیگار پکڑ کے لے جانا چاہے تو تم دو میل اوس کے ساتھہ چلے جاؤ کوئی تمھین گالیان دے تو تم اُسکو دعائین دو۔ کوئی تم پر لعنت کرے تو تم اُسکے لیے رحمت کی دعا کرو۔ اگلے دنون کہا گیا تھا کہ کوئی کسیکو مار ڈالے تو اُسپر قصاص جاری ہوگی۔ مین کہتا ہون کہ نہین کوئی کسیکو غصہ کی نگاہ سے دیکھے گا تو اُسپر بھی قضا جاری ہونا چاہیے۔ اگلے دنون بتایا گیا تھا کہ زنا کروگے تو گنہگار ہوگے مین کہتا ہون اگر کوئی کسی عورت کو شہوانی نظر سے دیکھوگے تو گنہگار ہوگے۔ غرض اسی قسم کی باتین ہین جنکی تعلیم دین عیسوی مین کی گئی ہے اور یہی وہ روحانیات ہین جن پر فخر کیا جارہا ہے۔ لیکن سب کہتے ہین کہ زہد و اتقا کی تو اور بات ہے مگر کوئی صاحب شریعت پیغمبر جو ایک عالم کی رہبری کے لیے آیا ہو وہ ایسی باتین کبھی نہ کہے گا۔ یہ تو وہ احکام ہین جنکی تعمیل عقلاً محال ہے۔ شاید جناب مسیح کے وقت سے آج تک ان باتون پر ایک مسیحی بھی عمل نہ کرسکا ہوگا۔ ہمین شک ہے کہ یہ باتین دراصل جناب مسیح کی فرمائی ہوئی من یا یارون کے ملحقات مین سے ہین۔ اور قیاس یہی چاہتا ہے کہ بحیثیت نبوت جناب مسیح نے ایسے احکام ہرگز نہ دیے ہونگے۔

بہرحال ان نصائح کی بنا پر مسیحیون کو دعوے ہے کہ وہ روحانی دنیا کے بادشاہ ہین۔ مگر اس بادشاہت کے ساتھہ ترویج دین کے لیے انھون نے کس قسم کی کوششین کین اور اپنے چال وچلن کو کیسا دکھایا۔ اس کا ثبوت ہمارا یہ ناول دے گا۔ اسلام نے اگرچہ اتقا کے بڑے سخت مدارج بتائے ہیں بلکہ یہان تک کہدیا ہے کہ جب تک انسان کے تمام جذبات ولی توحید کے تابع نہ ہو جائین اوس وقت تک اوس کا ایمان کامل نہین ہے۔ لیکن وہ عام اعتقاد جس کی پابندی کا ہر شخص مکلف کیا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نیت کے بارے مین کسی سے باز پرس نہ کرے گا جواب دہی صرف اعمال کی کرنا پڑے گی۔ یعنے اون باتون کی جن کا وقوع ہو جائے۔ اسلام کسی سے یہ نہین کہتا کہ تمکو کوئی مارے یا گالیان دے تو تم چپ رہو اور مار کھاؤ یا دعائین دیتے رہو۔ بلکہ وہ توسیدھا سادہ اور بالکل قرین قیاس حکم دیتا ہے کہ تمہارے ساتھہ کوئی برائی کرے تو اگر تم معاف کر دو تو بہت اچھا ہے خدا تم کو اوس کا بدلہ دیگا اور اگر نہ جی چاہے تو اوسی طرح اوس سے بدلہ لے لو۔

مسلمان اس اصول پر ہمیشہ راست بازی کے ساتھہ عمل کرتے رہے اور انھون نے کبھی اوس قسم کی دغا و فریب سے اپنی کارروائیون مین کام ہی نہین لیا۔ جو باوجود ان دعوے ہاے روحانیت کے ہمیشہ مسیحیون کا دستور العمل رہے اور آج تک ہین۔

اس ناول مین لوگ اوس عہد کے عیسائی مذہب کی سچی تصویر دیکھین گے اور معلوم ہوگا کہ جن دنون عیسائی عربون کی تلوار کے آگے سر جھکائے ہوئے تھے اون دنون سر جھکائے ہی جھکائے وہ کیسی دغا و فریب کی کارروائیان کرتے رہتے تھے۔ ایک طرف تو مسیحیون کا جاہلانہ شوق شہادت نظر آئے گا جو در اصل خودکشی کا ایک تعصب انگیز نمونہ تھا۔ دوسری طرف یہ دکھائی دے گا کہ انھون نے ایک مسلمان شریف لڑکی کو اوس کے گھر سے نکال کے کیسا خراب کیا اور آخر اوسکی کیا حالت ہوئی۔ اور اپنے مسلمان بھائی کے گھر سے

نکلے وہ کس قدر ذلتون مین پڑ گئی اور بد اخلاقیون نے اوس بے گناہ کو کس جرات کے ساتھہ اپنا شکار بنایا۔ اور پھر اون کے ساتھہ ہی ساتھہ راہبون اور نونون کے چال چلن کا بالکل صحیح نقشہ دکھایا گیا ہے۔
ہم یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ اس واقعہ کا اصلی پلاٹ ہم کو انگریزی مصنفون کے بیان سے ملا ہے۔ اور جو کچھ ہم لکھہ رہے ہین سوا خاص خاص باتون کے سب مسیحیون ہی کے بیان کے مطابق لکھا گیا ہے۔
اسلامی علما اور سپہ سالارون کے نام اور حالات بھی ہم نے انگریزی ہی سے نکالے ہین۔ بہت کم ایسی باتین ہین جن کے لیے ہم کو اسلامی کتابون کی ورق گردانی کرنا پڑی ہو۔

دار الخلافت قرطبہ

نمبر ۳

اس اضافہ مین الحکم نے کل گذشتہ خلفاء و سلاطین سے زیادہ روپیہ صرف کیا کہتے ہین کہ ۲۶۱۵۳۷ دینار اوس نے مسجد کی نذر کیے۔ اور سب کے بعد صاحب المنصور نے الحکم سے بھی زیادہ مسجد مین اضافہ کیا۔ الغرض خاندان بھر مین کوئی فرمان روا نہ تھا جس کا ہاتھہ اس جامع مین نہ لگا ہو۔
طولاً مشرق سے مغرب تک اُنیس محرابین ہین۔ جن کے مقابل دردن کی ہر قطار مین محرابین ملتی چلی گئین ہین۔ اندر جانے والے کو پہلی ہر محراب مین داخل ہونے کے بعد انتہا تک دردن کی اڑتیس قطارین ملتی ہین۔ اور اسی کے مطابق اوسے اڑتیس محرابون کے نیچے سے ہو کے گذرنا پڑتا ہے۔ ان محرابون کو ہر مقام پر وہ محرابین قطع کرتی ہین جو عرضاً شمال سے جنوب تک یعنے ممبر تک بنتی چلی گئی ہین۔ اس طرح کہ پہلی ہر محراب سے داخل ہونے والے کو جس طرح اڑتیس محرابون کے نیچے سے گذرنا پڑتا ہے۔ اوسی طرح اوسے اڑتیس محرابین داہنی جانب اور اڑتیس بائین جانب

ملتی ہین- اسی ترتیب و نظام سے ۱۲۹۳ ستون مسجد کی چھت کو اوٹھائے
ہوئے ہین- بعض ذہین کہتے ہین کہ ۱۴۱۷ ستون تھے- لیکن تواریخ کے
زیادہ ورق اولٹنے سے اس اختلاف کا یون حل ہوتا ہے کہ جامع قرطبہ
مین دو قسم کے ستون تھے- بڑے ستونون کے علاوہ کچھ چھوٹے ستون
بھی تھے- پہلی روایت مین اون کا شمار کیا گیا ہے-

مسجد کی کل عمارت ۶۰۰ فٹ لمبی اور اڑہائی سو فٹ چوڑی ہے- زمین پر نقرہ
فرش ہے جس مین رنگ برنگ کے پتھر نہایت خوبصورتی اور موزونیت
کے ساتھ جمائے گئے ہین- ستونون پر بھی کھود کھود کے نقش ونگار بنائے
گئے ہین جن مین زیادہ تر سونے کا کام ہے- اکیس برنجی دروازے جو اس
مسجد مین لگے ہین اتنے خوب صورت ہین کہ انسان کو اون کی اعلے
صنعت دیکھکے حیرت ہو جاتی ہے- ان دروازون مین سے نو مغرب کی
طرف ہین- نو شرق کی طرف- اور شمال کی طرف صرف تین دروازے
ہین- ان اکیس دروازون مین سے تینون پہلوؤن پر ایک ایک دروازہ
خاص طور پر عالیشان اور خوشنما بنایا گیا ہے اور عورتون کے لیے مخصوص
ہے- یہ اکیس دروازے وہ ہین جو شہر والون کے آنے کے لیے
ہین- خاص محراب کے نیچے جنوب کی طرف ایک اور سنہرا دروازہ
ہے جس مین سے ہو کے ہر جمعہ کو خلیفہ آیا کرتا تھا اور شریک جماعت
ہوتا تھا-

اس مسجد مین روشنی کا جو اہتمام کیا گیا تھا وہ سب سے زیادہ حیرتناک
ہے- صدہا برنجی لالٹینین جو عیسائی مورخون کی رائے مین گرجون کے گھنٹون
سے توڑ توڑ کے بنائی گئی تھین- ہر طرف اور جگہ جگہ آویزان تھین- جن مین
تین چاندی کی بتائی جاتی ہین- ان لالٹینون کے علاوہ بہت سے
جھاڑ تھے جن کا شمار بھی عربی مورخون کے نزدیک سو سے زیادہ تھا-
ان مین سب سے بڑا وہ جھاڑ تھا جو خاص منبر و محراب کے سامنے
لٹک رہا تھا- اگلے عہد کے لوگ اس بات کو حیرت سے بیان کرتے ہین

ہین کہ اس جھاڑ مین ایک ہزار گلاس روشن ہوتے تہے۔ کانڈی کہتا ہے کہ
کہ اسی مقام پر ایک اور فرشی جھاڑ تہا جو سونے کا تہا اور اس قدر خوبصورت
تہا کہ اوس کی صناعی پر بڑے بڑے لوگون کو حیرت ہوتی تہی۔ ان جھاڑون
اور قندیلون مین سے اکثر روزانہ روشن ہوتے تہے اور ہر روز مغرب سے
عشا کی نماز کے آخر وقت تک دو ہزار سات سو چراغ روشن نظر آتے تہے
ماہ مبارک رمضان مین پوری روشنی ہوتی تہی۔ اور کل روشن ہونے والی
بتیون کا شمار دس ہزار سے کم نہ ہوتا تہا۔ جن مین دو سو اسّی شمعین تہین
باقی گلاس تہے۔

ایک عجیب وغریب طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ماہ مبارک کی پہلی تاریخ
ممبر کے پاس ایک بڑی بہاری شمع روشن کی جاتی تہی جس کا وزن پچیس
تیس سیر سے کم نہ ہوتا تہا۔ یہ شمع روز وشب برابر روشن رہا کرتی تہی اور
جس دن رمضان کا مہینہ ختم ہوتا تہا اوسی دن یہ بہی ختم ہو جاتی تہی
زیادہ تکلف یہ کیا جاتا تہا کہ چراغون مین جو تیل روشن ہوتا تہا وہ
خاص اہتمام سے خوشبودار بنایا جاتا تہا تاکہ تیل کی چراہند نمازیون
کو اذیت نہ دے۔ صدہا خدام صرف اسی خدمت پر یعنے تیل کے معطر بنانے
اور روشنی کے اہتمام مین مصروف رہا کرتے تہے۔ یہی لوگ خوب صورت
انگیٹھیون مین ہر وقت عود وعنبر بہی سُلگاتے رہتے تہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ
سالانہ روشنی مین ۲۴۰۰ پونڈ خوشبودار تیل اور مسجد کے مہکانے
مین ۱۲۰ پونڈ عود وعنبر صرف ہوتا تہا۔ چاہے اس مین مبالغہ کیا گیا ہو
مگر ہمین تواریخ کے صفحون پر نظر آتا ہے کہ صرف چراغون کے لیے جو
بتیان بنائی جاتی تہین اون مین ماہوار پون قنطار یعنے ہمارے حساب
سے ایک من پانچ سیر روئی صرف ہوتی تہی۔

خلیفہ الحکم نے اس مسجد کے متعلق ایک نہایت ہی شاندار عمارت
بنوائی۔ جو مقصورہ کے نام سے مشہور تہی۔ یہ عمارت مسجد کی اوس دیوار سے
ملحق تہی جو قبلہ کی جانب تہی اور شاہی دروازے کا راستہ اِسی

عمارت مین سے ہوکے قصر شاہی تک گیا تھا۔ یہ عمارت ۵۰ ہاتھ لمبی اور ۲۲ ہاتھ چوڑی تھی۔ اس کا دروازہ محراب مسجد کی طرف سونے کا بنا ہوا تھا۔ اس کی دیوارون پر بھی سونے کا کام تھا۔ اور زمین خالص چاندی کی تھی۔

ہم بیان کر چکے ہین کہ نسل بنی اُمیہ کے ہر خلیفہ نے اس مسجد کی اصلاح اور ترقی مین برابر کوشش کی۔ جب متواتر آٹھ خلیفہ اس کی رونق مین اپنی ہمتین صرف کر چکے تو حاجب المنصور بن ابی عامر کی باری آئی جو برائے نام تو حاجب یا وزیر تھا مگر دراصل خلافت کر رہا تھا۔ المنصور نے چاہا کہ جامع قرطبہ کو سابق سے زیادہ وسیع کرے۔ بہت سے مکان جو مسجد کے آس پاس واقع تھے جب تک وہ توڑ کے شامل نہ کیے جاتے یہ غرض نہ پوری ہو سکتی تھی۔ المنصور اس جوش کے ساتھ اس کار خیر کی طرف متوجہ ہوا تھا کہ اون مکانون کے دروازون پر خود گیا۔ اور مالکون سے بجا جنری درخواست کی کہ مسجد کے لیے اپنے مکان بیچ ڈالین۔ کسی کو انکار کرتے نہ بنی۔ اور اگر انکار کرتے منصور نے ایسی فیاضی سے کام لیا کہ جس نے اپنے مکان کی جو قیمت مانگی اوس سے دونی رقم دی۔ اور رہنے کے لیے ایک مکان اس کے علاوہ دیا۔ اتفاقاً انہین مکانون مین سے ایک مکان ایک عورت کے قبضہ مین تھا۔ اوس مین ایک کھجور کا درخت لگا ہوا تھا۔ عرب کے مسلمان جو اسپین مین جا کے آباد ہوئے تھے اون کو اپنے وطنی رفیق خرمے کے درخت سے بڑی محبت تھی۔ جس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اوس عورت نے کہا مین اپنا مکان دون گی مگر اس شرط سے کہ مجھے جو مکان رہنے کو دیا جائے اوس مین بھی ایسا ہی کھجور کا درخت ہو۔ منصور نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ ایسا مکان تلاش کرو مین اس عورت کے لیے اوس کو ضرور خریدون گا چاہے اوس کی قیمت مین بیت المال (شاہی خزانے) کا سارا روپیہ صرف ہو جائے۔ آخر بڑی جستجو کے بعد بہت زیادہ قیمت دے کے اسی صفت کا ایک مکان بہم

پہونچایا گیا۔ جب وہ عورت اوس مکان مین گئی اور اوس کا مکان مسجد کی ملکیت مین آیا

اس مسجد کا ممبر بہی بے انتہا محنت اور اہتمام سے بنوایا گیا تہا۔ تمام عمدہ قسم کی لکڑیان بہت کوشش سے فراہم کرکے اس مین لگائی گئی تہین جن پر ہاتہی دانت کا کام تہا۔ یون معمولی بیان سے وہ صنعت اور خوبی سمجہہ مین نہین آسکتی جو اس ممبر مین تہی۔ اس کا اندازہ کرنا ہے تو مورخین کے اون الفاظ کو دیکہنا چاہیے جو اونہون نے اس کے تذکرہ مین استعمال کیے ہین۔ اون کے دعوون اور مبالغون سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد بہر مین سب سے زیادہ حیرتناک چیز ممبر ہی تہا۔ پیشتر ایک معمولی ممبر تہا لیکن الحکم کی ہمت نے یہ نہ گوارا کیا کہ ایسی مسجد مین ایک معمولی کاریگری کا ممبر رہے۔ اسی بنا پر اوس نے اس ممبر کی تیاری کا حکم دیا۔ آٹہہ لایق و فرید زمانہ کاریگرون نے روزانہ دیدہ ریزی کرکے آٹہہ برس کی مدت مین اوسے بنایا تہا۔ بعض لوگون کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مین جا بجا جواہرات بہی جڑے تہے۔ اس ممبر مین نوزنیہ تہے کل ۵۔۷۔۵۔۳ دینار اور سواتین درہم اسکی تیاری مین صرف ہوئے تہے

مینار یا اذان دینے کا بلند برج جو مسجد کے بیرونی حصہ مین ہے اس مین بہی کاریگرون نے بڑی جانکاہی سے خوشنمائی پیدا کی تہی۔ اسلیئے کہ وہ بہی بجائے خود ایک زبردست خلیفہ کی یادگار رہتا۔ الناصر لدین اللہ اس کا بانی تہا۔ اس کی چوٹی پر تین لٹو بنے تہے جن مین سے نیچے اوپر کے دو لٹو تو خالص سونے کے تہے اور درمیان کا لٹو چاندی کا تہا سارے برج پر تانبے کے تیر جڑے ہوئے تہے۔ یہ برج اپنی وضع سے مربع ہے اور ہر پہلو پر آٹہہ ہاتہہ کی مسافت ہے۔ اس حساب سے پورا قبہ بتیس ہاتہہ کا ہوا۔ اس کی عمارت مین ایسا اہتمام کیا گیا کہ تیرہ مہینہ کی مدت مین بن کے تیار ہوگیا۔ اوپر چڑہنے اور اوترنے کے لیے اس برج مین دو زنیہ بنائے گئے ہین۔ ایک پر سے انسان چڑہتا ہے اور

عربی سے فارسی و اُردو کے تعلقات

بعض لوگون کو ان دنون ہم اس خیال مین محو پاتے ہین کہ فارسی یا اُردو زبان مین عربی الفاظ بالکل نکال ڈالے جائین۔ یہ خیال کچھ ان مشرقی زبانون ہی کے ساتھہ مخصوص نہین ہے بلکہ ہم انگریزی مین بھی دیکھتے ہین کہ ایسی کوشش ایک عرصہ سے جاری ہے۔ انگریزی زبان مین بے انتہا لاطینی (رومی) الفاظ ملے ہوئے ہین جو انگریزی قوم پر سے رومیون کی غلامی کا داغ کسی طرح مٹنے نہین دیتے اور کوئی تعجب نہین کہ لاطینی الفاظ کے نکالنے پر جو بیر آمادہ کرتی ہے اوس مین زیادہ حصہ اسی خیال کا ملا ہوگا۔

فارسی اور اُردو مین جو عربی الفاظ ملے ہوئے ہین وہ بھی اس امر کا ثبوت دیتے ہین اور ہمیشہ دین گے کہ ایران و ہندوستان کو کسی زمانہ مین اسلام کی غلامی نصیب ہوئی تھی۔ جو لوگ ان الفاظ کو نکالنا چاہتے ہین غالباً اون کا بھی یہی خیال ہوگا کہ اپنی زبان کو عربی یا دوسرے الفاظ مین یون کہا جائے کہ اسلام کی قید سے آزاد کرانا چاہتے ہین۔ مگر شاید ایسی کوششین ہمارے خیال مین بڑی مشکل سے کامیاب ہو سکین فردوسی نے ایک شاہنامہ لکھا جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ عربی الفاظ سے بچنے کی پوری کوشش کی تھی لیکن اب شاہنامہ کے دیکھنے والے بتا سکتے ہین کہ فردوسی کو اس ارادہ مین کہان تک کامیابی ہوئی۔ بڑی تحقیق کے بعد جو کچھ فیصلہ کیا جا سکا وہ اسی قدر ہے کہ شاہنامہ مین عربی الفاظ بہت کم ہین۔ یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ عربی الفاظ اوس مین بالکل نہین۔ ادہر آخر زمانہ مین ناصر الدین شاہ ایران کے چچا نے نثر مین ایک ماہیچہ بنام نامۂ خسروان لکھی اس مین بھی عربی الفاظ بالکل متروک کر دیے ہین۔ اور بے شک وہ اس وجہ سے بہت کچھ قابل تعریف ہین کہ اپنی وضع کو آخر تک نباہ لے جا سکے۔ لیکن اگر یہ پوچھا جائے کہ اوس کی عبارت موجودہ مروجہ فارسی سے کہان تک موافق رہی ہے اور محاورات کی کسوٹی پر کس قدر پوری اوترتی ہے تو شاید اون کو جواب دینا دشوار ہوگا۔ زبان کی اصلاح وہین تک جائز ہے

جہان تک کہ محاورہ اور اہل زبان کی پابندی سے ہو جب ایرانیون کی زبان پر ہزارہا عربی الفاظ چڑھے ہوئے ہین جن کی جگہ پر کوئی ٹھیٹھ فارسی لفظ بولنے والون کو روزمرہ کے استعمال کے لیے نہین ملتا تو اون کے نکالنے کی کوشش کرنا زبان کی اصلاح نہین بلکہ ایک قسم کا جنون ہے۔ دری زبان کے الفاظ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کے استعمال کرنا کوئی مشکل کام نہین ہے اگر دشواری ہے تو یہ کہ اون کے استعمال مین محاورہ کا لحاظ رکھا جاے۔

تاہم یہ کتابین تاریخ مین ہین کہ کسی علم و فن کی دنیا مین قدم رکھتے وقت انسان کو معلوم ہو سکتا ہے کہ فارسی زبان کس قدر بے مایہ ہے۔ بغیر اس کے کہ عربی الفاظ سے مدد لی جاے کوئی شخص ایک علمی مسئلہ بھی فارسی مین نہین بیان کر سکتا۔ جو صاحب اس قسم کی کوشش کرنا چاہتے ہین اون کا کام ہے کہ زبان کو اپنے اصول سے درست کرین۔ آج تک کسی نے اتنا تو کیا نہین کہ فارسی کی نحو و صرف ہی درست کی ہوتی۔ آج تک جس کسی نے نحو مین کوئی کتاب لکھنے کا ارادہ کیا اوس نے وہی عربی کے قواعد عربی ہی اصطلاحات کے ساتھ فارسی مین بیان کر دیے۔ حالانکہ سمجھنے والے خوب جانتے ہین کہ گو ہزارہا عربی الفاظ فارسی مین مستعمل ہین مگر زبان ایسے طرز سے ایسی علیحدہ واقع ہوئی ہے کہ عربی کے قواعد فارسی پر ٹھیک منطبق نہین ہو سکتے۔ بلکہ عربی کی جگہ اگر نحو و صرف سے فارسی مین کام لیا جاے تو زیادہ مناسب ہوگا۔ بہرحال فارسی کے ہمدرد آج تک اوس کے لسانی قواعد تو درست ہی نہین کر سکے عربی کی غلامی سے اوسے کیا خاک آزاد کرالین گے۔

ایک پارسی صاحب نے ایک انگریزی اخبار مین ابھی اس خیال پر زور دینا چاہا تھا جو ماشاءاللہ سے نہ فارسی ہی جانتے ہین اور نہ عربی ہی۔ اونہون نے محض اپنے حسن عقیدت سے یہ دعوے کر دیا کہ فارسی اس قدر مکمل زبان ہے کہ بعض موقعون پر عربی کو اوس کے خزانہ سے الفاظ عاریت لینا پڑے۔ چنانچہ اونہون نے شاید کسی سے سن کے لگام کے لفظ کو پیش کیا ہے جسکو عربون نے معرب کر کے لجام کر لیا۔ اور آج تک مروج ہے۔ یہ خیال بعض ایرانی صاحبون مین بھی معلوم ہوتا ہے اس لیے اکثر عجمیون کی زبان سے ہم نے خود بھی سُنا ہے۔ وہ کہتے

ہین کہ جاہلیت مین سیف بن ذی یزن کی فریاد پر جب ایرانیون نے ملک یمن پر قبضہ کرلیا تو اوس زمانہ مین فارسی کے بہت سے الفاظ عربون کی زبان پر مروج ہوگئے قطع نظر اس کے عرب کے حصہ حیرۃ وغیرہ پر مدتون سے ایران کی حکومت تھی یہ بھی ایک کافی ذریعہ عربی مین فارسی الفاظ کے جانے کا تھا۔ لیکن یہ خیال ایک جاننے والے کے نزدیک بالکل لغو اور بے سروپا ہے۔ اول تو جہان عرب کے حصہ حیرۃ وغیرہ ایران کی حکومت تھی وہان سرحد شام سے ملے ہوئے اضلاع عرب پر روم کی حکومت تھی۔ علی ہذا القیاس یمن پر جہان چند روز کے لیے ایرانیون کی حکومت رہی وہان اون سے پہلے بوساطت نجاشی عرصہ تک روم کی بڑی حکومت رہی۔ کوئی وجہ نہین کہ عربی نے ایرانیون سے اون کی زبان کے الفاظ تو لیے ہون اور رومی زبان کے الفاظ یونہین چھوڑ دیے ہون۔

قطع نظر اس کے شاید اس خیال والون کو یہ نہین معلوم کہ اضلاع عرب پر غیر ممالک کی حکومت تھی بھی تو کس طرح کی۔ سیف بن ذی یزن کے عہد مین جو ایرانیون نے ملک یمن کو فتح کیا اوس کی یہ حالت تھی کہ یمن پر بادشاہ حبشہ نے متصرف ہو کے جب وہان کے شرفا کی آبروریزی شروع کر دی تو سیف بن ذی یزن نے کسریٰ کے دربار مین جا کے فریاد کی اور بہت دنون تک پڑا رہا۔ آخر کسریٰ نے ایک فوج دے کے اپنے ایک افسر کے ساتھ اوسے یمن پر روانہ کیا۔ اس فوج نے حبشہ والون کا قلع و قمع کیا اور سیف بن ذی یزن کو بادشاہ بنایا۔ اس مین شک نہین کہ ملک کو ایرانیون نے فتح کیا مگر حکومت سیف بن ذی یزن کے ہاتھ مین رہی جو عربی نژاد تھا۔ بس اتنا تھا کہ وہ ایران کے آگے سر جھکائے ہوئے تھا ورنہ یہان کے انتظامات اور معاملات سے شہنشاہ ایران کو کوئی تعلق نہ تھا۔ باقی رہے اضلاع حیرۃ وغیرہ یہان کی بھی یہی حالت تھی۔ ان مقامات پر نعمان بن منذر کا خاندان حکمران تھا۔ سیف بن ذی یزن کی طرح یہان کے فرمانرواؤن نے بھی یہی کیا کہ تاج ایران کے آگے سر جھکائے رہے۔ غرض ایرانی رعایا سے عربی رعایا کے تعلقات کبھی اتنے نہین بڑھنے پائے کہ الفاظ وخیالات کا باہم تبادلہ ہوتا۔ یا عجمی الفاظ عربی مین پہونچتے۔

دوسرے سب سے زیادہ جس بات نے عربی زبان کو خارجی اثرون سے بچایا وہ یہ تھی کہ عرب مین سب سے زیادہ مستند اور قابل تتبع قریش کی زبان تھی جن کو خدا نے ہمیشہ غیر قومون کی اطاعت سے بچایا۔ قریش نے کبھی کسی کے آگے سر اطاعت نہین جھکایا۔ اور نہ اون کو سوا خاص تاجرانہ سفرون کے غیر زبان بولنے والون سے ملنے کی ضرورت لاحق ہوتی تھی لہذا اون کی زبان ہمیشہ ان خارجی اثرون سے محفوظ رہی۔ اور عربی زبان مین کوئی لفظ شامل ہی نہ ہو سکتا تھا جب تک کہ قریش کے لوگ اوس کو تسلیم نہ کر لین۔ غرض ان وجوہ سے کبھی قیاس ہی مین نہین آ سکتا کہ فارسی کے الفاظ عربی مین شامل ہون۔

ہان بعد اسلام البتہ عربی مین فارسی کے بعض الفاظ مستعمل ہو گئے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ خلافت عباسیہ نے اپنا مستقر بغداد کو قرار دیا جو در اصل ایک ایرانی شہر تھا۔ صرف اتنا ہی نہین ہوا بلکہ عجمی خاندان وزارت کے درجے کو پہونچ گئے جس کی وجہ سے عربون کو ایرانیون سے ملنے جلنے کی بہت ضرورت ہوئی سائس پر طرہ یہ ہوا کہ خلفا اور اون کی وجہ سے تمام امراے عرب عیش و عشرت کے سامانون کی طرف متوجہ ہو گئے۔ جن کے لیے مملکت ایران اگلی دنیا مین مشہور تھی یہ وہ سامان تھے جو کبھی اہل عرب کے خواب و خیال مین نہ گذرے تھے۔ اور ان مین بہت سی ایسی چیزین تھین۔ جن کے لیے عربی زبان کو فارسی ہی سے الفاظ لینا پڑے۔ ہم نے عربی زبان مین "شمعدانات" کا لفظ بھی دیکھا ہے جو اسی عہد مین عربون کی زبان پر جاری ہوا۔ بلکہ حکومت کی وجہ سے اس سے پیشتر بھی تعلقات قائم ہو گئے تھے کہ بنی امیہ ہی کے دور مین عربون کی زبان پر فارسی الفاظ چڑھ گئے۔ بنی امیہ کے ابتدائی زمانہ کا شاعر ابن مفرغ جو زیاد کے بیٹے عباد کے ہمراہ سیستان کے جہاد پہ آیا تھا۔ شہداے ستہ کے مرثیہ مین کہتا ہے۔ ؎

کم بالجروم وارض الہند من قدم
ومن سرابنک قتلے لاہم قبروا

(ممالک گرم مین اور ارض ہند مین بہت سے نقش قدم ہین اور بہت سے سرہنگان قوم ہین جو شہید ہوئے اور دفن نہین کیے گئے) -

اس شعر مین دل تو "جروم" جرم کی جمع ہے جو لفظ گرم کا معرب ہے دوسرے مصرع مین سراہنگ ہے جو فارسی لفظ سرہنگ کو بگاڑ کے بنایا گیا ہے ـــ بہرحال فارسی الفاظ اگر عربی مین آئے تو اسلامی فتوحات کے بعد آئے ـــ

مگر ان الفاظ کے عربی مین مروج ہو جانے سے یہ خیال نہ کرنا چاہیے کہ عربی اون الفاظ کی محتاج تھی ۔ عربی زبان کے خزانہ مین اس کثرت سے الفاظ موجود ہین کہ یہی زبان تھی کہ تمام علوم فلسفیہ و طبیہ یونانی و رومی زبانون نے لیے بغیر اس کے کہ اوسے ایک اصطلاح کے لیے بھی ان زبانون کا زیر بار احسان ہونا پڑا ہو ۔

جناب شہربانو

ہم نے ایک مضمون "خاندان نبوت" کے متعلق لکھا تھا جو بادی النظر مین بالخطاب انگریزی مورخون کی طرف تھا ۔ مگر افسوس ہے کہ مسلمان بھی ہم سے خفا ہوگئے ۔ سنتے ہین ۔ ہماری تکفیر کے لیے فتوے لیے گئے ۔ مگر کسی نے اتنی عنایت نہ کی کہ اون فتوون کو ہمارے پاس بھی بھیجدیا ہوتا تاکہ دیکھتے کہ آخر ہماری خطا کیا ہے اور کون کون صاحب ہماری تکفیر فرماتے ہین ـــ

لاؤ تو قتل نامہ مرا مین بھی دیکھ لون
کس کس کی مہر ہے سر محضر لگی ہوئی

تاہم ہم کو بجائے خود اطمینان ہے ۔ اور ہم بہت خوش ہین کہ اوس مین ہم نے جو کچھ لکھا اوس مین سے ایک لفظ بھی بے اصل نہین ۔ بعض احباب کی زبانی معلوم ہوا کہ ہم نے جو جناب شہربانو کے زید کے

نکاح مین آنے کا حال لکھا تھا اوسی پر لوگون کو غصہ آگیا - اگر یہی ہے تو افسوس کی بات ہے - یہ امر تو ایسا ہے کہ مستند مورخین مین سے کسی کو انکار نہین - ہم دو کتابون کی عبارتون کا ترجمہ کیے دیتے ہین اور کتابین بہی کون جن سے زیادہ مستند تاریخین تاریخ کی دنیا مین نہین مل سکتین -

محمد بن جریر طبری کی تاریخ مطبوعہ لیڈن کے صفحہ ۲۴۸ ۲ مین ہے :-

"علی بن حسین بن علی بن ابی طالب - آپ کی والدہ غزالہ تہین جو اُم ولد تہین - بعد امام حسین کے زبید اون کے غلام نے اون کو اپنے عقد نکاح مین لیا - تب عبد اللہ بن زبید پیدا ہوئے جو علی بن حسین کے بہائی (اخیافی) ہین "

معارف ابن قتیبہ مطبوعہ لیڈن کے صفحہ ۱۰۱ مین مندرج ہے :-

" اور علی بن حسین اصغر امام حسین کی نسل آپ ہی سے چلی - بعض کہتے ہین آپ کی والدہ سندیہ تہین - جن کا نام بعض سلافہ اور بعض غزالہ بتاتے ہین - بعد امام حسین کے اونکو امام حسین کے غلام زبید نے اپنے عقد مین لیا - اور عبد اللہ بن زبید پیدا ہوئے - جو علی بن حسین کے اخیافی بہائی ہین "

اغانی جو باعتبار اسناد اسی پایہ کی کتاب ہے اوس مین بہی یہی واقعہ مندرج ہے - قدیمی تاریخین جن پر کہ استناد و اعتبار کا دار و مدار ہے وہ یہی ہین - اور یہی اصلی سرچشمہ ہین جن سے لے لے کے متاخرین نے مصنف بننے کا فخر حاصل کیا - ابتداءً ہم نے اس واقعہ کو ابن خلکان سے نقل کیا تہا - جو نہایت متداول کتاب ہے اور غالباً ہر جگہ دستیاب ہوسکے گی - جن صاحب کو اطمینان حاصل کرنا ہو اوس کے ورق اولین اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حالات مین دیکھ لین - ابن خلکان نے شاید غلطی سے جناب شہربانو کے دوسرے شوہر کا نام زید لکھ دیا ہے - اگرچہ یہ بتایا ہے کہ وہ جناب امام حسین کے غلام تہے - مگر اب ہم کو بعد تحقیق

معلوم ہوگیا کہ اون بزرگ کا نام زید نہین زبید نام تھا۔
سب سے بڑھکر لطف کی یہ بات ہے کہ جو خدشہ اس معاملہ مین معترضون کو گذرا ہے یہی خدشہ اون کی طرح خاص اوسی زمانہ مین عبد الملک بن مروان کے دل مین بھی گذرا تھا۔ لہذا ہم بھی اون کو وہی جواب دینا مناسب خیال کرتے ہین جو عبد الملک مذکور کے مقابلہ مین جناب امام زین العابدین کی زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوا تھا۔ مذکورہ بالا کتاب معارف ابن قتیبہ مین ہے۔ "علی بن حسین (رضی اللہ عنہ) نے اپنی والدہ کا عقد اپنے غلام سے کردیا اور اپنی ایک لونڈی کو آزاد کرکے خود اپنے عقد نکاح مین لیا۔ یہ سن کے عبد الملک بن مروان نے اون کو ایک خط لکھا جس مین اس معاملہ پر شرم دلائی تھی۔ علی بن حسین نے جواب مین تحریر فرمایا۔ قد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ رسول اللہ صلعم نے صفیہ بنت حیی کو آزاد کرکے اپنے نکاح سے مشرف فرمایا تھا۔ اور زید بن حارثہ کو آزاد فرمایا اور اپنی چچا زاد بہن زینب بنت جحش کو اون کے نکاح مین دے دیا۔" اب اس سے بڑھ کے کیا شافی جواب ہوسکتا ہے۔ یہ متاخر الذکر واقعہ بھی ابن خلکان مین موجود ہے۔
اس موقعہ پر ہمین ایک اور امر کا جواب دینا ہے۔ ایک صاحب نے دلگداز کے اوس مضمون پر بھی جو فتح قسطنطنیہ کے متعلق ہے ایک اعتراض کیا ہے اور اس اعتراض کو اودھ پنچ کے ضمون پر شائع کیا ہے۔ دلگداز کے مضمون مین ہے کہ قسطنطنیہ پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد مین جو حملہ ہوا تھا اوس مین جناب امام حسین علیہ السلام بھی شریک مجاہدین تھے اوس مضمون کے نیچے فٹ نوٹ مین تصریح کردی گئی ہے کہ گبن کا تتبع کیا گیا ہے۔ ہمارے دوست پہلے گبن ملاحظہ کرلیتے تب اعتراض کرتے۔ شہادت جناب امام حسین علیہ السلام کے بیان مین وہ دیکھین معلوم ہوجائے گا۔ باقی رہا کہ کسی اسلامی تاریخ سے ثابت کیا جائے اسکے ملاحظہ کا ہم نہین اسلیئے کہ مضمون مین گبن کے تتبع کی تصریح کردی گئی ہے۔

اس موقع پر ہمین عزیز ہمعصر اتحاد کا شکریہ ادا کرنا چاہیے کہ ایسے نازک وقتون پر وہ ہماری مدد پر آمادہ ہو جاتے ہین - لیکن اون کو ایسی فضول بحثون مین نہ پڑنا چاہیے - جواب کسی لائق آدمی کے مقابلہ مین ہو تو ایک بات بھی اور یون ہر نادان کی چھیڑ چھاڑ پر اونہین اپنے قلم کو زحمت دینے کی ضرورت نہین ہے -

فہرست کتب دفتر دلگداز و مہذب

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر

ملک العزیز ورجنا - ۴عہ/
منصور موہنا - ۴عہ/
حسن انجلینا - ۴عہ/
دلگداز ۱۸۹۶ء - ۴عہ/
دلگداز ۱۸۹۷ء - ۶ / دلگداز ۱۸۹۸ء - ۶ / ۱۸۹۹ء
زیادہ حلاوہ - عہ/
شہید وفا - عہ/
دلچسپ ہر دو حصہ - ۱۴/
یوسف نجمہ حصہ اول - ۹/
ویکٹس ندنی - عہ/
دلکش ہر دو حصہ - ۱۴/

مولوی نذیر احمد صاحب

ابن الوقت - ۱۲/
موعظہ حسنہ - ۱۲/
مرآۃ العروس - ۷/
بنات النعش - ۷/
توبۃ النصوح - ۹/ مجلد کاغذ کامل - عکار

پنڈت رتن ناتھ صاحب

فسانہ آزاد مکمل در چہار جلد - عسہ
جام سرشار - ۴عہ/
خدائی فوجدار - لعہ/
کامنی - ۸عہ/
طوفان بے تمیزی حصہ اول - ۹/

مولوی شبلی صاحب

صبح امید - ۳/
المامون مع الجزیہ - عہ/

ترجمہ ناول رینالڈز

سوزان عشق - ۴عہ/
حسرت وصل - ۶/
جنت الفردوس - ۱۴/
خوبی قسمت - ۴عہ/
راز و نیاز - ۸عہ/
نیرنگی فلک - ۱۲/
بت سیمین - عہ/
نیرنگ - ۱۰/
جہانگیر - عہ/

متفرق ناول قابل دید

دلفگار - ۸/
رزم و بزم ہر دو حصہ - عکار
نازک ادا - ۸/
سلطان - ۱۲/
نازنین ہر دو حصہ - ۸عہ/
نشتر - عہ/
اختر و حسینہ ہر دو حصہ - ۸عکا/
عقد الجواہر - ۸عہ/
دلبر - ۴/
حاجی بابا اصفہانی - ۴عہ/
فسانہ دلپذیر - عہ/
الہ دین و لیلی - ۴عہ/

فریب محبت - ۱۲/
طلسم حیرت - ۱۲/
کرشمہ قدرت - ۸/
جذبۂ عشق - ۸/
دام محبت - ۱۲/
کوچک باختر - عہ/

تواریخ اردو قابل دید

اعمالنامہ روس - [illegible]
تاریخ اسپین کی پہلی جلد - ۹/
جنگ ہفت سالہ - ۶/
تاریخ فرشتہ - للعہ/
ارشاد الملک - [illegible]
تاریخ بغاوت ہند - [illegible]
سیر المتاخرین - [illegible]
تواریخ سلاطین - [illegible]
آثار الصنادید مولفہ جناب سید احمد خان - [illegible]
احسن القصص - [illegible]
وقائع نگار انگلستان - [illegible]
یادگار ہندی - ۶

طب اردو

طب احسانی - ۴/
علاج الغربا - ۹/
کلیات سدیدی فن اول - ۱۴/
علاج الموشی - ۳/ - مخزن المفردات - عہ

کلیات و دواوین

کلیات مومن - ۱۱/
کلیات سودا - [illegible]
کلیات انشاء اللہ خان - [illegible]
کلیات طالب - [illegible]

مثنوی گلزار نسیم - [illegible]
مثنوی یوسف زلیخا - ۳
دیوان یاس - عہ
مثنوی صبح خندان تسلیم لکھنوی - ۸
گوہر تفتیش ایک عمدہ حسب زمانہ مثنوی - ۹
ساقی نامہ شگفتہ - ۸
دل وجان - ۸

متفرق کتب اردو

برکات الاسلام - ۲/
رسالہ نور العین - ۲/
آثار سلف - ۲/
بہار گلزار حالی - ۳/
جنتری کلاں ۱۸۹۶ء - ۳/
تاریخ مدینہ منورہ اردو - ۹
اوضحۃ الجید ثبوت تقلید اور امام اعظم رح کی سوانح عمری - ۴/
حبل المتین - ۶/
قصص الانبیا - ۶
سوانح عمری بوعلی سینا ہر دو جلد - عہ
پارہ عم تین زبان میں ترجمہ - انگریزی - اردو - فارسی - ۳/
ظفر جلیل شرح حصن حصین اردو - [illegible]
تقویت الایمان - ۱۱/
مالا بد اردو - ۳/
آیات بینات ہر دو حصہ - [illegible]
ایضاح - ۶/
آہ بیگان - ۲/

المشتہر
مینجر دلگداز و مہذب - کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ